بسم اللہ الرحمن الرحیم

زندگانی

شہیدِ جاوید

(حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام ، حیات اور کارنامے)

تالیف

حضرت آیت اللہ محقق شیخ باقر شریف قرشی قدس سرہ

ترجمہ

نور محمد ثالثی

ناشر

مدرسہ امام رضا علیہ السلام نجف اشرف عراق

مشخصات کتاب

کتاب : حیاتِ شہید جاوید (جناب مسلم بن عقیلؑ)

نگارش : آیت اللہ شیخ باقر شریف قرشی قدس سرہ

تحقیق : حجت الاسلام والمسلمین مہدی قرشی مدظلہ

نظر ثانی: حجت الاسلام والمسلمین سید ضیغم عباس نجفی صاحب

حجت الاسلام والمسلمین شیخ مشرقین حیدر نجفی صاحب

کمپوزنگ: حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی عباس رضوی کراروی صاحب

سیٹینگ: حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید علی عباس رضوی کراروی صاحب

تاریخ طبع: ۱۵/ شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

ناشر : مدرسۂ امام رضا علیہ السلام نجف اشرف عراق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

"اور خبر دار راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پرور دگار کے یہاں رزق پارہے ہیں"۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ

"خدا کی طرف سے ملنے والے فضل و کرم سے خوش ہیں اور جو ابھی تک ان سے ملحق نہیں ہو سکے ہیں ان کے بارے میں یہ خوش خبری رکھتے ہیں کہ ان کے واسطے بھی نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن"۔

سورۂ آل عمران: آیات ۱۶۹ و ۱۷۰

انتساب

جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے پھول، جوانان اہل جنت کے آقا و مولیٰ، وہ فاتح عظیم کہ جس نے انسانیت سے دلوں پر اور بشریت کے عواطف و جذبات پر قبضہ جما لیا ہے یعنی:

حضرت سید الشہداء امام حسین مظلوم علیہ السلام

کی خدمت بابرکت میں ان کے چچازاد بھائی، ان کے سفیر و نمائندہ، اور ان کے خاندان کے نمایاں و برتر شخصیت حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی حیات و کارنامہ کے سلسلہ میں اپنی ناچیز تحقیق کو نہایت انکساری و تواضع کے ساتھ پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ سے فضل و کرم کا امیدوار ہوں کہ وہ اپنی عنایتوں اور الطاف کے سایہ میں مجھ سے نذرانہ قبول فرمائے گا خداوند ہی میرے لئے کافی و کفیل ہے۔

مؤلف کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدرسہ امام رضاؑ پر طائرانہ نظر

تمام تعریفیں اس ذات واحد کو زیب دیتی ہیں کہ جس نے بغیر مانگے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں، جس کی نعمتوں سے کسی مخلوق کا دامن خالی نہیں ہے، اس نے انسان کو نعمتیں عطا فرمانے کے بعد ایسی چیزوں کا مطالبہ کیا جو خود انسان کی ذات کے لئے مفید ہیں، انھیں چیزوں میں سے ایک ،دین وشریعت کا علم ہے جس کو حاصل کرنا اور دوسروں کو تعلیم دینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اسی الٰہی مطالبہ کے پیشِ نظر باب مدینۃ العلم کے شہر نجف اشرف میں ایک دینی درسگاہ بنام "مدرسہ امام رضا علیہ السّلام" کا قیام عمل میں آیا جو تقریباً تین سال سے ہندو پاک کے دینی طلبہ کی خدمات میں مصروف ہے اس مدرسے میں حوزہ علمیہ کے ہونہار طلبہ درس و تدریس، مطالعہ و مباحثہ کے ساتھ تاریخ و تفسیر، ردود شبہات جیسے دروس میں شرکت کرتے ہیں نیز مدرسہ امام رضاؑ نے حجۃ الاسلام مولانا شبیر آغا کربلائی صاحب کے زیر نگرانی ایک قابل ستائش قدم اٹھایا ہے اور وہ یہ کہ ہر ہفتہ ایک جلسہ بعنوان مقتل امام حسینؑ شروع کیا ہے جس میں تحریفات کربلا کو واضح کیا جاتا ہے، مصائب کی حکایات کو پرکھا جاتا ہے اور اس مدرسہ کے طلاب محترم خطابت و میدانِ شاعری میں بھی طبع آزمائی کررہے ہیں جس کے کچھ نمونے آپ کتاب ہذا کے آخر میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

ادارۂ مدرسہ، طلبہ کی قیام و رہائش کے ساتھ ساتھ مختلف موضوعات پر درس و تحقیق،

مقالہ نگاری وترجمہ، تالیف وتصنیف کی نشرو اشاعت کا وقتاً فوقتاً انتظام کرتا رہا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب "زندگانیٔ شہیدِ جاوید" (حضرت مسلم بن عقیلؑ،حیات اور کارنامے) ہے، اصل کتاب عربی میں ہے جسے استادِ محترم عالی جانب حجۃ الاسلام مولانا نور محمد ثالثی حفظہ اللہ صاحب قبلہ نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے اور مدرسہ ہذا کے افاضل محترم حجۃ الاسلام سید ضیغم عباس رضوی حسین آبادی اور حجۃ الاسلام مولانا شیخ مشرقین حیدر کریمی نجفی صاحبان نے نظر ثانی فرمائی ہے اور جناب حجۃ الاسلام مولانا سید علی عباس رضوی کراروی کمپوزنگ وسٹنگ اور ڈیزائننگ کی ذمہ داری نبھائی ہے مدرسہ ہذا ان تمام احباب کا شکر گذار ہے۔

خدا سے یہی دعا ہے کہ امام زمان عج کے ظہور میں تعجیل فرمائے اور جو افراد بھی اس کارِ خیر میں دامے، درمے، سخنے مدد فرما رہے ہیں بالخصوص جناب اقبال حسین صاحب مقیم حال کنیڈا کہ جنہوں نے اپنے والد ماجد (مرحوم قاسم حسین کربلائی) کے ایصال ثواب کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے مدرسہ کے جملہ اخراجات کو اپنے ذمہ لئے لیا ہے اور اسے بخوبی انجام دے رہے ہیں خدا مولا علی بنِ ابي طالب علیہ السّلام کے صدقے میں ان کی اور ان کے خانوادے کی توفیقات میں اِضافہ فرمائے اور اسی طرح آگے بھی کام کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

آخر کلام میں ہم شکر گزار ہیں مرحوم سید خورشید ایم زیدی ابن عون محمد زیدی اور مرحومہ انور جہاں قلی بنت مرشد قلی کے لائق وارثین "زیدی فیملی" کے کہ جو کتاب ہذا کی طباعت میں حصہ لے رہے ہیں۔

مدیر مدرسہ امام رضاؑ نجف اشرف عراق

سید محمد مہدی رضوی (شہنواز) کربلائی

گفتار مترجم

مدرسۂ امام رضا علیہ السلام نجف اشرف عراق کے ذمہ داران کی فرمائش پر کتاب الشھید الخالد مسلم ابن عقیل علیہ السلام کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے لہذا میں سب سے پہلے مدرسہ امام رضا علیہ السلام کے مدیر محترم حجۃ الاسلام و المسلمین مولانا سید محمد مہدی رضوی (شہنواز) صاحب اور حجۃ الاسلام مولانا محمد نقی صاحب اور تمام طلاب محترم کا شکر گذار ہوں خاص طور سے کتاب ہذا پر نظر ثانی کرنے والے حجۃ الاسلام مولانا سید ضیغم عباس رضوی اور حجۃ الاسلام مولانا شیخ مشرقین حیدر صاحبان کا۔

اس کتاب کی کمپوزنگ ، سیٹنگ و ڈیزائنگ جناب حجت الاسلام و المسلمین مولانا سید علی عباس رضوی کراروی صاحب نے فرمائی ہے اہل تنقید و نکتہ سنج احباب و بزرگان سے مثبت اور مفید نقد و مشورے کی گذارش ہے۔

نور محمد ثالثی

حوزہ علمیہ نجف اشرف عراق

گفتار محقق

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام کے بابرکت انقلاب کے فاتح اول اور ہراول مجاہد نے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے پیغام کو اہل کوفہ تک پہنچانے میں بڑا مبارک کردار نبھایاہے اور ان سے امام کے لئے بیعت لی ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ اہل کوفہ بہت جلد بدل گئے اور سرکش پسر زیاد کے ذریعہ کوفیوں کے درمیان خوف و دہشت کی فضا بنانے کے بعد پسپا ہو کر علاحدہ ہو گئے اور علوی سربراہ قائد سر بفلک پہاڑ کی طرح یکہ و تنہا پابرجا رہااور ظالموں، شرکشوں اور سرپھرے طاغیوں سے نبرد آزمائی کرتا رہا۔

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی بابرکت زندگی، ظالم اموی سرکشوں کے خلاف کلمۂ توحید کی سربلندی کی راہ میں جہاد وہ سنہرا اور چمکیلا نقش و نگار ہے جسکے اصولوں کو نمونہ عمل قرار دینے کے لئے تحقیق و تلاش کی ضرورت ہے۔

محترم قارئین! زیر نظر کتاب اس عظیم شخصیت کے معطر حالات زندگی پر بحث و تلاش ہے جس نے ظلم و ستم کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے اور جس کا شریف و جمیل مرقد آج چمکتے ہوئے منارے کی طرح ہو گیا ہے جہاں ہمہ وقت مختلف اسلامی سرزمینوں سے آئے ہوئے زائرین کی بھیڑ لگی رہتی ہے اس عظیم ذات کا منور و شریف قبہ آسمان کی بلندیوں سے باتیں کر رہا ہے جہاں سے ہمیں عبرت و نصیحت اور شجاعت و شہامت کا الہام ہوتا رہتا ہے کہ یقیناً حسن عاقبت ، پرہیزگاروں، شہیدوں اور نیکوکاروں کی کنیز ہے۔

اور وہ دار الامارہ اور قصر ظلم و بربریت جہاں پر شہید جاوید حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو شہید کیا گیا تھا آج وہاں چند سیاہ و تاریک پتھروں کے ڈھیر کے علاوہ کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے۔

شاعر کہتا ہے:

"آج اس کھنڈر پر تمام درد و سوزش کی داستان پڑھی جا سکتی ہے جس کی بلندیوں پر عظیم نعمت کو پھانسی پر چڑھا دیا گیا تھا"

خداوند متعال کا میں شکر گذار ہوں کہ اس نے مجھے کتاب کے متون و منابع کی طرف مراجعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علیٰ محمد و آلہ الطاهرين

مہدی باقر القرشی
روز میلاد نبی اعظمؐ
۱۷ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ

حضرت مسلمؑ کے حضور میں

اے بنی ہاشم کی مجد و بزرگی کے چاند، اور اے فرزندان عدنان کے فخر آفرین آفتاب، اے عظیم انقلابی ذات! آپ نے اپنی گراں قدر شجاعتوں اور راہ خدا میں بھاری قربانیوں کو دیگر اسلام کی جاوداں اقدار کا چرچا کیا ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی ظالموں کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیتا ہے اور سرکش و سر پھرے حکمرانوں کے سامنے جھکنے سے منع کر دیتا ہے آپ نے ایسے مکبروں کے سامنے عزت و وقار اور بزرگی کے ساتھ ڈٹ کر بتلا دیا کہ غیرت و شجاعت کیا ہے اس میدان میں اکیلے رہ کر بھی ثابت قدم رہے حالانکہ بغاوت و غداری کا لشکر پر لشکر آپ کا چاروں طرف سے احاطہ کئے تھا لیکن آپ کے پایۂ ثبات میں ذرہ برابر بھی لغزش پیدا نہیں کر سکا اور آپ نے یکہ و تنہا ہی ان کے سینوں سے ان کے دلوں کو، ان کے جسموں سے ان کے سروں کو اتار کر پھینک دیا اور انھیں دبوچ دبوچ کر گھروں کی چھتوں پر پھینک رہے تھے۔ آپ کی شجاعت و بہادری کا کیا کہنا کہ ایسی نادر و نایاب شجاعتوں کے جوہر دکھلانے سے تاریخ کے صفحات خالی ہیں اور اس کے مثل داد شجاعت پیش کرنے سے تاریخ عاجز نظر آتی ہے۔

آپ تن تنہا مگر عزت و آبرو کے ساتھ راہ شہادت میں قدم جما کے چل پڑے، باغی و طاغی فوج اور قوت و قدرت کے سامنے نہیں جھکے اور آپ نے خاندان علوی کے تمام افتخارات و اقدار کو مجسم کر کے پیش کر دیا جس خاندان کے اقدار و افتخارات ہی دنیائے اسلام میں شرف و کرامت کے طور پر پیش کرنے کے قابل ہیں۔

اے عظیم مجاہد! آپ ہی امام حسین علیہ السلام کی مبارک نہضت اور بابرکت قیام کے پہلے فدائی ہیں جس نہضت و انقلاب نے سارے جہان کی قوموں اور قبیلوں کو بیداری و نورانیت کی مشعلیں عطا کیں جن کی بدولت ان کے سامنے راہ روشن و تاباں ہوگئی اور مقصد عیاں و آشکار ہوگیا آپ نے ان کے سامنے آزادی و آزاد منشی کے ابواب وہ کردئے اور کس طرح ذلت ورسوائی اور غیروں کی پرستش سے گلوخلاصی کے لئے مسلح جنگ کی جاتی ہے کے اسباق پڑھادئے۔

اے میرے عظیم مولیٰ و آقا! آپ کی ذات والا صفات میں ہی حضرت سید الشہداءؑ آزاد مردوں کے آقا و مولا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ابدی و دائمی انقلاب کے لئے ایک ہر ادل ذات اور فاتح میدان کے جملہ صفات کو اپنا نمائندہ اور معتبر ایلچی بنا کر اس سماج کی طرف روانہ کیا جو پے در پے حضرت امام حسین علیہ السلام سے توسل و التماس کررہا تھا کہ ہمیں سیاہ کردار ،دہشت پسند حکمران کے حکم وسلطنت سے بچالیجئے جو آئے دن عوام الناس پر طرح طرح کے ظلم وستم اور درد و عذاب کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔

خدا کا سلام ہو آپ پر کہ آپ نے بہترین طریقہ سے اپنے فریضہ کو انجام دیا، امانتداری کے ساتھ امامت کی امانت ادا کی اور رسولانہ طرز رسالتِ حسینیؑ کو ان کے گوش گزار کیا کہ کوفی کی اکثریت لبیک کہہ کر ٹوٹ پڑی اور آپ کے دست مبارک پر حسینی بیعت اور الٰہی عہد و پیمان باندھ بیٹھی مگر ہائے افسوس کہ بہت جلد اپنے عہد سے برگشتہ اور پیمان کو توڑ کر آپ کے خلاف ہوگئی اور آپ کا ساتھ چھوڑ کر خود آپ کے قتل پر آمادہ ہوگئی نتیجہ میں اس نے آپ کو قتل کرڈالا آپ کے مطہر لاشہ کو انہوں نے اپنے ہی شہر کی گلی کوچوں میں گھسیٹا اور اب ان کی یہ بے وفائی قوموں کے لئے گفتگو کا مرکز بن گئی ہے تاریخ نے اہل کوفہ کے اس ننگ وعار اور خیانت و بدکرداری کو اپنے

سیاہ صفحات میں درج کر لیا ہے مگر آپ، یکہ و تنہا جاویدانی وجواں مردی کے ساتھ صفحۂ تاریخ پر نمایاں ہیں اور نورانی و شرافت، عزت و کرامت کا ھالہ آپ کے وجود پر نور کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

سلام ہو آپ پر اے حق کے علمدار اور صلاح و فلاح کے دعوت دہندہ۔

مؤلف کتاب

تقدیم و تمہید

ا۔ بہت عمدہ عمل یہ ہے کہ انسان، خاندان ہاشم کی عظیم شخصیات کے حالات زندگی کا مطالعہ کرے کیونکہ یہ عظیم خاندان، دنیائے اسلام میں بیداری و فکر و تدبر کا سرچشمہ ہے۔

یہ بات بھی قابل ذکر اور قابل تاکید ہے کہ اس مکرم و معظم خاندان کی عظمت و جلالت صرف ائمہ طاہرین علیہم السلام میں منحصر نہیں ہے کہ جو اسلامی پیغام کے حامل، اس امت کے مصدر ہدایت و راہنمائے رشد و نمو تھے بلکہ سماج کی اصلاح مختلف میدانوں میں ان کے بزرگوار فرزندوں کا بھی بڑا مثبت و باعظمت کردار رہا ہے ان لوگوں نے بھی اسلامی افکار کی درخشندگی کی راہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور بڑی ہی بے باکی و شجاعت اور عزم و راسخ ارادہ کے ساتھ ظلم و ستم اور سرکشی و طغیانی کے خلاف ڈٹ گئے اور مظلوموں اور کمزوروں اور حالات کے ماروں کے حقوق کا دفاع کیا ہے۔

انھیں نمایاں اور نامور شخصیتوں میں سے ایک ہستی، شہید جاوید حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام ہیں جنھوں نے امویوں کے چنگل سے نجات دینے کے لئے قیام فرمایا جبکہ بنی امیہ نے امت مسلمہ کی تذلیل کرنے میں ان کے مال و منال کو لوٹنے میں اور اپنی حکومت کے پایوں کو مضبوط کرنے کے لئے امت کو رسوائی و بندگی میں ڈھکیلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا حضرت مسلم علیہ السلام کی قربانی، ہر زمان و مکان میں آزادگانِ عالم کے لئے "نغمۂ احرار" آزادی کا ترانہ بن گئی اور تاریخ نے نہ صرف آپ کی پیشانی پر بلکہ پورے ہاشمی گھرانہ کی پیشانی پر فخر و شرف اور عزت و بزرگواری کا طول تاریخ میں نغمہ رقم کر دیا گیا ہے۔

۲۔ شرافت و نورانیت کے ستونوں میں سے ایک شخصیت حضرت مسلم بن عقیلؑ کی ہے آپ دنیائے اسلام کی نمایاں شخصیتوں میں سے ایک ہیں حضرت مسلم بن عقیلؑ اپنی حیات طیبہ کو اللہ عزوجل کے لئے اور امتِ اسلامیہ کو ظلم و ستم اور سرکشی کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے قربان کردی۔ آزاد منشی کے میدانوں میں جہاد و قربانی کے علاوہ آپ علم و دانش، ایمان و افکار اور اصالت تفکر ایسی بھرپور قوتوں سے سرشار تھے کہ جس نے آپ کو معظم سرداروں کی نمایاں شخصیتوں کے درمیان لا کھڑا کردیا آپ سبط رسول خدا سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے بے پناہ ربط و ضبط رکھنے والے بن گئے اور حضرت امام حسینؑ بھی آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے اور خاص الفت رکھتے تھے کیونکہ امام حسین علیہ السلام نے آپ کی ذات والا صفات کے اندر انسانیت کے جملہ مظاہر و اوصاف کو ملاحظہ فرمایا تھا، علم و دانش، عقل و خرد کی فراوانی، نفس کی پاکیزگی اور پاک دامنی جیسے جملہ صفاتِ حمیدہ کے باعث امام حسینؑ اور اپنے تمام بھائیوں کے فرزند پر آپ کو مقدم رکھتے تھے اور آپ کی برتری کے قائل تھے۔

۳۔ حضرت مسلم بن عقیلؑ نے عہد بنی امیہ میں اہل بیت طاہرینؑ اور خاندان بنی ہاشم کے اوپر پڑنے والے بڑے بڑے حادثات اور بحرانوں کو اپنی نگاہوں سے ملاحظہ کیا تھا بلکہ خود اس کا شکار رہے تھے۔ اموی سیاست یہ تھی کہ اہل بیتِ طاہرینؑ کی ایک ایک فرد کا خاتمہ کردے اور ان کے چاہنے والوں اور شیعوں کا صفایا ہو جائے بنی امیہ نے اپنی پوری مشینری اور سیاسی و مالی طاقت، آل محمدؐ اور ان کے چاہنے والوں کو کچلنے کے لئے ان کے خلاف عوامی فضا قائم کرنے کے لئے اور ان کو سرے سے ختم کرنے کے لئے صرف کردی تھی اور عوام الناس کو یہ باور کرانے میں

لگ گئے تھے کہ اہل بیت محمدؑ کو اسلامی عقیدہ میں کوئی حیثیت حاصل نہیں ہے وہ نہ تو رسول خداؐ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور نہ ولی بلکہ رسول خداؐ کا ولی بس اللہ ہے اور مومنین و صالحین ہیں۔

اہل بیت طاہرینؑ جو کہ اسلام کے مرکز وحی و الہام اور حکمت و دانش کا سرچشمہ ہیں کے اوپر دبیز پردے ڈالنا سیاستِ اموی کا شیوہ رہا اور ان کو عمومی حیات اور عامۃ الناس سے دور کرنا بھی بنی امیہ کا مشغلہ بن گیا تھا وہ لوگ دیگر اموی لوگوں اور صحابہ کے لئے طرح طرح کے افتخارات اور بزرگیاں تراش رہے تھے جنہیں واقعیت میں کوئی نصیب اور جن کا اسلام میں نہیں کے برابر کردار تھا۔ بنی امیہ نے اس مقصد کے حصول کی خاطر احادیث جعل کرنے کی مشینری تیز کر دی اور زبان نبی کریمؐ سے جعل احادیث کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کثرت سے من گھڑت باتیں رسول خداؐ کی احادیث کے عنوان سے جعل ہونے لگیں اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ جعلی روایات صحاح و مسانید اور سنن کا حصہ بن گئیں جبکہ اگر صاحبان تصانیف و تالیف کو اگر اس جعل سازی کا واقعی طور سے علم ہوتا تو شاید وہ ان جعلیات سے اعراض و گریز کرتے اور انھیں اپنی تالیفات میں جگہ نہ دیتے۔

بہر حال اموی سلطنت و اقتدار کے زمانہ میں اہل بیت طاہرینؑ نے بڑی بڑی مصیبتیں اور بحرانوں کا سامنا کیا ہے جن کے سلسلہ میں اس کتاب کی آئندہ بحثوں میں گفتگو آئے گی۔

۴۔ صلح کے سال، معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے غیر شرعی بھائی زیاد بن ابیہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا اور اسے اس وسیع و عریض علاقہ کی گورنری سونپ دی اس نے اہل بیت طاہرینؑ کے بیدار شیعوں کا پیچھا کرنا شروع کر دیا اور ان پر سخت سے سخت مصائب و آلام ڈھائے کچھ شیعوں

کی آنکھوں میں میخیں گڑوادیں تو کچھ کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور انھیں تمام قدرتی حقوق سے بھی محروم کر دیا اور قضاعی محکموں میں گواہی وغیرہ کا اختیار تو سلب کر لیا ہی تھا۔

خدا کی کتاب اور رسول خداؐ کی سنت و سیرت کے خلاف معاویہ کی سیاست سیلاب کی طرح رواں دواں تھی اس نے جاہلیت کے چہرے سے نقاب الٹ دی تھی اور وہ اسلام و مسلمین کو نقصان پہچانے اور تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا۔

اب کوفیوں کو اپنی کوتاہیوں کا احساس ہوا اور اس مکر و فریب اور دھوکہ دہی کو یاد کرنے لگے جو ان لوگوں نے امام حسن مجتبیٰؑ کے ساتھ روا رکھے تھے اور پھر عہد معاویہ میں اس کی طرح سے جو ظلم و ستم اور شکنجہ دیکھ رہے تھے اس کے بعد تو انھیں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے عدل و انصاف سے پر اور رفاہ و آسائش سے مالامال حکومت کی یاد ستانے لگی اور حسرت و یاس کے علاوہ اب ان کے پاس کوئی چارہ بھی نہ تھا اس وقت امام کی حکومت کا مرکز شہر کوفہ تھا اور اب کوفہ دیگر اسلامی شہروں کی طرح ایک عام شہر میں تبدیل ہو چکا تھالہذا اہل کوفہ نے اپنے نصیب کی بدبختی کا رونا شروع کر دیا اور بڑی صبر آزما تکلیفوں کو جھیلتے ہوئے معاویہ علیہ الھاویہ کی ھلاکت کے لئے دن گننے لگے تاکہ دوبارہ اہلبیت طاہرینؑ کی حکومت کو اپنے شہر میں واپس لا سکیں اور ان کی کھوئی ہوئی عظمت و بزرگی واپس پلٹ آئے۔

۵۔ معاویہ نے اپنے کرتوت کا خاتمہ روح وہدایتِ اسلام سے خالی بلکہ ضد اسلام سیرت اپنا کر لیا وہ یہ کہ اس نے اپنے بے وقوف اور عیاش بیٹے یزید کو زمام خلافت سونپ دی جو کہ روئے زمین پر اللہ کا سایہ کی حیثیت رکھتی ہے جبکہ اسے پتہ تھا کہ یزید کے اندر کسی قسم کی اسلام پسند

صفت نہیں پائی جاتی ہے وہ تو بس بندروں سے کھیلنے ،خوبصورت لونڈیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور نشہ و شراب و شباب میں مست رہتا تھا معاویہ نے یزید پلید کو جانشین بنا کر ہمیشہ کے لئے اسلام و مسلمین کو بہت بڑے عذاب اور فتنہ و فساد کی آگ میں جھونک دیا ہے۔

معاویہ کو اپنے عیاش بیٹے یزید کو مسلمانوں کی زمام سونپ کر شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اشراف، رؤس قبائل اور دیندار لوگوں نے اس کی کڑی نکتہ چینی کی جن میں سر فہرست جناب رسول خداؐ کے پھول حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں لیکن معاویہ نے ان ساری مخالفتوں کو نظر انداز کیا اور اپنی سوچ پر ڈٹا رہا اور اس طرح اس نے خلافت کو اس کے اسلامی رنگ سے نکال کر بھیانک خواب میں ڈھکیل دیا کہ جس کے اندر کسی قسم کی نورانیت کا شائبہ نہیں رہا۔

۶۔ جب معاویہ ہلاک ہوا اور اس نے اپنے پرور دگار سے اس حال میں ملاقات کی کہ اسے عذاب الٰہی پر ذرہ برابر ایمان و اطمینان نہیں تھا اس کا پلید بیٹا یزید تخت خلافت پر براجمان ہو گیا جسے نہ تو جوانی کے ایام تک نے مہذب بنایا تھا اور نہ ہی اسے تجربات نے صیقل دی تھی بلکہ وہ فسق و فجور اور شراب و شباب کی نت نئی لذتوں میں سیر و سیراب ہو رہا تھا اس وقت حزب اختلاف کی صورت میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے مخالفت کا پرچم لہرایا اور مدینہ کے دار الامارہ میں جا کر رسمی طور پر مخالفت اور بیعت سے انکار کا اعلان کر دیا اور اس کے بعد مکہ مکرمہ سفر کر گئے اور حکومتِ یزید کی مخالفت کا لوگوں کے درمیان ڈنکا پیٹ دیا ساتھ ہی معاویہ کے کرتوت اور بدکرداری کا تذکرہ اور اس کے ہاتھوں مسلمانوں کے درمیان پھیلائی گئی بدعتوں کا ذکر عام کر دیا اور آپ نے فرمایا کہ یزید پلید کی حکومت اسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے جس کے نتیجہ میں رائے عامہ میں ہلچل مچ گئی اور مسلمانوں کی اکثریت نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی۔

۷۔ اہل کوفہ، معاویہ کی ہلاکت کی خبر سن کر بہت مسرور و خوش حال ہوئے اور اپنی بزموں میں انھوں نے معاویہ کی جانب سے ہوئے ظلم و استبداد اور اس کی کرتوت کا کھل کر تذکرہ شروع کر دیا اور بیعت یزید پلید سے انکار کر دیا اور علانیہ طور پر اس کے اوپر سب و شتم کرنے لگے اور اس کی غیر شرعی حکومت کا تذکرہ اپنی بزموں میں کرنے لگے اسی طرح خاندان نبوت و طہارت کے تئیں ان کی عزت و احترام اور تعظیم و اکرام میں اضافہ ہو گیا کہ جن کی سیاست سر اسر حق پر اور عدل و انصاف پر مبنی تھی اور اس امن و سکون اور عدالت و مساوات کا چرچا کرنے لگے جو انہوں نے پوری دنیائے اسلام میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے دور میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔

اہل کوفہ نے اپنے تمام طبقات و قبائل کے ساتھ عالم اسلام کے تہذیبی و فکری انقلاب کے سربراہ، سردار مسلمین حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف خطوط روانہ کئے تا کہ وہ تشریف لاکر ان کے شہروں میں قرآن کی حکومت قائم کریں ان لوگوں نے لکھا کہ ہم نے یزید پلید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور امامؑ کو دعوت دی کہ آپ یزید کو تخت سلطنت سے گرا دیجئے۔

کوفیوں نے پے در پے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط راونہ کئے اور اپنے شہر آنے کی امام کو دعوت دی اور با اصرار تشکیل حکومت کے کوفہ بلانے لگے بعض خطوط میں یہاں تک تحریر تھا کہ اگر آپ تشریف نہیں لاتے اور امت و اہل کوفہ کی دعوت اور ان کے اصرار کے باوجود حکومت تشکیل نہیں دیتے تو خداوند متعال کی بارگاہ میں اور ساری امت مسلمہ کے سامنے جوابدہ ہوں گے ہم اس کتاب میں بعض خطوط پر تبصرہ کریں گے انشاء اللہ۔

۸۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں وفد پر وفد آنے لگے اور ہزاروں اہل کوفہ کے خطوط آپ کو دستیاب ہوئے اب امام حسین علیہ السلام کے پاس ان کی آواز پر لبیک کہنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں تھا لہذا امام حسین علیہ السلام نے اپنے گھرانہ کی سربرآورہ شخصیت حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو ان کے پاس اپنا ایلچی بنا کر بھیجا کہ جن کے اندر ایک معتبر ، مفید اور براول ذات کے تمام صفات پائے جاتے تھے اور جو بہت بھاری ذمہ داری کو بخوبی نبھاسکنے کے بھرپور لائق تھے ایسی مسئولیت و ذمہ داری کہ سیاسی مسائل میں گنجلک ترین مسئلہ سمجھی جاتی ہے خاص طور سے اس لئے بھی کہ حضرت مسلمؑ ایسے شہر کی طرف روانہ ہو رہے تھے کہ جس پر اموی حکومت کا پورا پورا کنٹرول ہے اور اس شہر کے اندر اموی سلطنت کے نمک خوار اور زرخرید مزدور اور نہایت اہم کارندوں کا بول بالا ہے۔

بہر حال حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے بہترین انداز سے اپنی ذمہ داری نبھائی اور ایک خط کے ذریعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو آگاہ فرمایا کہ کوفہ کی اکثریت نے بڑی تیزی کے ساتھ دعوت پر لبیک کہا ہے اور ۲۰ ہزار سے زائد جنگجوؤں نے بیعت کی ہے لیکن بڑی تیزی کے ساتھ وہ پلٹ بھی گئے اور ان کے اوپر خوف و ہراس پھیلانے والے ذی اثر لوگوں کی دہشت طاری ہو گئی یہاں تک کہ ان میں سے کتنے لوگ اثناء نماز میں مارے خوف و ہراس کے بھاگ لئے اور اپنے گھروں کا دروازہ بند کر لیا کہ کہیں حکومتِ وقت کو ان کی حمایت مسلمؑ کا علم نہ ہو جائے اور وہ گرفتار نہ کر لئے جائیں اور پھر ظلم و تشدد اور شکنجہ و بربریت کا شکار نہ بنائے جائیں۔

۹۔ ہم ان خوفناک واقعات کی چھان بین کریں تو پتہ چلتا ہے کہ ان واقعات کے اسباب و علل دو ہو سکتے ہیں:

اوّل: اس شہر کے لوگوں کا مزاج، اس شہر کی اکثریت کے اخلاق و کردار میں نمایاں صفت مکر و فریب، خیانت اور پس و پیش کرنا رہا ہے یہاں تک کہ ضرب المثل مشہور ہوگئی کہ " **فلان اغدر من کوفی** "کہ "فلان" کوفی سے بھی زیادہ غدار ہے " یا یہ مثل کہ " **کوفی لا یوفی** "کوفہ کا باشندہ کبھی وفا نہیں کرتا ہے۔

دوم: اس نہایت پسپائی و ہزیمت کا سرچشمہ حاکم کوفہ زیاد بن ابیہ کے دور اقتدار کی بربریت اور قساوت قلبی ہے کیونکہ اس ملعون وحشی نے اس شہر پر ظلم و ستم اور تشدّد کے پہاڑ توڑے تھے اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی ایسا خونخوار و جلاد حاکم نہ تو کوفیوں نے اور نہ ہی مشرقی عرب قلمرو کے کسی شہر نے دیکھا تھا زیاد بن ابیہ، لوگوں کو معمولی تہمت والزام پر قتل کر دیا کرتا تھا آنکھوں میں میخیں گڑوادیتا تھا، زبانوں کو کٹوادیتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں خوف و دہشت اس قدر بیٹھا دیا تھا کہ جب اس کا بیٹا عبد اللہ بن زیاد کوفہ کا گورنر بن گیا کہ اپنے سرکش باپ زیاد سے قساوت قلبی اور بے دار گری میں اور انسانی اقدار و عرف سے پرے ہونے میں کم نہیں تھا اس لئے اہل کوفہ کو شدید خوف وہراس طاری ہوگیا(اس سلسلہ میں مزید گفتگو اسی کتاب میں آگے کی جائے گی)۔

۱۰۔ یہ بات قارئین محترم کے سامنے ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کی آخری فصل ہماری کتاب حیاتِ امام حسین علیہ السلام کی دوسری جلد سے اقتباس ہے بلکہ اگر یہ کہہ دوں کہ بغیر کسی کمی و بیشی کے نص عبارت سے یہاں نقل کر دی ہے تو یہ زیادہ صحیح کہلائے گا اور ہاں میں نے وہاں پر حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت اور ان کے ہاتھوں پر اہل کوفہ کی امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت اور پھر بیعت توڑ دینے کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کس

طرح دہشت گرد و مجرم عبد اللہ بن زیاد کے حاکم کوفہ بنتے ہی حالات دگرگوں ہو گئے اور اس نے کوفہ کے سماج اور لوگوں کے درمیان قہر و خون کی فضا قائم کر دی، انقلاب کی نمایاں شخصیات میں سے کئی ایک کو پھانسی دیدی اور اہل کوفہ کی بھاری تعداد کو قید خانوں میں ٹھونس دیا اور اس جیسے دیگر بڑے حادثات کہ جنہیں حضرت مسلم بن عقیلؑ نے درجۂ شہادت پر فائز ہونے تک جھیلے ہیں کو بیان کیا ہے اور اس پر مزید گفتگو کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔

۱۱۔ اس کتاب کے مطالب کی تحقیقات و تدوین کے دوران ماہ مبارک رمضان کے روزوں میں ایک دن مجھے شدید بیماری کا سامنا کرنا پڑا جس کے باعث میں کافی حد تک پریشان ہوا ایک روز میں نے شہید جاوید حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے حرم مطہر کی زیارت کا قصد کیا جو ہمارے یہاں "باب الحوائج" کے عنوان سے معروف ہیں اور میں نے وہاں نذر مانی کہ اگر اللہ عزوجل نے مجھے اس بیماری سے شفاء عطا کر دی تو میں شہید جاوید حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی سیرت پر کتاب تالیف کروں گا اور الحمد للہ رب العالمین کہ میں عرب دنیا کے مشہور ڈاکٹر اور طبی سماج ستون جناب کلی فیاض کے ہاتھوں فی الفور شفایاب ہو گیا میں ان کا بھی بہت شکر گذار ہوں اور پھر میں اس کتاب کی تالیف پر جٹ گیا اور قربۃ الی اللہ تعالیٰ اپنی نذر کو پورا کرنے کے لئے بنی ہاشم کے شیر جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی حیات پر اس کتاب کی تالیف شروع کر دی۔ اللہ ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔

باقر شریف قرشی

مکتبۂ امام حسن علیہ السلام نجف اشرف عراق

تابناک حسب ونسب

اس میں کوئی شک و شبھہ کی گنجائش نہیں ہے کہ میدان تربیت میں اور انسان کی شخصیت کی تکوین اور اس کے وجود کے اندر عادات و آداب پیدا ہونے میں خاندان کا بڑا مثبت اور فعال کردار ہے۔ اور خاندانی صفات اور عادات واطوار کی چھاپ انسان کے وجود اور ان کے نفس و کردار پر ضرور پڑتی ہے اور پھر ان کا زندگی بھر کا ساتھ ہو جاتا ہے، وراثت و تربیت کے حوالے سے بحث کرنے والے محققین و علماء نے اس مسئلہ میں کافی تحقیقات پیش کی ہیں۔

ماہرین نفسیات و وراثت کی بحثوں کی روشنی میں ہم اب شہید جاوید حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی حیات کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ انھوں نے اپنے آباء واجداد اور پاکیزہ خاندان سے ورثہ میں کیا کیا حاصل کیا ہے ظاہر ہے کہ خاندان بنی ہاشم شرف و کرامت کا ستون رہا ہے جس کی راہ حق میں قربانی، انانیت وخودی سے بیزاری، خوشنودئ خالق کی طلبگاری، کمزوروں کی مدد، پردیسیوں کی حمایت، فریادرسوں کی فریادرسی وغیرہ جیسے بلند ورفیع صفات و عمدہ اقدار رہی ہیں بہر حال ہم بطور خلاصہ مکہ مکرمہ کے اندر سکونت اختیار کرنے والے قبیلوں میں سے اس عظیم قبیلہ کے بعض اوصاف واقدار کو بیان کرنے جارہے ہیں۔

مکرم خاندان کے اقدار واوصاف

ہاشمی خاندان، اپنی ابتدائے تاریخ سے ہی بے پناہ فضائل وخوبیوں اور پسندیدہ صفات کے ذریعہ مکہ کے دوسرے قبائل سے بڑا امتیاز و نمایاں تھا اور دیگر قبائل کے اندر بہت سے برے صفات جیسے انانیت، تکبر، قساوت قلبی، حسد، بچیوں کو زندہ دفن کر دینا، طرح طرح کے بتوں کی

پوجا کرنا حکم فرماتھے، مکہ مکرمہ کے اندر ہاشمی خاندان کے سواء کہ جو اپنی شرافت و نجابت، شہامت و شجاعت، فضل و کرم، عقل و خرد سے مشہور تھا کسی اور قبیلہ میں یہ ساری خوبیاں نہیں پائی جاتی تھیں ذیل میں چند خوبیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

خدائے سبحان پر ایمان

مکہ مکرمہ کے قبائل کے درمیان طرح طرح کے بتوں کی پوجا مشہور تھی ہر قبیلہ کا خدا کے علاوہ ایک الگ بت ہوتا تھا جس کی وہ پرستش کیا کرتا تھا اور کعبہ کی دیواروں کے اوپر ۳۶۰ بت لٹکے ہوئے تھے لیکن ہاشمی خاندان کا کوئی بھی بت نہیں تھا اور کسی بت کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی پرستش کرتے تھے اور وہ خدا کا کسی چیز کو شریک نہیں قرار دیتے تھے بلکہ شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:" خدا کی قسم! نہ تو میرے باپ ابو طالب نے نہ میرے جد عبد المطلب نے نہ عبد مناف اور نہ ہی ہاشم نے کبھی کسی بت کی پوجا کی ہے بلکہ وہ سب کے سب اللہ کی عبادت کرتے تھے اور دین ابراہیم خلیلؑ سے متمسک رہتے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف نمازیں (عبادتیں) پڑھا کرتے تھے۔

ہاشمی قبیلہ کی یہ خصوصیت، انکے فکری بلوغ کا پتہ دیتی ہے اور یہ آشکار کرتی ہے کہ وہ لوگ اپنی قوم کے بڑے اخلاق و اطوار اور طرح طرح کے بتوں کی پرستش کے خلاف تھے بلکہ ان کا مسخرہ اڑایا کرتے تھے ہاشمیوں نے اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیم خلیلؑ کی شریعت کو گلے لگا رکھا تھا جنہوں نے کھل کر بتوں کے خلاف جنگ و جہاد اور خدا پر ایمان کا پرچم لہرا رکھا تھا۔

مہمان نوازی واطعام

ہاشمی خاندان کے بلند صفات و کمالات میں سے ایک ان کی سخاوت اور جود و عطا ہے ان کے نمایاں اوصاف میں فقراء و غرباء کو کھانا کھلانا، دل کھول کر ان پر بخشش کرنا ہے اس خاندان کے سربراہ جناب ہاشم اس شرف و کرم سے سرفراز تھے وہ اپنی قوم والوں کو روٹیاں توڑ توڑ کر سالن میں بھگا بھگا کر عمدہ غذا " ثرید " فراہم کرتے تھے اسی سخاوت اور ثرید کے لئے روٹیاں "ہشم" کرنے (ہاشم یعنی توڑنے والا) کے باعث آپ کو ہاشم کے لقب سے یاد کیا جانے لگا آپ کے سلسلہ میں شاعر یوں کہتا ہے :" سربلند عمرو (ہاشم کا اصلی نام) نے اپنے قوم والوں کو اس وقت "ثرید" کے روٹیاں توڑ توڑ کر کھلائیں جبکہ وہ اور مکہ کے سبھی لوگ قحط سالی اور بھکمری کا شکار تھے"۔

اس شرافت و کرامت کے ورثہ دار آپ کے اکثر پوتے اور پر پوتے ہوئے جن میں نمایاں شخصیت ، سبط رسول خداؐ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سردار جوانان جنت ہیں ، مورخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام مجتبیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ سخی و دریا دل انسان تھے یہاں تک کہ آپ کو " کریم اہل بیتؑ" سے خطاب ولقب سے یاد کیا جانے لگا حالانکہ تمام بنی ہاشم کم و بیش سخی و جواد تھے لیکن جو شخص کثرت عطاو بخشش میں امام مجتبیٰ علیہ السلام کی برابر کر سکا ہے وہ بس آپ کے بھائی، سرور آزاد گان، سردار جوانانِ جنت حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں آپ دنیائے اسلام میں سخاوت و بخشش کے سربلند نمونے اور مثالیں قائم کرنے والے تھے اور ان دونوں سبط رسول خداؐ کے ساتھ اگر کوئی کافی حد تک شریک کار ہو سکتا ہے تو وہ دونوں

اماموں کے چچیرے بھائی جناب عبد اللہ بن جعفر ہیں، جناب عبد اللہ بن جعفر کا نام نامی عرب دنیا کی سخی ترین شخصیتوں میں نورانی و تابندہ شخصیت کے عنوان سے پہچانی جاتی ہے۔

جی ہاں، خاندان ہاشم اپنی اصلی و فرعی، تنہ اور ڈالیوں کے اعتبار سے سخاوت و بخشش، دریا دلی و کثرت نیکی واحسان میں اپنی مثال آپ تھا یہاں تک کہ کرم و بخشش اس خاندان کے ذاتیات اور صفات کے عناصر میں شمار کیا جانے لگا۔

حجاج کرام کے لئے سبیل کا اہتمام

بنی ہاشم کے مکارم و خوشبو دار اعمال و شاہکاروں میں سے ایک بیت اللہ الحرام کے زائروں اور حج بیت اللہ کرنے والے حاجیوں کے لئے پانی کی سبیل فراہم کرنا ہے اور اس کام کے لئے بڑی سخاوت کے ساتھ پانی فراہم کرنا ہے کیونکہ ان دنوں وہاں کے علاقہ میں پانی نادر الوجود شئ بن گئی تھی اور جس عظیم شخصیت نے سب سے پہلے اس عظیم الشان عمل کو انجام دیا ہے وہ خاندان بنی ہاشم کے سربراہ و رئیس جناب ہاشم ہیں آپ نے بیت اللہ کی طرف آئے ہوئے حاجیوں کی بھیڑ کو دیکھ کر اپنی قوم "قریش" کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور بولے:

"اے قوم قریش! آپ لوگ خدا کے پڑوسی ہو اس کے گھر والے کہلاتے ہو تمہارے پاس اس موسم میں اللہ کے زائرین آتے ہیں اس کے گھر کا حج کرنے والوں کی بھیڑ اکٹھا ہوتی ہے وہ سب اللہ کے مہمان ہیں اور مہمان لوگ کرامت و بخشش کے سزاوار ہیں لہذا تم سب کو چاہیئے کہ وہ جتنے دن یہاں قیام پذیر ہوتے ہیں ان کے لئے کھانا پانی فراہم کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ"۔

شرافت و نجابت اور شجاعت و شہامت سے بھرپور یہ دعوت رنگ لائی قریشیوں نے حاجیوں کے لئے کھانا پانی کا اہتمام کرنا شروع کر دیا اور وہ ان کو ہر جہت سے خدمات پیش کرنے لگے۔

حلف الفضول میں شرکت

مکہ مکرمہ کے اندر ظہور پذیر ہونے والے سماجی واقعات میں ایک "حلف الفضول" نامی معاہدہ ہے جس کے نمایاں بند میں سے ایک مظلوم کی مدد، غریبوں کے حق کا دفاع تھا ظاہر کہ معاملہ کا یہ بند ہاشمیوں کے مزاج کے مطابق تھالہذا وہ سب بھی اس معامعلہ سے ملحق ہو گئے اور اس کے اہم مددگار اور فعال عناصر میں سے بن گئے جناب رسول خداؐ نے بنفس نفیس اس پیمان کو مشاہدہ کیا تھا اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے "عبد اللہ بن جذعان کے گھر میں " حلف الفضول" معاہدہ کو میں نے مشاہدہ کیا تھا یہ معاہدہ اتنا پیارا تھا کہ اگر میرے پاس ڈھیر سارے سرخ رنگ کے اونٹ ہوتے تو میں اس معاہدہ کو ان کے اوپر فوقیت دیتا اور اسلام میں بھی اگر اس طرح کے معاہدہ کی مجھے دعوت دی جائے تو بخوشی قبول کرلوں گا"۔

چونکہ یہ معاملہ مردانگی، مددگاری، شہامت اور شرافت کا آئینہ دار تھا اس لئے بنی ہاشم اس سے ملحق ہو گئے بلکہ وہ اس معاملہ کے نمایاں اور پیش رہنے والوں میں سے تھے۔

یہ تھے وہ بعض اوصاف و کمالات جو اس محترم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی آغوش میں شرافت اور لوگوں کے لئے مفید واقع ہونے والے اقدار پروان چڑھے ہیں۔

حضرت مسلمؑ کے آباء واجداد

حضرت مسلم علیہ السلام کے پدر بزرگوار کی طرف سے آپ کے اجداد کرام، عرب کے قابل فخر و مباہات اشخاص تھے اور وہی لوگ شرف و شرافت کے ستون شمار کئے جاتے تھے ہم اجداد مسلم علیہ السلام میں سے بعض کی تابندہ شخصیات کا جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ حضرت ہاشم علیہ السلام

حضرت ہاشم علیہ السلام مکہ کے اشراف اور بزرگ ہستیوں میں سے تھے اور جود و سخاوت میں آپ کی مثال دی جاتی تھی آپ ہی مکہ، منیٰ اور عرفات کے میدان میں حاجیوں کے لئے طعام کا اہتمام فرماتے تھے حضرت ہاشمؑ نے ہی قریشیوں کو سال میں دوبار سفر تجارت کرنے کی ترغیب دلائی اور ایک سفر یمن کی طرف تو دوسرا سفر شام کی طرف کرنا رائج کیا اس سلسلہ میں شاعر کہتا ہے:

"قریش والوں میں دو تجارتی سفر رائج کئے گئے ایک جاڑے کے موسم میں تو دوسرا گرمی کے موسم میں قائم ہوا"۔

۲۔ حضرت عبد المطلب علیہ السلام

خاندان ہاشم کی ایک اور جلیل القدر، قابل فخر و مباہات اور سید و سردار شخصیت جناب عبد المطلب کی ہے جناب عبد المطلب اپنی جوانی کے ایام میں قریش کے شریف ترین جوانوں میں سے ایک تھے اور بڑھاپے میں اپنے دور کے جلیل القدر، باوقار و پرہیبت شخصیات میں سے تھے

یہاں تک کہ آپ کو "شبیۃ الحمد" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور اس لقب کی وجہ کثرت سے لوگوں کا آپ کی مدح وثناء اور تعریف کرنا ہے۔

عبد المطلب نے اپنے چچا کی وفات کے بعد خانۂ خدا کے حاجیوں کے قیام و طعام اور پانی کے انتظامات کا بیڑا اٹھایا اور آپ نے حجاج کرام کے لئے پانی کی سبیل فراہم کرنے میں بڑی زحمتیں اٹھائیں آپ کی روش یہ تھی کہ چمڑے کے چھوٹے چھوٹے حوض میں بارش وغیرہ کے پانی جمع کرتے تھے اور اسے حجاج کرام کی خدمت میں پیش کرتے تھے عبد المطلب علیہ السلام نے ہی چاہ زمزم کے گم ہو جانے اور قریشیوں کے نزدیک اس کی مجہولیت کے بعد اسے دوبارہ کھدوایا اور اس سے قریشیوں کو سیر اب کیا اور اپنے فرزند ابو طالب علیہ السلام کو حضرت رسول خداؐ کی حفاظت وحمایت کی ذمہ داری سونپی اور انھوں نے جناب رسول خداؐ کی ذات میں یہ اندازہ کر لیا تھا کہ اس بچے کو ایک عظیم الشان منصب حاصل ہونا ہے آپ ہی مصلح اعظم ہیں جن کا ذکر طول تاریخ میں جاوداں ہو جائے گا اور ہمیشہ قدر و عظمت کے ساتھ آپ کو یاد کیا جاتا رہے گا اس لئے آپ نے سنہرے وصیت نامے میں حضرت ابو طالبؑ سے فرماتے ہیں:

"اے ابو طالب! دیکھو اس یکہ و تنہا فرزند کی حفاظت کرنا کہ جس نے اپنے باپ کی خوشبو بھی نہیں سونگھی ہے اور نہ ہی ماں کی شفقت و مہربانیوں سے سرشار ہوا ہے۔

دیکھو اسے اپنے لئے ایسے ہی قرار دینا جس طرح تم اپنے جسم میں جگر کو دیتے ہو کہ میں نے اپنے تمام فرزندوں کو چھوڑ کر تمہیں چنا ہے اور اس فرزند کی حفاظت وحمایت کے لئے تمہیں خصوصیت دی ہے لہذا اس کی جان و مال اور قدرت و طاقت کے ذریعہ حمایت کرنا اور اس کی

نصرت کرنا کہ عنقریب اللہ عزوجل اس فرزند کو سید و سرداری عطا کرے گا اور اسے ایسی سلطنت عطا کرے گا کہ جیسی میرے آباءواجداد میں کسی نے ایسی سلطنت نہیں پائی ہے"۔

اس کے بعد آپ ابو طالبؑ کی طرف دوبارہ سے متوجہ ہو کر گویا ہوئے:

"کیا تم میری وصیت قبول کرتے ہو؟

ابو طالبؑ: ہاں میں نے آپ کی وصیت قبول کی اور اس کے اوپر اللہ شاہد و ناظر ہے"۔

عبد المطلب کو بہت سکون حاصل ہوا اور آپ کا سارا ہم و غم دور ہو گیا لہذا ابو طالبؑ کو مخاطب ہو کر بولے: "اب میرے لئے مرنا بڑا آسان ہو گیا ہے اور یہ کہہ کر جناب ابو طالبؑ کا بوسہ لینا شروع کر دیا اور ان سے فرماتے جاتے تھے: میں نے تم سے زیادہ خوشبودار اور خوبصورت انسان نہیں دیکھا ہے۔

اس کے بعد عبد المطلب علیہ السلام نے آخری سانس لی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی آپ کی وفات حسرت آیات سے قبیلہ قریش میں غم و اندوہ کی گھٹا چھا گئی مطرود بن کعب نے اس اشعار کے ذریعہ عبد المطلب کا مرثیہ کہا ہے:

" اے اپنی سواری کے رخ کو موڑ کر کسی اور طرف کوچ کر جانے والے مسافر انسان! تو آل عبد مناف کے یہاں مہمان کیوں نہیں بن گیا، اے مسافر! تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اگر تو ان کی چوکھٹ پر اترتا تو وہ تجھے سیر بھی کرتے اور تیرے اہل و عیال کے لئے مال و دولت دے دیتے، بنی عبد مناف کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے کسی بھی دور دراز کے انسان سے عہد و پیمان کیا ہو

تو اسے ضرور پورا کرتے ہیں یہ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے انس و الفت والے تجارتی سفر کا آغاز کیا ہے یہی لوگ تو وہ دریا دل انسان ہیں جو بادِ مخالف کی روانی اور قحط سالی میں بھوکوں کو سیر کرنے والے ہیں، مکہ شہر کے مرد اور بزرگ ہستیاں یہی تو ہیں جو خشکی و بدحالی کے ایام میں لوگوں کا پیٹ بھرتے ہیں جب ان کے یہاں وفد پر وفد آنا شروع ہو جاتے ہیں تو ان کے اوپر فضل کرنے والے اور مہمانوں کو پکار پکار کر اپنے یہاں بلانے والے یہی لوگ تو ہیں یہ لوگ اپنے یہاں کے فقیروں کو ثروتمند کے ساتھ ایسا گھلا ملا لیتے ہیں کہ انکا فقیر بھی ثروتمند کی طرح بے نیاز بن جاتا ہے، قریش ہمیشہ سے سرداری کرتے رہے ہیں لیکن ان کے درمیان فرزندان عبد مناف کی پر خلوص قیادت اور سربر آوردگی کا کیا کہنا وہ سارے قریشیوں کے بھی سردار بن گئے ہیں"۔

ان اشعار میں خاندان بنی ہاشم کے کرم و بخشش، مہمان نوازی اور لا محدود سخاوت کا چرچا کیا گیا ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ جناب رسول خداؐ کی عمر مبارک اپنے دادا حضرت عبد المطلب کی رحلت حسرت آیات کے وقت ۸ برس کی تھی۔

۳۔ ابو طالب علیہ السلام

ہم سردار بطحاء، مومنِ قریش، غربت و ناداری کے ایام میں ناصر اسلام و مسلمین حضرت ابو طالب علیہ السلام کی خدمت میں نہایت ادب و احترام بجا لاتے ہیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو اسلام اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اور رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قریش کے بھیڑیا صفت، وحشی درندوں کے سامنے شان و شوکت کے ساتھ اسلام کا پیغام نہیں پہنچا سکتے تھے اسلام دعوت کی حمایت میں بھڑ جانے والی قوت و طاقت کا نام جناب ابو طالب ہے اس ہستی کا کس قدر

اسلام اور مسلمین پر احسان ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہم یہاں پر مختصر طور سے حضرت ابوطالب علیہ السلام کے پر عزم موقف، نبیؐ کی نصرت وحمایت میں آپ کے کچھ اقدام اور دعوتِ اسلام میں آپ کی قربانیوں کا جائزہ لیں گے، ملاحظہ ہو:

نبی کریمؐ کی نگہبانی

سردار بطحاء حضرت ابوطالب علیہ السلام کا دل جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی محبت سے سرشار تھا آپ کے وجود کی گہرائیوں میں ان کی محبت وشفقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کیونکہ آپ کو پتہ تھا کہ جناب رسول خداؐ کس قدر عظمت وبزرگی اور کمالات کے حامل ہیں اور آپ کا نام ایک دن دنیا کے چپہ چپہ اور روئے زمین کی تمام زبانوں میں پھیل جائے گا اس لئے حضرت ابوطالبؑ نے بچپنے سے ہی جناب رسول خداؐ کی نگہبانی ونگرانی شروع کردی تھی اور انہیں اپنے تمام بچوں کے اوپر شفقت ومحبت اور دیگر امور میں فوقیت دیتے تھے۔

کاہنوں نے آپ کے کان بھر رکھے تھے کہ آپ کا بھتیجا ایک دن پوری دنیا کو نور وبیداری سے بھر دے گا وہ عالمین کے پروردگار کی طرف سے رسول اور تمام نبیوں کا سردار ہوگا ان لوگوں نے جناب ابوطالبؑ کو ان کے بھتیجے کو یہودیوں کی طرف سے جن خطرات کا سامنا تھا بیان کردیا تھا وہ انہیں اغواء یا قتل کرسکتے ہیں جن دنوں آپ نے شام کا سفر تجارت اختیار کیا اور اپنے ہمراہ حضرت رسول خداؐ کو لیکر چلے تو اثناء راہ میں ایک راہب نے جناب ابوطالبؑ سے کہا: "میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنے بھتیجے کو لیکر جہاں سے تشریف لائیں ہیں وہاں واپس چلے جائیں چاہے اس راہ میں آپ کا سارا مال واسباب بھی لٹ جائے یا آپ کو سفر تجارت میں نقصان ہو

جائے اس لئے کہ میں آپ کے بھتیجے کے سلسلے میں اہل شرک والی اور یہودیوں کی چالبازیوں سے امنیت محسوس نہیں کرتا ہوں اس لئے کہ اگر انہیں علم ہو جائے جیسا کہ مجھے علم و معرفت ہو گئی تو ہو واپس نہیں لوٹیں گے مگر یہ کہ انہیں آزار و اذیت سے ہمکنار کر دیں گے بلکہ اپنی پوری قوت و طاقت سے ان کا خاتمہ کر دینا چاہیں گے"۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے مکہ واپسی طے کرلی اور اپنے بھتیجے کے تحفظ کی خاطر سفر تجارت کو جاری نہیں رکھا اور نہایت ہوشیاری و شدتِ احتیاط کے ساتھ آپ کی نگرانی کرنے لگے یہاں تک کہ ستر استراحت پر بھی جناب ابو طالبؑ انہیں اپنے ساتھ رکھتے تھے اور جیسا کہ تاریخ میں نقل ہوا ہے کہ رات کی تاریکی میں جناب ابو طالبؑ اپنے بھتیجے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے رہتے تھے اور رات رات بھر ان کی حفاظت میں جاگ جایا کرتے تھے تاکہ جناب رسول خداؐ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔

نبی کریمؐ کی نگرانی وحمایت

جس وقت جناب رسول خداؐ نے جہالت و نادانی، خرافات، بتوں کی عبادت وغیرہ جو جھ رہی انسانیت کو آزاد کرانے کے لئے پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی ھدف مند ،کردار ساز دعوت کا اعلان کیا تو قریشیوں کے اوسان خطا ہو گئے ان کو اپنی سربراہی کی چولیں ہلتی ہوئی نظر آئیں بلکہ ان کے رسوم ورواج اور عادات و جاہل خرافات کے اوپر ویران کن زلزلہ آگیا کیونکہ اس جدید دین نے ان کے سرکشوں اور غلاموں کے مابین مساوات و برابری کا اعلان کر دیا تھامارے غصہ کے ان کی آنکھیں پھول گئیں ان کی پیشانیوں پر بل آگئے اور انھوں نے ایک جٹ

ہو کر مخالفت شروع کر دی اور نور رسالت کو گل کرنے کے لئے دعوت اسلام کو دفن کرنے کے لئے بر سر پیکار ہو گئے لیکن سر دار بطحاء سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح رسول خداؐ کی حمایت میں کفار کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے اور پیغمبر خداؐ کو ان کے اقدار و مبادی کی نشر واشاعت اور لوگوں کے درمیان اس کی تبلیغ کے لئے حوصلہ و نشاط عطا کرتے رہے آپ نے نبی کریمؐ کی حمایت و حوصلہ افزائی کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ہیں:

"اپنے مشن کا کھل کر اعلان کیجئے آپ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا آپ بشارت دیجئے اور تبلیغ کیجئے اور اطمینان خاطر رکھئے آپ نے مجھے بھی دعوت دی ہے اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور امین رہے ہیں اور خوب اچھی طرح جانتا ہوں محمدؐ کا دین کائنات و خلائق کے درمیان سب سے پیارا اور بہترین دین ہے خدا کی قسم! یہ لوگ (کفار قریش) یک جٹ ہو کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ مجھے خاک قبر میں دفن کر دیا جائے"

یہ اشعار، جناب ابو طالب علیہ السلام کے اسلام کے اوپر گہرے ایمان اور نبی کریمؐ کی حمایت و نصرت میں عمیق اخلاق و عزم کا پتہ دیتے ہیں اور پیغمبر خداؐ کی مخالف طاقتیں آپ کا بال بانکا کرنے کے لئے چاہے جتنی طاقت صرف کر ڈالیں حضرت ابو طالبؑ کے ہوتے ہوئے پیغمبر خداؐ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہیں جناب ابو طالبؑ نے قریشیوں کو ان مصرعوں کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"رب کعبہ کی قسم! تم جھوٹ بول رہے ہو ہم ہر گز محمدؐ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں ہم ان کی جانب سے تیر و تلوار کا مقابلہ اور معرکہ کرنے سے باز نہیں آئیں گے ہم ان کے دفاع و نصرت

میں جان کی بازی لگاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے ارد گرد پچھاڑ دئے جائیں اور اپنے اہل و عیال سے بچھڑ جائیں"۔

ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑ سکتے اور انہیں دشمن طاقتوں کا شکار نہیں بننے دے سکتے بلکہ پوری طاقت کے ساتھ آپ کے پہلو میں دشمن طاقتوں سے مقابلہ اور پیغمبر خداؐ کا دفاع کرتے رہیں گے۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی نسبت ان کے بس میں جتنا اخلاص ممکن تھا وہ عملی طور پر کر کے دکھلایا خلوص محبت کی جیتی جاگتی ایک مثال آپ کا معروف و مشہور یہ بیت ہے:

" اس گورے چٹے جوان مرد کا کیا کہنا کہ جس کے خوبصورت چہرے کی بدولت بارش نازل کرائی جاتی ہے جو یتیموں کا پناہ گاہ اور رونڈوں کا محافظ ہے"۔

ان مصرعوں نے حضرت رسول خداؐ کے قلب و جگر میں بہت اثر کیا روات کا بیان ہے کہ اہل مدینہ کو قحط سالی کا شکار ہونا پڑا انھوں نے رسول خداؐ کی خدمت میں شکوہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ قبر پر تشریف لے گئے اور بارش کے لئے دعا کی ابھی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ اس قدر بارش ہوئی کہ اہل مدینہ گھبرا رہے اور پھر رسول خداؐ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ بارش کو اب روک دے پیغمبر خداؐ نے دعا کی کہ " پالنے والے ہمارے اطراف میں بارش ہو اور اب ہمارے اوپر بارش نہ ہو" پیغمبر کا یہ کہنا تھا کہ مدینہ کا مطلع صف ہو گیا

اور فضاء مدینہ سے بادل چھنٹ گئے اور مدینہ کے اطراف و قریوں اور وادیوں میں بارش ہونے لگی اس موقع پر جناب رسول خداؐ نے جناب ابو طالبؑ کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

" آج اگر ابو طالب علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بڑی خوشی حاصل ہوتی"۔

حضرت امام علی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور اس طرح عرض کرنے لگے کہ " شاید آپ نے جناب ابو طالبؑ کے اس قول کو یاد فرمایا ہے """اس گورے چٹے جوان کا کیا کہنا کہ جس کے خوبصورت چہرہ کے بدولت بارش طلب کی جاتی ہے اور جو یتیموں کی پناہ گاہ اور رانڈوں کا محافظ ہے"۔

جناب ابو طالب علیہ السلام کے جناب رسول خداؐ کے ٦ تئیں نہایت خلوص کے سلسلہ میں راویان حدیث و تاریخ ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قریشوں کے بڑے بزرگ لوگ اور رؤوساء قبائل جناب ابو طالبؑ کی خدمت میں آکر حضرت رسول خداؐ کے سلسلہ میں کہنے لگے کہ آپ ہمیں اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالہ کر دیجئے تاکہ ہم انہیں ختم کر دیں اور بدلے میں ہم آپ کو" عمارہ" عطا کر دیں گے جو کہ قریش کا شریف ترین جوان ہے خوبصورت ترین انسان ہے یہ سن کر جناب ابو طالبؑ نے ان کا مزاق اڑایا اور ان سے فرمایا: " خدا کی قسم ! ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا تم لوگوں نے انصاف سے کام نہیں لیا ہے۔ اے احمقوں ! تمہارا برا حال ہو اور خدا کی پھٹکار پڑے تمہارے اوپر کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنی روح و جان اپنے لال کو تمہارے حوالہ کر دوں تاکہ تم اسے قتل کر ڈالو اور تم اس کے بدلہ میں اپنے بیٹے کو میرے حوالے کر دو گے تاکہ میں اس کی

پرورش کروں! تمہیں کیا ہو گیا ہے یہ کیسا حکم و فیصلہ سنا رہے ہو؟ کیا تم لوگ یہ امید لگا بیٹھے ہو کہ میں محمدؐ کو عمارہ بن ولید سے بدل لوں گا؟

"اس ذات کی قسم کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تم پوری دنیا میرے حوالے کر دو تو میں محمدؐ کے پیر کے ناخن بھی اس کے بدلے نہیں دوں گا، دور ہٹ جاؤ میرے پاس سے اور ایسی اب باتیں بھی نہ کرنا ورنہ میں تمہارے سروں پر تلوار چلا دوں گا"۔

رؤساء قریش ناکام و نامراد واپس ہوئے جناب ابو طالبؑ نے ان کی آرزوؤں کو ہوا میں اڑا دیا اور ان کا مزاق بھی اڑایا اور ان کی گھٹیا فکر پر کڑی تنقید فرمائی اور اپنے لخت جگر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو جناب رسول خداؐ کے ساتھ مسلسل رہنے اور ان کا تحفظ کرنے کا حکم ان الفاظ میں دیا "اے میرے لال! مسسل ان کے ساتھ رہو"۔

ایک مرتبہ جناب ابو طالب علیہ السلام نے اوائل بعثت میں جناب رسول خداؐ کے ہمراہ اپنے بیٹے امام علی علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے "یہ تم کیا کر رہے تھے؟" مولا امیر المومنینؑ نے باپ کے سوال پر فرمایا: "میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا ہوں اور جو کچھ رسول خداؐ کے یہاں سے لے کر آئے ہیں میں نے ان میں ان کی تصدیق کی ہے اور ان کے دین میں داخل ہو گیا ہوں اور ان کی پیروی کرتا ہوں"۔

جناب ابو طالب علیہ السلام نے امام علیؑ کی حوصلہ افزائی اور ایک بار پھر جناب رسول خداؐ کے ہمراہ رہنے اور ان کی حفاظت کرنے کا حکم ان الفاظ میں صادر فرمایا: "یقیناً انہوں نے تمہیں خیر و نیکی کی طرف دعوت دی ہے تم ان کے مسلسل ہم رکاب رہو"۔

اسلامی دعوت کی حمایت

جناب ابو طالب علیہ السلام نے اسلامی دعوت کو مثبت طریقہ سے اپنی حمایتوں کے سایہ تلے پروان چڑھایا اور لوگوں کے درمیان نشر اسلام ہونے لگا۔ جناب ابو طالبؑ نے حبشہ کے بادشاہ کے نام اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے خط روانہ فرمایا اور اپنے خط کے اختتام پر ان اشعار کو تحریر فرمایا:

"اے بادشاہ حبشہ کیا تجھے پتہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیؐ بھی حضرت موسیٰ بن عمرانؑ اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی طرح نبی و پیغمبر خداؐ ہیں حضرت محمدؐ بھی ان دونوں نبیوں کی طرف ہدایت و رشد کا پیغام لیکر آئے ہیں یہ لوگ سب کے سب حکم خدا سے ہدایت کرتے ہیں اور لوگوں کو عذاب جہنم سے بچاتے ہیں اور آپ لوگ تو اپنی کتاب میں سچی گفتگو کی صبح و شام تلاوت کرتے ہی رہتے ہو کہ یہ کوئی فسانہ نہیں ہے لہذا خداوند متعال کا شریک و ہمسر قرار نہ دو اور اسلام قبول کر لو کہ راہ حق میں کوئی تاریکی نہیں ہے"۔

جناب ابو طالب علیہ السلام کے نمایاں دعوتِ اسلام دینے والوں میں سے تھے آپ مسلسل قریشیوں اور دوسرے قبائل کے درمیان جناب رسول خداؐ کے فضائل و مناقب اور اوصاف حمیدہ کی تشہیر فرمایا کرتے تھے آپ کے یہ اشعار ہیں:

"نور حضرت محمد مصطفیؐ کے دلائل و براہین آشکار ہو چکے ہیں جس کی دھمک سے کرۂ ارض لرزہ براندام ہے اور دن روشن ہو گئے ہیں ان کے ظہور پر نور کے باعث کفر و الحاد کے شامیانے جھک گئے ہیں اور ان کی تلوار کی بدولت عمارت اسلام پختہ ہو گئی ہے وہ ایسا عظیم و گراں

بہا امر الٰہی لے کر آئے ہیں کہ جن کی عظمت کے آگے بتان کعبہ سر نگوں ہوئے چلے جارہے ہیں خدا کا درود سلام صبح و شام آپ کی ذاتِ پاک پر ہو"۔

روح و جان ابو طالب علیہ السلام رسول خداؐ کی، اسلام کی اور قرآن کی محبت سے سرشار تھی اور آپ سچے دل سے اسلام و رسول اسلام وغیرہ پر ایمان لا چکے تھے اور اگر جناب ابو طالبؑ نہ ہوتے تو قریش کے بھیڑئے اسلام کے آثار اور وجود کو باقی نہ چھوڑتے اسی لئے ایک شاعر حضرت ابو طالبؑ اور ان کے فرزند ارجمند جناب امیر المومنینؑ کی شان میں کہتا ہے:

"اگر ابو طالب اور ان کے فرزند نہ ہوتے تو دینِ اسلام اپنے پیروں پر گھڑا نہیں ہو سکتا تھا انہوں نے مکہ میں اسلام کو پناہ دی اور انہوں نے مدینہ میں اسلام کی بھرپور حمایت و نصرت کی"۔

جاویدان وصیت

حضرت ابو طالب سردار بطحاء نے قریش کے تمام چھوٹے بڑے قبیلوں کو اپنے تمام بیٹوں کو اور بنی ہاشم کے تمام افراد کو جمع کر کے جو وصیت کی ہے اس میں اخلاق کے نمایاں نمونے ،بہترین اعمال وغیرہ جمع ہیں جناب ابو طالب نے اس وصیت مبارکہ میں جناب رسول خداؐ کی حمات و نصرت اور ان کا پاس و لحاظ رکھنے کا دستور جاری فرمایاہے آپ کی وصیت کے اس بند کو ملاحظہ فرمائیں:

"اے گروہ قریش! تم لوگ خداوند متعال کی برگزیدہ خلقت ہو، عرب کا دل ہو، روئے زمین پر خزانۂ الٰہی ہو، اس کی طرف سے جنگ کرنے والے ہو، دیکھو تمہارے درمیان قابل اطاعت بزرگوار اور بڑی عظمتوں کے حامل اشخاص رہے ہیں تم میں بڑھ بڑھ کے حملہ کرنے والے بہادر اور جری انسان رہے ہیں اور یہ یاد رکھو کہ عربوں میں کوئی ایسی نیکی وافتخار ہے ہی نہیں جس کا ایک حصہ تمہارے نصیب میں نہ آیا ہو ان میں کوئی شرف وکمال ہے ہی نہیں جسے تم نے نہ پالیا ہو اس طرح تمہیں دیگر لوگوں پر فضیلت وبرتری حاصل ہے اور اس شان وفخر ومباہات کے باعث لوگ تمہارے پاس وسیلہ لانے پر مجبور ہیں ہاں لوگ تم سے برسرپیکار رہتے رہے ہیں اور تمہارے خلاف جنگ کی آگ بھڑکاتے رہے ہیں میں تمہیں ایک اہم وصیت کرنے جارہا ہوں اس وصیت کا تحفظ کرنا اس عمارت (خانۂ کعبہ) کی تعظیم وتکریم کی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اس میں پروردگار کی خوشنودی، ذریعۂ معاش کی رونق اور رشتہ والفت کا ثبات ہے اپنے رشتہ داروں سے صلۂ رحم کرو کہ صلۂ رحم سے موت ٹل جاتی ہے تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور سرکشی وعاق ہونے کو ترک کرو کہ تم سے پہلے کی قومیں سرکشی وبغاوت اور عاق ہونے کے باعث ہلاک اور تباہ وبرباد ہوئیں ہیں فریادی کی فریاد کو سنو، سائل ومحتاجوں کو عطا یا دو کہ ان دونوں میں شرف وبزرگی موت وحیات دونوں میں ہے ہمیشہ سچ بولو! امانت ادا کرو کہ موردالزام نہیں ٹھہرائے جاؤ گے اور لوگوں کی نگاہوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاؤ گے لوگوں سے اختلاف کم سے کم رکھو ان پر تفصل وکرم کرو کہ اس سے خواص کی محبت بڑھتی ہے اور عوام میں بزرگی پیدا ہوتی ہے اور اہل بیت کو قدرت وقوت حاصل ہوتی ہے"۔

ان کلمات میں ان کریمانہ اقدر کو بیان کیا گیا ہے جس کی بدولت انسان بلند مرتبہ حاصل کرلیتا ہے اور جن کی وجہ سے سماج کے اندر لوگوں کے درمیان تعلقات کو جلا ملتی ہے ابو طالب علیہ السلام کی اس وصیت میں ہمیں جناب رسول خداؐ کی نسبت قریشیوں اور خاندان بنی ہاشم کے لوگوں کو خلوص برتنے پیغمبر خداؐ کی حمایت کرنے اور ان کے دفاع میں لگ جانے کے چند جملے نظر آتے ہیں جناب ابو طالبؑ فرماتے ہیں:

میں تم سب کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ نیکی کے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ قریش کے امین، عرب کے دوست اور ان تمام صفات کے حامل ہیں جن کی میں نے تمہیں سفارش کی ہے محمد مصطفیؐ ایسے امر کو لے کر آئے ہیں جن کو دل تسلیم کرتے ہیں بھلے ہی سرزنش وغیرہ کے خوف سے لوگوں کی زبان انکاری ہے خدا کی قسم! گویا میں عرب کے فقیروں کو دیکھ رہا ہوں اسی اطراف کے عزت داروں اور لوگوں میں جو لوگ کمزور بنا دئے گئے ہیں ان سب کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کی دعوت کو قبول کرلیا ہے اور ان کے قول کی تصدیق کرلی ہے اور ان کا چرچا ہو گیا ہے پھر انہوں نے موت کی وادیوں کو روند ڈالا ہے جس کے بعد قریش کے سربراہ قسم کے لوگ لکیر کے فقیر بن گئے ہیں ان کے گھر تباہ ہو گئے ہیں ان کے کمزور لوگ سردار بن گئے ہیں اور جو انھیں بہت گراں گزرتے تھے ان کے محتاج بن گئے ہیں اور دور دراز کے لوگ ان کے نزدیک قرب و منزلت پا گئے ہیں اور عربوں کو بادل ناخواستہ ان سے محبت کا دم بھرنا پڑ رہا ہے شہر کے شہر ان کے تابع ہو گئے ہیں اور بالآخر قیادت کی باگ ڈور انھیں کے سپرد کرنا پڑی ہے لہذا خبردار اے قریشیوں کہ یہ تمہارے ہی قوم و قبیلہ کے ہیں تمہارے ہی ماں باپ کے فرزند ہیں لہذا ان کے مددگار بن جاؤ اور ان کی جماعت کی حمایت کرنے والے ہو جاؤ۔

خدا کی قسم! تم میں سے کوئی بھی ان کی راہ کو نہیں اپنائے گا مگر یہ کہ رشد و ہدایت یافتہ بن جائے گا اور کوئی بھی ان کی ہدایت سے سرفراز نہیں ہو گا مگر یہ کہ سعادت مند ہو جائے گا اگر میری زندگی کی مدت طولانی ہوتی اور میری موت کی گھڑی میں تاخیر ہوتی تو میں ان کے دفاع میں تمام تر مصیبتوں کو جھیل لیتا اور ہر قسم کی آفت و شرافت کو ان سے دور کرتا لیکن اب سوائے ان کی گواہی پر گواہی، ان کی عظمتوں کے اعتراف کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے"۔

یہ وصیت، اسلام پر حضرت ابو طالب علیہ السلام کے بھرپور ایمان کی عکاس ہے اور واضح کرتی ہے کہ آپ جس بے باکی سے جناب رسول خداؐ سے محبت فرماتے تھے اور عظیم انسان، اسلام کے منور مستقبل کو کس طرح مشاہدہ کر رہے تھے کہ **مستضعفین فی الارض** دامن اسلام سے بہت جلد وابستہ ہو جائیں گے اور اس دعوت کا دفاع کرنے والی بھرپور طاقت ہو جائیں گے اور سربراہ و روؤساء قریش سرداری و سیادت کے بعد بڑی بے آبروئی و حقارت اٹھانے کے بعد نبی کریمؐ کی طرف بہر حال دیکھیں گے اور ان کے اصحاب کی محبت کا دم بھریں گے۔

ابھی کچھ دن ہی نہیں گذرے تھے کہ واقع میں حضرت ابو طالبؑ کی وصیت محقق ہو گئی قریش کے جبار ذلیل و رسوا ہوئے اور ان کی پستی و حقارت کی ایک زندہ مثال یہ ہے کہ مسلمان خواتین میں سے ایک کے ساتھ معاویہ نے رشتہ مانگا تو وہ خاتون جناب رسول خداؐ سے مشورہ لینے پہنچ گئی آپ نے اس خاتون کو منع کرتے ہوئے فرمایا:"اس سے شادی نہ کرو کہ وہ بھک منگا ہے"۔

بہر حال حضرت ابو طالب علیہ السلام کی وصیت، بلند اقدار سے پر اور اسلام پر آپ کے گہرے ایمان کا پتہ دیتی ہے۔

جنۃ الماویٰ کا سفر

اس عظیم انسان نے نصرت اسلام میں بڑی طاقت فرسا سعی و تلاش کی ہے اور کھل کر اپنے بھتیجے کے دفاع میں بڑی بڑی طاقتوں کا مقابلہ کیا ہے اور اس راہ میں قریش کے جباروں سے بڑی سخت قسم کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور مقدس جہاد کے بعد اس عظیم ہستی کو طرح طرح کی بیماریوں نے رنج پہنچایا یہاں تک کہ موت کا دردناک موقع آن پہنچا مگر آپ مسلسل اپنے بھتیجے کے سلسلہ میں متفکر اور ہم و غم کا شکار رہے اور یہ سوچتے رہے کہ آخر ان کے بعد ان کی قوم کے بھیڑیئے ان کے بھتیجے کے ساتھ کیا سلوک کریں گے کہ جن کے دل دشمنی وعداوت سے بھرے پڑے ہیں آپ نے اپنے فرزندوں کو نبی کریمؐ کی حمایت و نصرت اور دفاع کی وصیت فرمائی اور آخری لحات میں آپ کی زبان مبارک پر ذکر مسلسل جاری رہا یہاں تک کہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ گئے خداوند متعال، اسلام کی جانب سے انھیں خیر جزیل عنایت فرمائے اور بے پناہ اجر وثواب سے ہمکنار فرمائے کہ آپ کا اسلام کے اوپر سب سے بڑا احسان و کرم رہا ہے۔

ماہ شوال یا ذی قعدہ (اور آج بتاریخ ۲۶ رجب ۱۴۳۹ھ ہے اس تاریخ کو بھی وفات ذکر ہوئی ہے۔ ثالثی) کو آپ نے وفات پائی جبکہ جناب رسول خداؐ شعب سے باہر تشریف لا چکے تھے آپ کے انتقال کی خبر سے مکہ اتھل پتھل ہو گیا مومنین کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں مگر قریش کے طاغیوں اور سرکشوں کے دل خوشی سے لبریز ہو گئے، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنے باپ کا جنازہ تیار کیا غسل دیا کفن پہنایا اور عامۃ الناس، حضرت ابو طالب کے دروازے پر جمع ہو گئے اور بڑے ہی عظمت و مکرمت کے ساتھ آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور

آپ کی آخری آرامگاہ میں لاکر سپرد لحد کر دیا گیا اور اس طرح ایمان و شرافت، شجاعت و شہامت بھی جناب ابو طالب کے لاشہ کے ساتھ سپرد خاک ہو گئے۔

اس عظیم مجاہد کی حیات طیبہ کے صفحات بند ہو گئے جس کو اللہ نے اسلام کی نصرت اور مسلمانوں کی غربت کے ایام میں سینہ سپر رہنے کے لئے زندہ رکھا تھا اور جس نے اپنی پوری حیات نصرت اسلام و مسلمین میں بخش دی تھی خدا کا درود سلام ہو ان کی روح پاک پر صبح و شام۔

نبی کریمؐ اور سوگ کا اعلان

جناب رسول خداؐ بڑے ہی حزن و ملال کے ساتھ اپنے چچا ابو طالب کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ آپ کو سپرد لحد کیا اور اپنے مضبوط ستون اور زبردست پشت پناہ و حامی کے کھونے پر درد و غم کا بہت اظہار کیا اور اس طرح گویا ہوئے: "اے چچا! صلۂ رحم کوئی آپ سے سیکھے! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے بیشک آپ نے میرے بچپنے میں تربیت و کفالت کی ذمہ داری نبھائی، بڑا ہوا تو خوب مدد و نصرت فرمائی، خدا کی قسم! اے چچا میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا اور آپ کے حق میں ایسی شفاعت کر دوں گا کہ جن و انس حیران رہ جائیں گے"۔

جناب رسول خداؐ کو رحلت ابو طالبؑ سے بہت دکھ ہوا اسی لئے آپ نے اس سال کو کہ جن میں جناب ابو طالبؑ نے رحلت فرمائی تھی "غم کا سال" قرار دیا ادھر قریشیوں نے آپ کے خلاف اتحاد کر لیا اور آپ کے درپئے آزار ہو گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: "جب تک ابو طالبؑ زندہ رہے قریش مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکے"۔

کفار قریش نے حضرت رسول خداؐ کو نہایت آزار دینا شروع کر دیا آپ کے سر مبارک پر مٹی پھینک دیتے تھے اور حالت نماز میں بعض نے بکری کی اوجھڑی ڈال دی اسی طرح کی متعدد کارستانیاں ہونے لگیں یہاں تک کہ آپ کے قتل پر جمع ہو گئے اور رات کی تاریکی میں آنحضرت کے گھر کو گھیر لیا تو آنحضرت نے اپنے بستر پر اپنے بھائی وصی و چچازاد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو لٹا دیا اور چہرہ چھپا کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

بہر حال جناب ابو طالب علیہ السلام اسلامی ستونوں کو مستحکم کرنے والوں اور دین خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے سر فہرست زمرہ میں شامل تھے اور یہ بہت بھونڈی بات ہے کہ آپ کافر مرے اور وہ دین اسلام کے معتقد نہیں تھے یہ در حقیقت خاندان نبوت سے کینہ رکھنے والے بنی امیہ و بنی عباس کی کارستانی ہے اگر ایسا ہوتا جیسا کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں تو ہرگز جناب رسول خداؐ حضرت ابو طالب کی رحلت پر غمزدہ نہ ہوتے اور انکی موت کے سال کو "غم کا سال" قرار نہ دیتے وہ کیسے ایک کافر کے اوپر غمزدہ ہو سکتے ہیں اور انکے اوپر رحمت کی دعا کر سکتے ہیں اس کے علاوہ جناب رسول خداؐ حضرت ابو طالبؑ کے گھر میں کھاتے پیتے تھے حالانکہ اسلام کا صریحی حکم ہے کہ کافر نجس ہے بھلا کیونکر جناب رسول خداؐ اس کی مخالفت کر سکتے ہیں اور یہ اس قدر عظیم مجاہد جہنم میں کیسے جا سکتا ہے جبکہ اس کا بیٹا جنت و جہنم کا تقسیم کرنے والا ہے۔

اس مقام پر ہماری گفتگو حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے اجداد کے سلسلہ میں ختم ہوتی ہے جو فضل و شرف اور کرامت کا ستون تھے اور حضرت مسلم بھی ان کے ذاتی عناصر ورثہ میں ملے تھے بلکہ ان صفات میں حضرت مسلم غیروں سے ممتاز تھے۔

حضرت مسلمؑ کے والد جناب عقیلؑ

جناب مسلم علیہ السلام کے پدر بزرگوار حضرت عقیل بن ابی طالب دنیائے اسلام میں سماجی عدالت کے علمبردار حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے بھائی تھے ہم ان کے حالات زندگی کو مختصر طور پر بیان کر رہے ہیں۔

حضرت ابو طالبؑ کے چہیتے فرزند

حضرت ابو طالب علیہ السلام اپنے فرزند جناب عقیل کو اپنے دوسرے فرزندوں پر فوقیت دیتے تھے ان سے بہت زیادہ الفت و عقیدت رکھتے تھے جس وقت جناب ابو طالب علیہ السلام سخت اقتصادی تنگی کا شکار ہوئے تو جناب رسول خداؐ نے اپنے چچاؤں سے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک کو چاہیئے کہ ان کے ایک ایک فرزند کو لے لے اور اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اٹھالے تو اس طرح ان کی معیشتی زندگی میں سہولت ہو جائے گی جب ان لوگوں نے حضرت ابو طالبؑ کے سامنے یہ پیش کش رکھی تو آپ نے فرمایا میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو اور پھر جس فرزند کو چاہو لے جاؤ ایسا آپ نے اس لئے فرمایا کیونکہ آپ حضرت عقیل کو بہت چاہتے تھے۔

قابل فخر شخصیت

جناب عقیل ہاشمی گھرانے کی وہ نمایاں اور تابناک شخصیت ہیں کہ جن پر فخر ومباہات کی جاتی ہے فرزند ام ھانی آپ کے بھانجے جعدہ بن عبیدہ مخزومی نے حضرت عقیلؑ پر فخر ومباہات کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ہیں:

"میرا باپ قبیلۂ مخزوم سے تعلق رکھتا ہے اگر تو پوچھنا ہی چاہتا ہے تو سن لے میری ماں بہترین قبیلہ و خاندان ہاشمی سے تعلق رکھتی ہے اور کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کر سکتا ہے اور میرے ماموؤں کے جیسے کس کے ماموں ہیں سربلندیوں کے مالک حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عقیل میرے ماموں ہیں"۔

جعدہ مخزومی نے اپنے دونوں ماموں جناب امیر المومنین اور حضرت عقیل پر فخر کیا ہے اور یہ دونوں بزرگوار دنیائے اسلام میں فضل و شرف کے ستون تھے۔

قدامہ بن موسیٰ جمعی نے بھی حضرت عقیل پر فخر کیا ہے کیونکہ جناب عقیل اس کے ماموں ہوتے تھے وہ کہتا ہے:

"کیا تو جانتا ہے کہ میرے ماموں نیکی کے طلبگاروں میں سے تھے ان کے سلسلہ میں بہترین گفتار اور سچی بات کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے میرے ماموں جناب امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام بھی ہیں جو سربراہ تقویٰ و پرہیزگاری ہیں ان کی مادر گرامی کے فرزند جناب عقیل بھی میرے ماموں ہیں اور دو پروں کے ساتھ پرواز کرنے والے جناب جعفر بھی میرے ماموں ہیں ہم ہی تو وہ ہیں کہ جنہوں نے ہر مقام پر خیر و نیکی سے ساتھ سربراہی کی ہے جبکہ لوگ ان نیکیوں سے شانہ خالی کرتے ہیں اور کوتاہی برتتے ہیں"۔

یقیناً قدامہ جمعی کے ماموں لوگ شرف و بزرگی کے ستون تھے اور فضیلت و شرافت کی شاخ و بنیاد تھے اور ایسے لوگوں کے اوپر جتنا فخر کیا جائے کم ہے بلکہ ایسے ہی بزرگواروں کے اوپر

فخر کیا جانا چاہیئے جناب حسان بن ثابت انصاری اپنے مرثیہ میں حضرت جعفر طیار علیہ السلام کے لئے فرماتے ہیں:

"اسلام میں خاندان ہاشم کے ایک سے ایک جیالے عزت وشرف کے ستون بنے ہوئے ہیں جن پر فخر ومباہات کی جاتی ہے ان بہادروں میں ایک جعفر طیارؑ ہیں تو دوسرے انہیں کے ماں جائے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور اس خاندان کے چنندہ ذات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ ہیں انہیں میں جناب حمزہ سید الشہداء ہیں عباس ہیں اور انھیں میں جناب عقیل ہیں اس شجر کی شاخ کو نچوڑا جائے تو اس کی نکہتیں پھیل جائیں گی"۔

حضرت عقیل سے رسول خداؐ کی محبت

حضرت رسول خداؐ جناب عقیل سے بے حد محبت فرماتے تھے اور دل کی گہرائیوں سے انہیں چاہتے تھے اور اس محبت کی ایک وجہ یہ تھی کہ جناب ابو طالبؑ حضرت عقیلؑ سے بڑی محبت فرماتے تھے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جناب رسول خداؐ سے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپ تو عقیل سے بڑی محبت فرماتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم میں عقیل سے دوہری محبت کرتا ہوں ایک محبت خود ان کی وجہ سے ہے دوسری حضرت ابو طالب کا ان سے محبت فرمانا ہے اور عقیل کا بیٹا میرے بیٹے کی محبت میں شہید ہو جائے گا جس کے اوپر مومنین کی آنکھیں اشکبار ہوں گی اور اللہ کے مقرب فرشتے اس پر درود سلام بھیجیں گے۔

جناب رسول خداؐ کے سامنے حضرت مسلم بن عقیلؑ کی ولادت سے پہلے ہی ان پر ٹوٹنے والے مصیبتوں کے پہاڑ مجسم تھے اور آپ دیکھ رہے تھے کہ کس طرح آپ کی ذریت کو طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا ہے اس لئے آپ رو پڑے اور بڑی درد بھری آواز سے آپ نے فرمایا: " خدایا میں تیری بارگاہ میں شکوہ کرتا ہوں ان مصیبتوں اور بلاؤں کا جو میری عترت کو میرے بعد پیش آنے والے ہیں"۔

حضرت رسول خداؐ نے جناب عقیل کو مخاطب کر کے فرمایا:" میں تم سے ایک تو اس لئے محبت کرتا ہوں کہ تم میرے قریبی رشتہ دار ہو اور دوسری اس لئے کہ جناب ابو طالبؑ تم سے بڑی محبت کرتے تھے"۔

جناب رسول خداؐ حضرت عقیلؑ سے بڑی پر خلوص محبت فرماتے تھے اور آپ نے حضرت عقیل کو جنگ خیبر کی فتح کے روز غنائم جنگی میں سے ۱۴۰ اوسق () عطا فرمایا اور ان کے لئے ہر سال کے لئے اتنی ہی مقدار مقرر فرمائی۔

جب جناب عقیلؑ بدر کے روز اسیر ہو کر پیغمبر خداؐ کی خدمت میں پہنچے ہیں تو جناب عقیل نے جناب رسول خداؐ سے عرض کیا آپ نے اشراف مکہ میں سے کس کو قتل کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا ابو جہل مارا جا چکا ہے تو عقیل نے کہا پھر تو وادیٔ مکہ کی فضا آپ کے لئے صاف ہو چکی ہے۔

حضرت عقیل کی جناب رسول خداؐ سے روایت

جناب عقیل نے حضرت رسول خداؐ سے بہت سی روایات نقل کی ہیں ان میں سے ایک

یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ نے کسی عورت سے شادی کی تو کسی نے کہا عربوں کے دستور کے مطابق کہا: **بالرفاہ و البنین** "یعنی آسائش اور اولاد مبارک ہو یہ سن کر حضرت عقیل نے کہا کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے: "تم میں سے جب کوئی شادی کرے تو اس کے لئے **بارك الله لك** کہنا چاہیئے یا پھر کہے **بارك الله عليك**۔

جناب عقیل سے مروی روایات صحاح و مسانید میں موجود ہیں۔

جناب عقیل سے روایت کرنے والے

راویوں کی ایک جماعت نے حضرت عقیل سے روایات نقل کی ہیں کہ جن میں سے چند نام یہ ہیں: حسن بصری، دکوان، ابو صالح سمان، آپ کے پوتے عبد اللہ بن محمد بن عقیل، عطاء بن ابی ریاح، مالک بن ابی عامر اصبحی، آپ کے بیٹے محمد بن عقیل، موسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ۔

ماہر انساب و ایام عرب

حضرت عقیل انساب عرب کے ماہرین میں سے تھے مسجد نبوی میں آپ کے لئے مخصوص چٹائی بچھائی جاتی تھی اور اس پر تشریف فرما ہوتے تھے اسی پر نمازیں پڑھتے تھے اور لوگ آپ کے پاس جمع ہو کر عربوں کی جنگوں اور ان کے حسب و نسب کے بارے میں سوالات کیا کرتے تھے حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ قبیلہ قریش میں چار لوگوں کے پاس حسب و نسب کی تشخیص کے لئے مقدمہ آیا کرتا تھا اور ان کا فیصلہ قبول کیا جاتا تھا جناب عقیل بن ابی طالب، مخزمہ بن نوفل زھری، ابو جھم بن حذیفہ عدوی اور حویطب بن عبد الغری عامیر، حویطب عامری

قریش کے مثالب اور کرتوت کا تذکرہ بہت کرتا تھا اس کی وجہ وہ اس سے دشمنی پر اتر آئے اور اس کے سلسلہ میں بے کار کی باتیں بنانے لگے اور اسے احمق تک کہہ ڈالا اور اس کی مذمت میں جعلی باتیں نشر کی جانے لگی۔

حضرت عقیل کی حاضر جوابی

جناب عقیل بہت حاضر جواب تھے ان کی حاضر جوابی کی کئی داستانیں موخرین نے تحریری کی ہیں چند ملاحظہ ہو:

ا۔ حضرت عقیل معاویہ علیہ الھاویہ کے پاس تھے معاویہ کہنے لگا کہ اگر عقیل کو یہ علم نہ ہو تا کہ میں ان کے حق میں ان کے بھائی علیؑ سے بہتر ہوں وہ ہمارے پاس نہ آتے اور علی کو نہ چھوڑتے۔

جناب عقیل علیہ السلام نے معاویہ کو جواب دیا کہ میرے بھائی میرے دین میں میرے لئے بہتر ہیں اور تو میری دنیا میں میرے لئے بہتر ہے اور میں نے دنیا کو دین پر فوقیت دے دی ہے لیکن خداوند متعال سے خاتمۂ خیر کا طلبگار ہوں۔

۲۔ ایک روز معاویہ نے حضرت عقیل سے کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے تمہارے چچا ابو لہب جہنم میں کہاں کس سمت ہوں گے جناب عقیل نے بے ساختہ فرمایا کہ جب تم داخل جہنم ہو جانا تو بائیں طرف دیکھنا وہیں تمہاری پھوپھی حمالۃ الحطب پر چڑھے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ سوار سواری سے بہر حال بہتر ہوتا ہے۔

۳۔ جناب عقیل نے فاطمہ بنت عتبہ بن عبد الشمس سے شادی رچائی اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے باپ کو قتل کیا تھالہذا وہ عقیل سے کہنے لگی اے بنی ہاشم، شیبہ کہاں ہے ولید بن عتبہ کہاں ہے جناب عقیل نے اسے جواب دیا کہ جب تو داخل جہنم ہونا تو اس کی بائیں سمت ڈھونڈ ھنا وہ ادھر ہی ملیں گے یہ سن کر وہ غضب ناک ہوگئی اور ناشزہ ہو کر گھر چھوڑ کر چلی گئی۔

۴۔ ایک روز معاویہ نے جناب عقیل سے کہا اے بنی ہاشم تم لوگ کس قدر شھوتی ہو؟ تمہارے مردوں میں شہوت آشکار ہے جناب عقیل نے جواب میں فرمایا لیکن اے بنی امیہ شہوت تمہاری عورتوں میں ہمارے مردوں سے زیادہ آشکار ہے۔

۵۔ جناب عقیل کی زیرکی اور حاضر جوابی کی ایک داستان یہ بھی ہے کہ ایک روز آپ معاویہ کے پاس پہنچے وہاں ضحاک بن قیس موجود تھا جناب عقیل نے معاویہ سے کہا یہ تمہارے پاس کون موجود ہے اس نے کہا ضحاک بن قیس ہے جناب عقیل نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے پست کو سربلند اور ناقص کو کامل کر دیا ہے یہ وہ شخص ہے جس کا باپ ہمارے نر جانوروں کو ابطح میں خصی بنایا کرتا تھا اور خصی بنانے میں مہارت رکھتا تھا اور اس شغل کو پسند کرتا تھا۔

ضحاک نے کہا: میں قریش کی خوبیوں کا جانکار ہوں اور عقیل ان کی برائیوں کے۔

اس کے بعد جناب عقیل نے پوچھا کہ یہ بڈھا کون ہے۔

معاویہ نے کہا: ابو موسیٰ اشعری۔

جناب عقیل نے فرمایا: سالن فروش عورت کا بیٹا اس کی ماں سالن مزے دار بنایا کرتی تھی معاویہ نے کہا اے ابو یزید (عقیل کی کنیت) آپ خاموش ہو جائیں ہمیں آپ کی مراد اور مقصد پتہ ہے۔

تاریخ نگاروں نے جناب عقیل کی ہوشیاری اور فن کاری کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں اور آپ کی حاضر جوابی خود آپ کی ذہانت اور فضیلت وزیر کی پر بہترین گواہ ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ کے ہمراہ

جناب عقیل اپنے بھائی وصی رسول خداؐ شہر علم نبی کے در حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام کو دل کی گہرائیوں سے چاہتے تھے اور بڑے خلوص سے محبت کرتے تھے اور مرتے دم تک آپ سے منحرف نہیں ہوئے اور آپ کا ساتھ زندگی کے آخری لمحات تک نہیں چھوڑا، ذیل میں بعض دلائل ملاحظہ ہوں:

ا۔ حضرت عقیل کا امامؑ کے نام خط

حضرت عقیل نے مکہ سے جب کہ وہ عمرہ کرنے تشریف لے گئے تھے اور ادھر ضحاک بن قیس نے کوفہ پر چڑھائی کر دی تھی امام کے پاس خط تحریر فرمایا یہ زمانہ حضرت امام امیر المومنینؑ کی خلافت کے آخری ایام سنہ ۳۹ ہجری کی بات ہے حضرت عقیل کے خط کے الفاظ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد ملاحظہ ہوں آپ لکھتے ہیں:

"عبد اللہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے نام عقیل بن ابی طالب کی طرف سے

میرا اسلام ہو آپ پر میں آپ کی خدمت میں اللہ کی حمد و ثناء بجالاتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے امابعد!۔ بیشک اللہ عزوجل ہر برائی و شر سے آپ کا محافظ ہے اور وہی ہر آفت سے آپ کو ہر حال میں بچانے والا ہے میں مکہ مکرمہ عمرہ کی غرض سے آیا ہوا ہوں یہاں میں عبداللہ ابن ابی سرح کو تقریباً ۴۰ طلقاء زادوں کی جماعت میں دیکھا اور ان کے چہروں پر شر ملاحظہ کیا تو میں نے ان سے کہا اے رسول خداؐ کو ابتر کہنے والوں کی اولاد کیا تم معاویہ سے جاملو گے؟ خدا کی قسم تمہارے اور ہمارے درمیان پرانی دشمنی ہے جو کبھی ڈھکی چھپی نہیں رہی کیونکہ تم لوگ چاہتے ہو کہ نور خدا گل ہو جائے اور الٰہی امور تبدیل ہو جائیں اے لوگو! میری بات سنو اور پھر میں نے انھیں بہت کچھ سنایا پھر میں مکہ آیا تو اہل مکہ سے سنا کہ ضحاک بن قیس نے حیرہ پر چڑھائی کر دی ہے اور وہاں ان کے اموال کو دل کھول کر لوٹ لیا ہے اور پھر بغیر کسی ضرورت کے بخیر و عافیت واپس بھی چلا گیا، اف ہو اس زمانہ میں ہماری زندگانی پر کہ آپ کے اوپر ضحاک جیسے لوگ جرأت کر رہے ہیں جس کی کوئی اوقات نہیں ہے وہ ہموار زمین پر پڑی سانپ کی کچلی کی مانند ہے جسے روند دیا گیا ہو اور مجھے حیرت ہے جیسا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے چاہنے والوں اور لشکریوں نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔

اے میرے مانجائے آپ اپنی رائے سے باخبر فرمائیں کہ اگر آپ مرنے مارنے کا قصد کر چکے ہیں تو میں اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو آپ کی خدمت میں بھیجوں کیونکہ ہم جب جیئیں گے آپ کے ساتھ جئیں گے اور اگر مریں گے تو آپ کے ساتھ مریں گے۔

خدا کی قسم میں آپ کے بعد تھوڑی دیر بھی زندہ نہیں رہنا چاہتاہو ں اور خدائے عزوجل کی قسم کھا کر کہتاہوں کہ آپ کے بعد اس دنیا میں زندگی ناخوش آئینہ اور بے کار ہے۔

آپ پر اللہ کا درورد سلام اور رحمتیں وبرکتیں ہوں

اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عقیل کس حد تک اپنے بھائی امیر المومنین علیہ السلام سے الفت و محبت اور خلوص بھرا عشق فرماتے تھے کہ اپنی روح و جان کے ساتھ اپنی آل و اولاد کو بھی قربان کرنا گوارہ کر رہے ہیں اسکے بعد یہ کتنی بے ہودہ اور بیکار کی بات ہو گی کہ جو یہ کہا جاتاہے کہ حضرت عقیل اپنے بھائی علیؑ سے منحرف ہو گئے تھے اور ان سے دور رہتے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا جواب

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے جناب عقیل کے خط کا جواب ارسال فرمایا اور اس خط کے جواب میں اپنے حالات اور گرفتاریوں، مصیبتوں اور قریش کے لوگوں کی طرف سے طرح طرح کی کارشکنیوں اور بلاؤں کا تذکرہ فرمایاہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد متن جواب ملاحظہ ہو:

" بندۂ خدا علی امیر المومنین کی طرف سے عقیل فرزند ابو طالب کے نام آپ کے اوپر اللہ کا سلام و درود ہو میں بھی آپ کی خدمت میں اللہ کی حمد وثناء بجالاتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے امابعد!

اللہ ہمیں اور آپ کو محفوظ رکھے غیب پر ایمان رکھنے والے شخص کے تحفظ کی طرح بے شک اللہ حمید و مجید لائق ستائش و مجد وبزرگی ہے۔

عبد الرحمن بن عبید ازدی کے ہاتھ سے آپ کا خط دریافت ہوا آپ نے اس میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن ابی سرح عامری سے آپ کی ملاقات قدید سے آتے ہوئے اور مغرب کی طرف جاتے ہوئے فرزندان طلقاء کے چالیس جوانوں کے ہمراہ ہوئی بے شک ابن ابی سرح نے ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کے بد خواہ رہا ہے اور راہ خدا کو مسدود کرنے والوں میں سے ہے۔

آپ ابن ابی سرح کو اور قریش کو ان کے حال پر چھوڑ دیں یہ لوگ گمراہی میں اچھل کود کر رہے ہیں بد بختی و شقاوت کی گلیوں میں گھوم رہے ہیں اور گمراہی کی وادی میں سرگرداں ہیں آج عرب آپ کے بھائی سے جنگ قتال پر اسی طرح جمع ہو گئے ہیں جس طرح آج سے پہلے جناب رسول خداؐ کے مقابل جنگ و قتال پر جمع ہو گئے تھے ان کے حق کو نظر انداز کر دیا گیا انکے فضل و کمال کو یکسر رد کر دیا تھا اور ان سے دشمنی پر جم گئے تھے اور جنگ چھیڑ دی گئی اور ان کے خلاف اپنا سارازور آزمایا مختلف علاقوں اور قبیلوں کے لشکروں کو جمع کر لیا اور نور خدا کو گل کرنے کی بھرپور کوششوں میں لگ گئے تھے آج پھر قریش نے مجھ سے دوچار کرنے کی ٹھان لی ہے اور رشتۂ رحم قطع کر دیا ہے میرے خلاف ایکتا کر لیا ہے اور مجھے میرے حق سے دور کر دیا ہے اور میرے چچازاد بھائی رسول خداؐ کی سلطنت کو مجھ سے چھین لیا ہے اور اسے ایسے شخص کے سپرد کر دیا ہے جسے نہ تو میرے جیسی رسول خداؐ سے قرابت داری ہے اور نہ ہی میری مانند اسلام میں سابقہ رکھتا ہے سوائے ایسے ایسے دعوں کے کہ جس کو میں نہیں جانتا اور اللہ بھی نہیں جانتا ہے بہر حال میں اللہ کی حمد و ثناء ہر حال میں کرتا ہوں اور یہ جو آپ نے مقام حیرہ پر ضحاک کی غارت گری کا تذکرہ فرمایا ہے تو وہ اس سے کمتر ہے کہ حیرہ سے قریب بھی ہو سکے ہاں وہ ایک لشکر کے ساتھ سماوہ پر حملہ آور

ہوا تھا پھر واقعہ، شراف اور قطقطعانہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں وارد ہوا تھا تو میں نے مسلمانوں کا ایک بھاری لشکر اس کے تعقب میں روانہ کیا یہ لشکر جوں ہی وہاں پہنچا تو وہ جان بچا کر بھاگ نکلا اور اسے منھ کی کھانی پڑی راستہ میں اس کا پیچھا کیا گیا مگر وہ اسی تیزی سے بھاگا کہ جیسے سورج اس کا پیچھا کر رہا ہو وہ چمکتی تلواروں کا مقابلہ نہ کر سکا تو بھاگنے میں ہی اسکو امان دکھائی پڑی اس کے دس سے زیادہ ساتھی مارے گئے مگر وہ بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ چلتا بنا اور قریب تھا کہ مارا جاتا۔

اور یہ جو آپ نے میری رائے جاننے کے سلسلہ میں سوال کیا ہے تو میری رائے حرام کو حلال کرنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے کی ہے یہاں تک میں خدا سے جاملوں نہ تو مجھے میرے ارد گرد لشکر کی کثرت سے عزت ملنے والی ہے اور نہ ہی لشکریوں کے مجھے چھوڑ کر بھاگ جانے سے وحشت ہونے والی ہے کیونکہ میں حق پر ہوں اور حق کا پابند ہوں اور اللہ پابند حق کے ساتھ ہے خدا کی قسم مجھے حق پر موت آنے سے کوئی خوف نہیں ہے اور ساری بھلائی تو مرنے کے بعد بر حق انسان کے لئے ہی ہے۔

اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ آپ اپنے بیٹوں اور بھانجوں بھتیجوں کے ساتھ میرے پاس آکر میری مدد کرنا چاہتے ہیں تو اس کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں ہے جہاں رہیں رشد و ہدایت اور پسندیدگی کے ساتھ رہیں خدا کی قسم! میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اگر میں قتل ہو رہا ہوں تو آپ سب بھی میرے ساتھ قتل ہوں اور بھائی یہ خیال رہے کہ اگر لوگ مجھے دشمنوں کے حوالے بھی کر دیں تو میں ان کے سامنے خضوع و خشوع نہیں کروں گا اور ظلم و ستم کے سامنے ذلت و رسوائی کے ساتھ نہیں جھکوں گا اور بآسانی انکی گرفت میں نہیں آؤں گا اور میں ہی زمین گیر

شخص کی طرح ان کا تابع فرمان ہوں گا بلکہ میری سیرت ویسی ہی ہو گی جیسا کہ بنی سلیم کے شاعر نے کہی ہے:

"اگر تم مجھ سے سوال کرتے ہو کہ میں کیا ہوں تو سنو میں زمانے کے بلاؤں اور مصیبتوں پر سختی سے صبر و شکیبائی کرنے والا ہوں مجھے قطعاً یہ برداشت نہیں ہے کہ میری پریشانیوں اور بلاؤں سے میرے دشمن میری عیب جوئی کریں یا میرے دوستوں کو تکلیف واذیت پہنچے"۔

اس مبارک خط میں بڑے اہم امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جنہیں ہم بیان کر رہے ہیں۔

اوّل: اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ قریشیوں کو امام علیؑ سے کس قدر بغض و کینہ تھا اور اس دشمنی کو وہ آشکار بھی کرتے رہتے تھے بعض بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

۱۔ قریشیوں نے حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام کے حق سے انکار کر دیا تھا اور رسول خداؐ کے نزدیک آپ کی منزلت و عظمت اسلام میں آپ کی قربانیاں اور آپ کی بدولت جو مسلمان نعمتوں اور عظمتوں سے مالا مال ہوئے تھے ان سب کو یکسر بھلا دیا تھا۔

۲۔ قریشیوں کو امام سے عداوت اور انکی امام سے کینہ کوزی اس حد تک جا پہنچی تھی کہ وہ امامؑ سے جنگ کر کے آپ کی حکومت کا تختہ پلٹنا چاہتے تھے ابھی چند دن بھی نہیں گزرے تھے کہ زمام امور کو اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے کہ قریشیوں نے قیامت برپا کر دی اور عائشہ و طلحاء و زبیر کی قیادت میں جنگ جمل کا واقعہ رونما ہوا جتنی جانیں گئیں مسلمانوں کے درمیان کتنے فتنوں نے سر اٹھایا کثرت سے مسلمانوں کے قتل سے حزن و ملال اور غم واندوح کا ماحول چھا گیا اس کے بعد ابھی

تھوڑی مدت نہیں گزری تھی کہ شام میں جنگ کی آگ بڑھکائی گئی معاویہ ملعون نے امام علیہ السلام کی حکومت کے خلاف مسلح نوک جھوک شروع کردی اور یہ فتنہ اس قدر زور پکڑ گیا کہ امام علی علیہ السلام کی حکومت کے ستون متزلزل ہو گئے۔

دوّم: حکومت امام امیر المومنین کے قلمرو پر ضحاک بن قیس نے دھاوا بول دیا لیکن اس کا حملہ ناکام رہا کیونکہ لشکر امام علی علیہ السلام کے کچھ جانباز سپاہیوں نے اس کا پیچھا کیا تو وہ بھاگ نکلا اور اپنی جان کے خوف سے حدود کوفہ سے باہر بھاگ گیا۔

سوم: امام امیر المومنینؑ نے اپنی متین و دور بین رائے کا اظہار ان جنگوں کے متعلق واضح و آشکار کر دی تھی جو آپ کے اوپر باغی و سرکش قوتوں کی طرف سے لادی گئی تھی اور آپ نے بتلادیا تھا کہ میں حق اور حقیقت کا ساتھی ہوں مجھے اپنے عمل میں کسی قسم کا شک و شبہہ نہیں ہے اور میری مخالف قوتیں صرف طمع و حرص اور بغض و کینہ کے باعث مجھ سے جنگ کر رہی ہے۔

چہارم: امام امیر المومنینؑ نے اپنی قد آور شخصیت پختہ ارادہ، حق کے ساتھ ہونے کا کھلے لفظوں میں اعلان کیا ہے اور یہ بتلا دیا کہ انکے ارد گرد بھیڑ لگانے والے لوگوں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے اور نہ ہی ان کے چھوڑ کر چلے جانے سے انہیں کسی خوف و دہشت کا سامنا کرنا ہے اور یقیناً امام علی علیہ السلام ایسے ہی تھے آپ اپنے رفتار و گفتار میں سماجی عدالت کے علمبردار تھے یہی سب سے بڑا سبب تھا کہ مفاد پرست قوتیں آپ کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گئیں تھی۔

پنجم: امام امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی اور انکے افراد خانہ کے ساتھ عطوفت و ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے اور انہیں اپنے شہر و دیار میں باقی رہنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ بھی امام کے ہمرکاب ہوکر موت اور قتل وغارت کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

ششم: امام امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اوصاف وخصائص کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں:

ا۔ یہ کہ آپ کسی بھی صورت میں باطل قوتوں کے دباؤ میں آکر تسلیم نہیں ہوں گے اور آپ سوائے اللہ عزوجل کے کسی کے سامنے نہیں جھکیں گے۔

۲۔ یہ کہ آپ کسی صورت ظلم و ستم کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکیں گے بلکہ ظلم و ستم کے خلاف ڈٹنے والوں میں سے ہیں جیسا کہ آپ کے فرزند ارجمند سرور آزادگان حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام بھی اسی پاکیزہ صفت سے بھرپور متصف تھے آپ نے عزت مآب زندگی بسر کی اور آپ نے ہی بے بانگ دہل فرمایا ہے: "میں موت کو صرف سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ہمراہ زندگی کو ننگ وعار"۔

۳۔ امام امیر المومنین علیہ السلام کسی بھی قوت وطاقت کے تابع فرمان نہیں تھے ہاں مگر حیات و ممات کے عطا کرنے والے اللہ عزوجل کے بھرپور تابع فرمان تھے یہ تھے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے خط میں موجود بعض مطالب کی تفصیل۔

گرم لوہے کی داستان

امام امیر المومنین علیہ السلام نے بیت المال مسلمین شدید ترین احتیاط کو روا رکھا ہے اور اس راہ میں آپ نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائی ہیں لیکن اس کے باوجود نہ تو کبھی اپنے لئے اور نہ اپنے بچوں کے لئے اور اہل عیال کے لئے اور نہ ہی کسی بھی رشہ دار کے لئے بیت المال مسلمین سے کوئی چیز اٹھائی ایک دفعہ حضرت عقیل آپ کے بڑے بھائی آپ کی خدمت میں پہنچے جو بہت قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے امام کی خدمت میں اس امید کے ساتھ پہنچے کہ ان کے سارے قرض کی ادائیگی کا بندوبست کر دیں گے لہذا اپنا مدعیٰ رکھتے ہوئے جناب عقیل نے کہا کیا آپ میرے قرضوں کو ادا کر دیں گے ؟

امام علیہ السلام: آپ کے قرض کی مقدر کتنی ہے ؟۔

جناب عقیل: چالیس ہزار

امام امیر المومنین علیہ السلام نے شک کی نگاہ سے جناب عقیل کی طرف دیکھا اور فرمایا میرے پاس تو مال نہیں ہے لیکن صبر کرو یہاں تک کہ میرا حصہ بیت المال سے مجھے مل جائے جس کی کل مقدار چار ہزار ہو گی وہ میں تمہیں دے دوں گا۔

جناب عقیل یہ سن کر بے قابو ہو گئے اور چلا کر کہنے لگے بیت المال تمہارے ہاتھ میں ہے اور مجھے دینے میں ٹال مٹول کر رہے ہو۔

امام امیر المومنین علیہ السلام نے تلخ لہجہ میں عقیل سے کہا کہ سنو یہ بیت المال مسلمین کے صندوق رکھے ہوئے ہیں ان میں کسی ایک کو توڑ کر اس میں جو کچھ بھی ہے لے لو کہ یہ مسلمانوں کا ہی مال ہے۔

عقیل غضبناک ہو گئے اور مولا سے مخاطب ہو کر بولے کیا آپ مجھے چوری کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

امام امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تو آپ مجھے یہ حکم دے رہے ہیں کہ میں آپ کو مسلمانوں کا مال اٹھا کر دے دوں جنہوں نے مجھے امین سمجھ کر میرے پاس جمع کیا ہوا ہے۔

جناب عقیل اس گفتگو کے باوجود امام علی علیہ السلام سے اسرار کرنے لگے اور اپنے قرض اور تنگ دستی کا رونا رونے لگے تو امام علیہ السلام کے پاس کوئی چارہ نہ تھا اس لئے آپ نے ایک لوہا گرمایا اور اسے عقیل کے قریب کیا عقیل سمجھے مال و دینار کی تھیلی ہے اسکے اوپر ٹوٹ پڑے قریب تھا کہ اس کی شدت حرارت سے جل جاتے لیکن امام امیر المومنین علیہ السلام نے اس عمل کے ذریعہ ہر خاص و عام کو یہ درس دیا کہ بیت المال مسلمین میں نہایت احتیاط ہونی چاہیئے اور مسلمانوں کا مال انھیں کے مفادات و مصالح میں صرف ہونا چاہیئے اور انھیں کے فقر و فاقہ کا سدباب کرنے میں صرف ہونا چاہیئے۔

عقیل کا معاویہ کے پاس جانا

جناب عقیل کو اقتصادی تنگیوں نے اور قرضوں کے بوجھ نے بہت پریشان کیا جس کے

باعث ان کے پاس سوائے معاویہ کے پاس سفر کر جانے اور اس سے اپنے قرضوں کی ادائیگی اور معیشت کی وسعت کے لئے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہا ادھر معاویہ بھی فیاضی و دریادلی کے نشے میں چور تھا اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اس ملاقات کے چند تذکرے ملاحظہ ہوں:

ا۔ ایک روز معاویہ نے حضرت عقیلؑ سے کہا اے ابویزید آپ مجھے میرے لشکر اور اپنے بھائی کے لشکر کے بارے میں کچھ بتایئے جناب عقیل نے کسی قسم کا پاس ولحاظ کئے بغیر صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں اپنے بھائی علیؑ کے لشکر کے پاس سے گذرا تو میں نے ان کی راتیں رسول خداؐ کی راتوں کی طرح پائیں اور ان کے دن رسول خداؐ کے دن کی طرح دیکھے بس فرق اتنا تھا کہ میرے بھائی کے لشکر میں رسول خداؐ نہیں تھے میں نے اپنے بھائی کے لشکر میں کسی کو نماز پڑھتے ہوئے پایا کسی کو قرأت قرآن کرتا ہوا پایا اور جب میرا گذر تیرے لشکریوں کے پاس سے ہوا تو میں منافقین کا ایک چھتا پایا جن میں وہ بھی تھے جنہوں نے عقبہ کی رات رسول خداؐ کو مارنے کے لئے ان کے ناقہ کو بھڑکانے والے بھی تھے۔

آپ حضرات اس گفتگو میں جناب عقیل کی متین شخصیت کو ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ نہ تو انھوں نے امیر شام معاویہ کے سامنے سر جھکایا اور نہ ہی اس کے داد و دہش کے رعب میں آئے۔

۲۔ ایک روز معاویہ حضرت عقیل سے کہنے لگا جب کہ شامیوں سے اس کا دربار کھچا کھچ بھرا ہوا تھا وہ بولا علیؑ نے تمہاری قرابت داری کا خیال نہیں کیا اور قطع رحم سے کام لیا ہے اور آپ کو مال و دولت سے نہیں نوازا۔

جناب عقیلؑ نے دو ٹوک جواب دیتے ہوئے فرمایا میرے بھائی نے مجھے بڑی بھاری نعمتوں سے نوازا ہے قرابت داری کا بڑا خیال رکھا ہے اور صلۂ رحم کرتے رہے اور انھوں نے خدا پر حسن ظن رکھا جبکہ تم اور تیرے جیسے لوگ خدا پر سوء ظن کرتے ہو انھوں نے امانتداری سے کام لیا رعیت کی اصلاح کی جب کہ تم لوگوں نے رعایا کے ساتھ خیانت کی ہے اور ان کے امور کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے اے معاویہ چپ رہ تیرا باپ مر جائے کہ میرا بھائی ان پستیوں سے بہت دور ہے۔

حضرت عقیلؑ کے صریحی جواب میں حق کی حمایت، ان کی متین شخصیت، سلامتیٔ نفس کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اس کے بعد جناب عقیلؑ اہل شام کی طرف متوجہ ہوئے اور بلند آواز سے فرمایا اے شامیوں! میں نے اپنے بھائی کو دیکھا کہ وہ دین کو دنیا پر فوقیت دیتے ہیں اور خوف خدا رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں کسی بھی شخص کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ معاویہ نے دین پر اپنی دنیا کو فوقیت دے رکھی ہے گمراہی کی سواری پر پل نکلا ہے خواہشات نفسانی کا تابع ہے اس نے مجھے مال و منال دیا ہے مگر اس کے حصول میں خود اس نے پسینے نہیں بہائے ہیں اور نہ ہی اپنے دست و بازو کی قوت صرف کی ہے یہ میرا وہ رزق ہے جو اللہ نے اس کے ہاتھوں مجھے عطا کیا ہے جس کے حساب و کتاب مجھے نہیں معاویہ کو دینا ہوگا اور نہ میں اس عمل پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں نا تعریفی کلمات کہوں گا۔

ان تعریفی کلمات میں جناب عقیلؑ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے نہایت احتیاط اور دین کے معاملہ میں بے حد محتاط رہنے کی طرف متوجہ کیا ہے کہ امام امیر المومنین علیہ السلام نے کسی کو دین کے احکام میں کسی دوسرے پر ترجیح نہیں دی ہے اور اسلامی شریعت کے

حدود میں اقتصادی و مالی امور میں بال برابر بھی جانب داری نہیں کی ہے اس لئے کہ مسلمانوں کا مال انہیں کی حیات کو بہتر بنانے میں اور انہیں فقر و فاقہ کے دلدل سے نکالنے کے لئے ہے اور امام علیہ السلام کے رشتہ داروں بھائیوں، بیٹوں یا کسی بھی تعلقہ دار کو دوسرے مسلمانوں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے جب کہ اس کے برعکس معاویہ بن ابی سفیان اپنی تعریف کرنے والوں ارکان حکومت کو مضبوط کرنے والوں کو خوب نوازتا اور بیت المال مسلمین سے غیروں کو مالامال کرتا تھا اس کے زمانہ حکومت میں اسلامی اقتصاد کی کوئی ویلو نہیں تھی۔

اس لئے ایک روز جناب عقیل معاویہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دوٹوک فرمایا کہ اے ہند کے لال! خدا کی قسم تو پستیوں کے پیچ گر رہا ہے تیرے قول و فعل سے خباثت ہی ظاہر ہوتی ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ تو جس چیز سے دور بھاگ رہا ہے وہی تیرا احاطہ کئے جارہی ہے۔

معاویہ علیہ الھاویہ، حضرت عقیل کے لفظوں کی دھار سے ذبح ہو رہا تھا اور جناب عقیل بھرے مجمع میں اس کو ننگا کر رہے تھے اور اس کے جرائم و کرتوتوں کی پول کھول رہے تھے بالآخر وہ تلخ گھونٹ پیتے ہوئے بول پڑا آخر ہے کوئی جو مجھے بنی ہاشم کے شر سے بچالے اس کے بعد ان اشعار کو گنگنانے لگا:

" میں انھیں انعام و اکرام سے نوازنے میں کوئی کمی نہیں کرتا ہوں تا کہ یہ لوگ سر زنش و ملامت کے عصا کو سمیٹ لیں لیکن وہ لوگ باز نہیں آئے اور کرم و بخشش کے وقت بھی احترام نہیں کرتے ہیں جب میرے پاس دو عدد کرم و بخشش کا عنوان ہوتا ہے تو میں انھیں کے اوپر دل کھول کر نوازش کرتا ہوں مگر یہ لوگ مجھ سے حسد اور کینہ کی بنیاد پر دور ہو جاتے ہیں میں

تو انھیں بڑے خلوص کے ساتھ بھائی چارہ کے بندھن میں پروتا ہوں لیکن وہ میرے کرم و عطا کو حنظل و علقم بنا دیتے ہیں میں ان سے اسی طرح چشم پوشی کرتا ہوں جس طرح بالوں سے بھرے ہوئے شیر بھڑیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں محبت، صبر، شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہوں اور اس موقع پر بھی اپنے غصہ کو پی جاتا ہوں جہاں معمولاً غصہ کا گھونٹ گلے سے نہیں اترا کرتا۔

خدا کی قسم! اے فرزند ابو طالب اگر یہ نہ کہا جاتا کہ معاویہ نے جلد بازی سے کام لیا اسے سزا و شکنجہ نہیں دینا چاہیئے تھا بلکہ طریقہ سے جواب دینا چاہیئے تھا تو میں تمہاری گھوپڑی کو لوگوں کے ہاتھ کا کھلونا بنا دیتا"۔

معاویہ کی گفتگو خود بول رہی ہے کہ وہ کس قدر حضرت عقیل سے متاثر و نالاں تھا اور اس کی جانب سے حضرت عقیل کو دی گئی عطیات و نوازشیں اس کے لئے ذرا بھی مفید واقع نہیں ہوئیں عقیل اس کی دریا دلی کے سامنے نہیں جھکے اس کی سیاست کے سامنے زیر نہیں ہوئے بلکہ الٹے معاویہ کو شامیوں کے سامنے ذلیل و رسوا کر دیا اور اپنے بھائی سماجی عدالت کے علمبردار حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا قصیدہ پڑھا آپ معاویہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان اشعار کے ذریعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے نیکوکار ساتھیوں کی مدح سرائی اور معاویہ اور اس کے ہوا خواہوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

" میں تجھے ان کے بارے میں سرزنش کرنے میں معذور سمجھتا ہوں جبکہ ان کے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں جو تجھے ایسا جواب دے سکتے ہیں کہ تیری زندگانیٔ دنیا تاریک ہو جائے

مجھے تیری جان کی قسم ہے تو نے انھیں شفقت و مہربانی سے نہیں نوازہ ہے بلکہ اس کے کچھ دوسرے ہی اسباب تھے ورنہ تیرے ارد گرد۔۔۔۔۔۔۔۔ قسم کے لوگوں کا بھی حلقہ ہے"۔

جب کوئی جبار اور سرکش ان کے سامنے قد بلند کرتا ہے اور سرکش وطغیانی پر اتر آتا ہے وہ بھی پیچھے نہیں ہٹتے کہ ان کے پاس ذلت ورسوائی کا بسیرا ہو سکے اپنے سامنے پر دے ڈال لے اور مٹھی کو مضبوطی سے بند کرلے کہ تم میں سے شر پھیلانے والا خیر پھیلانے والے کے مانند نہیں ہے خیر کا دامن تھام لو"۔

یہ کہہ کر جناب عقیل اٹھ کھڑے ہوئے اور معاویہ کی عطاکردہ پیسوں کی تھیلی وہیں زمین پر دے ماری اور غصہ سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے دربار سے باہر نکل آئے اور اس کی عطاو بخشش کو نظر میں نہیں لائے بلکہ اسے واپس پھینک دیا اور یہ واضح کر دیا کہ اعطاء اموال صرف ایک سیاسی کھیل تھانہ کہ رأفت وشفقت اور اس کا محاسن اخلاق و پسندیدہ صفات سے کوئی ربط نہیں ہے۔

بہر حال معاویہ اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور عقیل کے دل کو اپنے طرف مائل کرنے میں ناکام رہالہذا چکنے چپڑے کلمات کے ذریعہ انھیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے لکھتا ہے اما بعد ! اے فرزندان عبد المطلب تم لوگ قصیٰ کی شاخ ہو عبد مناف کے چنندہ اور ہاشم کی منتخب نسل ہو بلاشبہ تم لوگوں کی عقلیں بختہ اور شعور عمدہ و بیدار ہوتے ہیں تم لوگ اچھی طرح سے جسارت کرنے والوں سے عفو و در گذر کر دیتے ہو شرف نبوت اور عزت رسالت سے مقرون و

وابستہ ہو خدا کی قسم جو ہوا وہ برا ہوا اب ہرگز ایسی باتوں کی طرف مرتے دم تک نہیں پلٹوں گا یہاں تک کہ زیر خاک دفن کر دیا جاؤں۔

آپ ملاحظہ کریں کہ معاویہ کن کن مکاریوں کے انواع واقسام کے ذریعہ دھوکا دینا چاہتا ہے یہ بھیڑیا زمانہ جاہلیت کے تمام خرافات اور بے ہودہ رسم ورواج کا پروردہ ہے اور اس کی طبیعت میں جاہلیت کے خرافات روح بس گئے ہیں لہذا جناب عقیل نے اس کے خط کا جواب ان دو بیتوں کے ذریعہ دیا:

"تم نے سچ کہا ہے لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ نا میں تجھے دیکھوں اور نہ تو مجھے دیکھ سکے میں اپنے دوست کے بارے میں برا نظریہ نہیں رکھتا ہوں لیکن اگر وہ مجھ پر زیادتی کرتا ہے تو روک تھام ضرور کرتا ہوں"۔

معاویہ نے پھر خط لکھ کر عقیل کو اپنی طرف موڑنا چاہااور ان سے عفو بخشش کا خواہاں ہوا یہ بخشش طلبی اور اپنی طرف عقیل کو موڑنے کی کوشش ہمارے لئے یہ بات آشکار کرتی ہے کہ جناب عقیل اور معاویہ کے ذریعہ کوئی دوستی یا محبت آمیز ربط وضبط نہیں تھا بلکہ معاویہ کا دل عقیل کی طرف سے بغض وکینہ کی پیداوار کا کھیت تھا اسی لئے جناب عقیل نے معاویہ کو خط میں لکھا کہ اے معاویہ اگر دنیا نے تیرے سامنے گھٹنے ٹیک دئے ہیں اور تیرے گھر کی لونڈی بن گئی دنیا کے سراپردے تیرے آنگن میں لہرا رہے ہیں اور تیری سلطنت کی رسیاں بہت پھیل گئی ہیں تو اس سے نہ تو مجھے اپنی طرف راغب کر سکتا ہے اور نہ ہی میں خضوع وخشوع کرنے والا ہوں۔

ان ردوبدل ہونے والے خطوط سے یہ بات تو آشکار ہے کہ حضرت عقیل اور معاویہ کے درمیان جیسا کہ بعض مصنفین نے سمجھ لیا ہے کوئی خوش گوار رابطہ اور میل محبت جناب عقیل اور معاویہ کے درمیان نہیں تھی ان دونوں کے درمیان تال میل اور محبت و عقیدت بھرے رشتے کا دعویٰ کرنے والے اپنے دعوے میں سچے نہیں ہیں۔

ناقابل قبول روایت

ایک وہ روایت کہ جس کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ جعلی اور من گھڑت ہے وہ روایت ہے جسے مدائنی نے روایت کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ معاویہ نے جناب عقیل سے کہا کہ کیا آپ کوئی حاجت رکھتے ہیں کہ میں اسے پورا کردوں عقیل نے کہا ہاں ایک کنیز میرے سامنے پیش کی گئی تھی لیکن اس کے مالکوں نے مجھے بیچنے سے انکار کردیا اور اس کی قیمت ۴۰ ہزار قرار دے رہے ہیں۔

معاویہ نے عقیل سے مزاح کرتے ہوئے کہا آپ کو ۴۰ ہزار قیمت کی کنیز سے کیا کام ہے جب کہ آپ اندھے ہیں آپ کے لئے تو پانچ سو درہم کی کنیز بھی کافی ہے۔

عقیل نے جواب دیا کہ میں اس کنیز سے مباشرت کرکے ایسا بیٹا پیدا کرنا چاہتا ہوں کہ جس کو اگر تو غصہ دلائے تو وہ تمہارے گردن کاٹ کر رکھ دے۔

معاویہ ہنس پڑا اور عقیل سے بولا اے ابویزید میں تو تم سے مزاح کر رہا تھا اور اسکے بعد حکم دیا اور وہ کنیز خرید کر عقیل کے سپرد کر دی گئی جو شہید جاوید جناب مسلم بن عقیل کی والدہ قرار پائیں۔

اسی روایت کو روایت کرنے والوں نے معاویہ کو حلیم و بردبار قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے اور یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ حضرت عقیل معاویہ سے کس قدر وابستہ اور بھرپور رابطہ میں تھے ہم اس روایت کے بقیہ حصہ پر آئندہ کی بحثوں میں دوسرے بعض مطالب پیش کریں گے۔

ا۔ حضرت عقیل کی اولاد، بیٹے

جناب عقیل کی اولاد، شرف و عظمت کی طلایہ دار تھی اولاد عقیل خاندان ہاشم کے وہ جگر گوشے تھے جنہوں نے اسلام کی خاطر عظیم قربانیاں دیں اور صرف اپنے کردار اور ایمان میں نمونہ ذوات تھے ان کی عظمت و شرف و کمال کے لئے یہی کہہ دینا کافی ہے اکثر اولاد عقیل سید الشہداء سردار آزادگان حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہم رکاب ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں جنہوں نے انقلاب برپا کر کے عرب دنیا کے مشرقی علاقہ میں قرآن مجید کی حکومت قائم کرنا چاہی اور اموی حکومت کے ذریعہ جاہلیت کے رسوم و رواج کو پلٹانے والے مشن کو ناکارہ بنا دیا تھا ذیل میں ہم اولاد عقیل کے بعض بزرگ ہستیوں زن و مرد کے مختصر تذکرے کو قلم بند کرتے ہیں اس لئے نظر نواز کر رہے ہیں یہ وہ نمونۂ ذات اور بزرگ و بلند اقدار کے مالک اولاد عقیل ہیں کہ جو شرف و عزت ایمان و ایقان کے نمونے تھے اور اپنی بلندیٔ ذات کے باعث بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لیجئے ان کے مختصر حالات ملاحظہ کریں:

ا۔شہید مسلم بن عقیل

جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام دنیائے اسلام کے جاوید اس بہادر کا نام ہے جن کی سیرت و کردار کا جائزہ لینے کے لئے زیر نظر کتاب میں ان کی سوانح حیات ذکر کی جارہی ہے۔

۲۔جعفر الاکبر

جعفر کی مادر گرامی کا نام خوصاء کلابیہ تھا اور ام البنین ان کی کنیت تھی جعفر الاکبر بہت بڑے مجاہد تھے آپ ہی ریحانۂ رسول خداؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہم رکاب ہو کر کربلاء میں حاضر تھے اور بہت ہی عزم و ارادہ کے ساتھ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل وعیال کا دفاع کیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں کارزار میں وارد ہوئے۔

"میں بطحاء سے تعلق رکھنے والا ابو طالب کا پوتا، غالب اور خاندان بنی ہاشم کا جوان ہوں ہم ہی سارے بہادروں کے سردار ہیں اور یہ حسین ابن علیؑ تمام طیب و طاہر لوگوں میں سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ ہیں"۔

جناب جعفر الاکبر نے اموی لشکر کے سامنے آشکار کر دیا کہ وہ خاندان ہاشم میں سے ہیں کہ سب سے زیادہ عزت دار اور شریف گھرانہ ہے اور وہ شرف و عزت کے ساتھ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا دفعہ کرنے کے لئے لڑتے ہیں جو اس دنیا کی سب سے زیادہ قابل فخر و مباہات ذات ہیں اس کے بعد اس مرد مجاہد نے شدید حملہ کیا جنگ کے دوران دھوکے سے ایک ملعون عروہ بن عبداللہ خشعمی نے تیر سے نشانہ لگایا جو جعفر الاکبر کی شہادت کا سبب بن گیا۔

۳۔ عبدالرحمن بن عقیل

آپ کی مادر گرامی ام ولد کنیز تھیں آپ بھی خاندان ہاشم کی قابل فخر شخصیات میں سے ہیں ابھی جوانی کی عمر اور عہد شباب میں تھے کہ کربلاء کا واقعہ رونما ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہم رکاب تھے امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیئے بڑی بہادری کے ساتھ میدان قتال میں آئے اور زبردست حملہ کیا حملہ کرتے جاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے:

"میرے باپ عقیل بن ابی طالب ہیں میں ہاشمی گھرانے سے ہوں میری قدر پہچانو کہ میرے سارے بھائی ہاشمی ہیں ہم سب سچائی کے بزرگ مرد اور اہل قرآن کے سید و سردار ہیں اور یہ امام حسین علیہ السلام عظیم آباء کے عظیم الشان فرزند ہیں"۔

عبدالرحمن نے خود ہی اپنے تابناک نسب کا چرچہ کیا اور بتلادیا کہ میں عقیل کا لال ہوں اور خاندان ہاشم سے میرا تعلق ہے جو مجد و بزرگی والا گھرانہ ہے اور دنیا عرب و اسلام میں شرف و فضیلت کا ستون ہے عبدالرحمن بن عقیل نے وفاداری و سچائی کے ساتھ اپنے آقا و مولا حضرت امام حسین علیہ السلام کا دفاع کیا جو امام تمام اعلیٰ اقدار اور عمدہ صفات و سمو ذات کا پیکر تھے اس بہادر جوان نے بھی بڑے بڑے پہلوانوں کو قتل کیا اور پھر درجہ شہادت پر فائز ہو گیا اس جوان کی شہادت میں بشریت کے نجس نمائندے عثمان بن خالد جہنی اور بشیر بن حوط قابضی شریک تھے۔

۴۔ محمد بن عقیل

آپ کی مادر گرامی بھی ام ولد کنیز تھیں آپ کا شمار فقہاء عظام میں ہوتا تھا ابو عبداللہ

کنیت تھی آپ نے اپنی چچازاد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بیٹی زینب صغریٰ سے شادی کی تھی اور آپ حضرت امام حسین علیہ السلام ریحانۂ رسول خداؐ کے ہم رکاب ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۵۔ علی الاکبر

عالم جوانی میں ہی تھے کہ حادثۂ عظیم کربلاء رونما ہوا اور اپنے چچیرے بھائی حضرت سید الشہداء سرور آزادگان امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھے بڑے ہی عزم و بلند حوصلہ کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی نصرت کی اور ان کے دفاع میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۶۔ عبد اللہ الاکبر

آپ کی مادر گرامی بھی ام ولد کنیز تھیں سید و سردار آزادگان حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ سے مکہ اور مکہ سے پھر کربلاء آئے اور امام حسین علیہ السلام کے سامنے میدان شرف و جہاد میں اترے عثمان بن خالد اور ایک ہمدانی ظالم کے ہاتھوں قتل ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

۷۔ ابو سعید بن عقیل

آپ کی مادر گرامی کا نام خوصۂ کلابیہ تھا بڑے حاضر جواب اور بے باک گفتگو کرنے میں اپنے باپ عقیل بن ابی طالب کے مشابہ تھے بڑی عظمتوں کے مالک سرداروں میں سے تھے کبھی کوئی آپ کے احتجاج و مناظرے میں مقابلہ نہیں کر پاتا تھا مگر یہ کہ اسے زیر کر دیتے تھے ایک

واقعہ ملاحظہ ہو تاریخ میں ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے معاویہ کے پاس عبد اللہ بن زبیر بھی بیٹھا ہوا تھا معاویہ نے چاہا کہ امام حسن علیہ السلام اور عبد اللہ بن زبیر کے درمیان تلخی پیدا کر دے لہذا اس نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے ابو محمد علی بن ابی طالب اور زبیر بن عوام میں سن کے اعتبار سے کون بڑا تھا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام: دونوں سن و سال کے اعتبار سے بہت قریب العمر تھے لیکن علی بن ابی طالب زبیر سے بڑے تھے خداوند متعال میرے بابا علی پر رحمت نازل فرمائے۔

فوراً عبد اللہ بن زبیر بول پڑا اللہ میرے بابا زبیر پر رحمت نازل فرمائے۔

اس وقت بزم معاویہ عقیل کے فرزند ابو سعید موجود تھے آپ عبد اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا اگر کوئی اپنے باپ پر رحمت کی دعا کرتا ہے تو تو کیوں جوش میں آ رہا ہے۔

عبد اللہ بن زبیر: میں نے بھی اپنے باپ کے اوپر رحمت کی دعا کی ہے۔

جناب ابو سعید بن عقیل بپھر گئے اور اپنے آبدار گفتگو کے ذریعہ فرمایا: کیا تو سمجھتا ہے کہ وہ (تیرا باپ زبیر) ان کا (امام علی علیہ السلام کا) ہمسر و برابر ہیں (دونوں کو ایک جیسا سمجھتے ہو؟)

عبد اللہ بن زبیر بولا: کیوں نہیں دونوں قریش سے ہیں دونوں نے اپنی طرف دعوت دی ایک کو حکومت مل گئی دوسرے کو نہیں مل سکی بس۔

اس دفعہ ابو سعید بن عقیل نے سخت وار کیا اور فرمایا اے عبد اللہ حضرت علی علیہ السلام قریش سے ہیں اور جناب رسول خداؐ سے کیا منزلت رکھتے ہیں تم خوب اچھی طرح جانتے ہو اور

جب انھوں نے دعوت دی تو لوگ ان کی طرف آگئے اور وہ راس و رئیس تھے لوگ ان کے تابع تھے لیکن جب زبیر نے اپنی طرف دعوت دی تو اس کا سرغنہ ایک عورت تھی (عائشہ) سرغنہ وہ تھی تیرا باپ تابع تھا اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہوئے تو اس سے پہلے کہ حق کا غلبہ ہوتا اور وہ اس کی پیروی کرتا پیٹھ پھرا کر بھاگا اور اسے ایسے شخص نے قتل کر ڈالا جو کہ اگر تیرے باپ کے ایک عضو بدن سے اس کا مقابلہ کیا جاتا تو وہ چھوٹا ہی پڑتا مگر اس کے باوجود اس نے تیرے باپ کی گردن کاٹ دی اور اس کے جسم سے سارے لباس اور تلوار و تیر چھین لئے لیکن حضرت حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اپنے چچازاد بھائی رسول خداؐ کی مانند جا ملے خداوند متعال کی ان کے اوپر رحمت نازل ہو۔

اس کے بعد ابو سعید اور عبد اللہ بن زبیر کے درمیان کچھ اور بھی تلخ کلامیاں ہوئیں تو معاویہ نے دونوں کو چپ رہنے کا حکم دے دیا آپ اس چھوٹے سے مکالمے میں جناب ابو سعید کی قوت مناظرہ و بیباکی اور دشمن کو لاجواب کر دینے کی قدرت کو دیکھ رہے ہیں کہ دشمن انکے سامنے ٹک ہی نہیں سکا۔

۸۔ عبد اللہ الاصغر

آپ کی مادر گرامی بھی ام ولد کنیز تھیں آپ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی دختر گرامی سیدہ فاضلہ حضرت نفسیہ سے شادی رچائی اور آپ بھی سبط رسول خداؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمرکاب ہو کر میدان کربلاء میں شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔

۹۔ عون بن عقیل

آپ کی مادر گرامی بھی ام ولد کنیز تھیں آپ بھی کربلاء میں امام حسین علیہ السلام کے ہمرکاب ہو کر شہید ہوئے۔

۱۰۔ محمد بن عقیل

آپ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ میدان شہادت میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، لقیط بن یاسر نامی ملعون نے آپ کو تیر سے نشانہ بنایا اور شہید ہو گئے۔ آپ صاحب اولاد تھے آپ کے بیٹے کا نام احمد تھا جس وقت محمد بن عقیل میدان قتال میں آئے ہیں تو رجز پڑھ رہے تھے:

"آج میں اپنا حسب و نسب اور اپنا دین و مذہب آشکار و بیان کروں گا زبان سے نہیں بلکہ اپنی اس تلوار سے جو میرے داہنے ہاتھ میں ہے اس کے ذریعہ میں اپنے آقا و مولا فرزند علی مرتضیٰ طاہر و امین کا دفعہ کروں گا اور اپنے دین کو بھی محفوظ رکھوں گا"۔

دشمنان خدا آپ کے اوپر ٹوٹ پڑے اور تلواروں سے وار کرنے لگے یہاں تک کہ آپ زمین کربلاء پر گر پڑے اور خدا کی راہ میں تاریخ اسلام کے مقدس ترین جہاد میں لڑتے لڑتے پہنچ گئے۔

۱۱۔ یزید بن عقیل

آپ کی ماں خاندان کلاب سے تعلق رکھتی تھیں اور جناب عقیل آپ کی وجہ سے ہی ابو یزید کہے جاتے تھے (ظاہراً یزید بن عقیل حضرت عقیل کے فرزند ارشد تھے کہ جسکی بنیاد پر آپ کو ابو یزید کنیت ملی)۔

۱۲۔ ہمزہ بن عقیل

آپ کی ماں بھی ام ولد کنیز تھیں۔

۱۳۔ یحیٰ بن عقیل

آپ کی ماں بھی ام ولد کنیز تھیں۔

۱۴۔ عثمان بن عقیل

آپ کی ماں بھی ام ولد کنیز تھیں۔

یہ تھے حضرت عقیل کے فرزندان اور اکثر ان میں سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمرکاب تھے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ہیں شاعروں نے ان بزرگواروں کا مرثیہ کہا ہے ایک شاعر کہتا ہے:

"اے آنکھ اشک بہا مگر سوزش و چیخ کے ساتھ اور جب بھی آل رسولؐ پر گریہ کناں ہو تو حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ فرزندوں پر اور حضرت عقیل بن ابی طالب کے ۹ فرزندوں پر بھی ندبہ کر کہ انھیں شہر و دیار سے جلاوطن ہونے کے بعد شہید کر دیا گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرزندان عقیل کے اپنی نصرت و حمایت میں جوش و ولولے اور فنا فی اللہ کے جزبات کو دیکھ کر فرمایا تھا" اللهم اقتل قتلة آل عقيل "خدایا جناب عقیل کی اولاد کے قاتلوں کو تو قتل کر دے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرزندان شہیدان عقیل کی نہایت تکریم و تعظیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں" انی لاذکر یوفهم مع ابی عبد الله علیه السلام فارق لهم " بتحقیق کہ میں فرزندان عقیل بن ابی طالب کی قربانیوں کو حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ یاد کرتا ہوں تو مجھ پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور میں فرزندان عقیل پر گریہ کرتا ہوں۔

اور اب ہم اس مقام پر فرزندان عقیل میں بزرگ و آقا شخصیات پر گفتگو کو اختتام پر پہنچاتے ہیں۔

۲۔ عقیل کی اولاد، بیٹیاں

جناب عقیل کو اللہ نے بزرگ مرتبہ اور فاضلہ و معظمہ بیٹیاں بھی عطا فرمائی ہیں ذیل میں ہم چند کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

۱۔زینب بنت عقیل

علامہ عبیدلی فرماتے ہیں جناب زینب بنت عقیل حضرت عقیل کی سب سے بڑی بیٹی تھیں اور عقل و شعور کے اعتبار سے سب سے زیادہ خرد کی مالکہ تھیں آپ کی مادر گرامی ام ولد کنیز تھیں آپ حضرت امام حسین علیہ السلام پر بڑے دکھ بھرے لہجہ میں گریہ وماتم کیا کرتی تھیں اور آپ نے امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ کہا ہے فرماتی ہیں:

"اے قوم جفاکار تم لوگ اس دن رسول خداؐ کو کیا جواب دوگے جب وہ جناب تم سے یہ کہیں گے کہ تم نے میری آل اولاد کے ساتھ میرے بعد کیسا سلوک کیا ہے جب کہ تم آخری امت تھے تم نے ان میں سے بعض کو اسیر کر لیا اور بعض کو ان کے خون میں اغشتہ کر دیا یہ تو میری خیر خواہی و تبلیغ رسالت کی جزاءنہ تھی کہ تم میرے اہلبیت میں مجھے برائی سے بدلہ دوگے"۔

۲۔ام عبد اللہ بنت عقیل

۳۔رملہ بنت عقیل

۴۔ام قاسم بنت عقیل

۵۔ام ہانی بنت عقیل

۶۔فاطمہ بنت عقیل

۷۔ ام نومان بنت عقیل

یہ بزرگ و محترم خواتین حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اپنے محترم بھائیوں کے غم میں بھی مبتلاء ہوئیں اسی لئے وہ سب اپنے بھائیوں کا مرثیہ روح کی گہرائیوں سے پڑھتی تھیں اور مسلسل حزن وملال اور غم واندوہ میں ڈوبی رہتی تھیں۔

اس مقام پر ہماری گفتگو حضرت مسلم بن عقیل کے معظم گھرانے کے سلسلہ میں ختم ہوتی ہے ہاں ایک بڑی اہم شئ باقی رہ گئی ہے جس کے سلسلہ میں گفتگو باقی ہے اور وہ ہے حضرت مسلم کی مادر گرامی کے سلسلہ میں گفتگو، حضرت مسلم کی مادر گرامی عفت وطہارت سے فضیلت و عظمت میں اپنے زمانے کی سربرآوردہ خواتین میں سے تھیں حضرت عقیل بن ابی طالب کا شیوہ یہ تھا کہ وہ اپنی پاکیزہ ومبارک ذریت کے لئے بہترین کنیز اور خواتین کا انتخاب کیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد بہترین فرزندان اسلام ثابت ہوئیں جو حق میں فنا بہترین سیر وسلوک کی مالک اور راہ خدا میں جہاد کرنے والی ذریت تھی۔

مادر مسلم بن عقیل

جناب مسلم بن عقیل کی مادر گرامی کے سلسلہ میں مورخین اور نسب شناسوں میں اختلاف رائے ہے بعض اقوال نظر نواز کررہاہوں:

۱۔ جناب مسلم کی مادر گرامی قبطیہ علاقہ کی تھیں اور اس قبیلہ کے اشراف وبزرگ گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں قبطی لوگ ملک عراق کے قدیم باشندے تھے اور فارسیوں کے قبضہ سے قبل ان

کے درمیان بادشاہ ہوا کرتے تھے لیکن جب فارسیوں نے ان کے قبائل پر غلبہ حاصل کر لیا تو ان کی نسل بھی فارسیوں کے ساتھ گھل مل گئی اس سلسلے میں علامہ مسعودی نے ایک الگ نظریہ قائم کیا ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

علامہ سید مکرم کا کہنا ہے کہ یہ بات واقعات سے بعید نہیں ہے کہ جناب عقیل نے اپنے لئے قبطیوں کے قبائل کی خاتون کو منتخب فرمایا ہو کیونکہ وہ لوگ بھی انھیں جزبات اور اقدار کے حامل تھے جن کی طرف خداوند عالم نے دعوت دی ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جناب عقیل سے مکہ میں تجارت کی غرض سے آئے ہوئے قبطیوں سے واقفیت حاصل کی ہو اور پھر رشتہ ہوا ہو یا پھر مدینہ طیبہ میں مرقد مطہر رسول خداؐ کی زیارت کے لئے آئے ہوئے ہوں قبطی قبیلہ سے تعلقات کی بنیاد پر جناب عقیل نے اسی خاندان و قبیلہ سے رشتہ مضبوط کیا ہو اور پھر مادر مسلم کا انتخاب کیا ہو۔

۲۔جناب مسلم کی مادر گرامی ایک کنیز تھیں جنھیں جناب عقیل نے ملک شام سے خریدا تھا اور ان کا نام علیہ تھا اس مقام پر ایک روایت بھی وارد ہوئی ہے جس کی صحت کے سلسلے میں میں نے سابقہ گفتگو کی ہے وہ روایت اسی نظریہ دوم کی تائید کرتی ہے لیکن اس کے علاوہ ہمیں اسی معزز و محترم خاتون کے سلسلہ میں معلومات فراہم نہیں ہو سکی ہے حالانکہ اس عظیم خاتون کے بطن سے اسلام کی ایک زبردست شخصیت اور علم و دانش اور فکر و عقیدہ کے ایک مینارے نے جنم لیا ہے۔

حضرت مسلم کی ولادت اور پرورش

حضرت مسلم بن عقیل کی ولادت باسعادت پر خاندان نبوت و رسالت کو بڑی خوشی و

مسرت حاصل ہوئی تھی جن کی شہادت کی خبر کو جناب رسول خداؐ نے اور ان کی قربانی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خاطر پیش کرنے کا چرچہ کر دیا تھا ہم بطور اختصار حضرت مسلم کی ولادت و پرورش سے متعلق بعض امور کو پیش کررہے ہیں۔

زمان ولادت مسلم علیہ السلام

تاریخ نگاری کرنے والوں نے جناب مسلم کی سال ولادت کو نظر انداز کر دیا ہے اسی لئے تحقیق کے باوجود صحیح تاریخ ولادت دست یاب نہیں ہو سکی ہے اور اختلاف تاریخ کا سبب در حقیقت ہنگام شہادت ان کی عمر مبارک کے سلسلے میں اختلاف ہے بعض اقوال ملاحظہ ہوں:

۱۔ ۲۸ سال کے تھے۔

۲۔ ۳۴ سال کے تھے۔

۳۔ ۳۸ سال کے تھے۔

علامہ مظفر نے پہلے قول کو بعید جانا ہے کیونکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ صفین میں حضرت مسلم کو ایک لشکر کی قیادت سونپی تھی اور امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے پاس حضرت مسلم کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجا تھا جب کہ آپ اس وقت بھرپور جوان تھے پھر کیسے ممکن ہے کہ انھیں اس قدر بھاری معرکہ کو سر کرنے کے لئے اس سن ۲۸ سال میں سفیر چنیں گے۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اس طرح بھرپور جوان کو ایلچی منتخب کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے جناب رسول خداؐ نے بھی اسامہ بن زید کو سردار لشکر قرار دیا جبکہ وہ صرف ۱۸ برس کے تھے اور انکو اپنے بڑے بزرگ صحابی ابو بکر، عمر، ابو عبیدہ جراح وغیرہ کے اوپر سرداری وسپہ سالاری سونپی تھی۔

مقام ولادت جناب مسلم

حضرت مسلم بن عقیل کی ولادت مدینہ منورہ میں اپنے باپ عقیل کے گھر میں ہوئی جو گھر بعد میں آل ابی طالب کا مقبرہ بن گیا اور بقیع کا پہلا حصہ جناب عقیل کا گھر ہی تھا۔

مراسم ولادت جناب مسلم

حضرت مسلم بن عقیل کی ولادت کے موقع پر تمام شرعی مراسم ولادت کو اجراء کیا گیا حضرت عقیل نے اپنے لال کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی یعنی حضرت مسلم کے کانوں سے سب سے پہلے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ وغیرہ کی صدائیں ٹکرائیں ہیں یہ آواز حضرت مسلم کے روح وجان کی گہرائیوں اور دل کے نہاں خانوں میں اتر گئی اور یہ آواز آپ کی زندگی کا نغمہ بن گیا اور اسی کی خاطر حضرت مسلم شہید بھی ہو گئے۔

ولادت کے ساتویں دن حضرت مسلم کے پدر بزرگوار جناب عقیل نے اسلامی سنت جسے جناب رسول خداؐ نے قائم فرمایا تھا اپنے لال کا عقیقہ کیا ایک بکرا ذبح کیا، اس سنت کا آغاز جناب

رسول خداؐ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر کیا تھا اور پھر سرور آزادگان حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر دہرایا تھا۔

تربیت وپرورش

حضرت مسلم بن عقیل کی مادر گرامی نے اپنے فرزند کو اچھی طرح تربیت و پرورش شروع کی انھیں عفت وطہارت کے غذا دی اس طرح آپ کے والد بزرگوار حضرت عقیل جو خود بھی فضائل وکمالات کے مالک تھے حضرت مسلم کو فضائل وکمالات سے اور آداب اسلامی و احکام قرآن وغیرہ کے ساتھ پروان چڑھایا اسی لئے جناب مسلم مسلمانوں کے درمیان سربرآوردہ شخصیات میں سے بن گئے اور دینداری وپرہیز گاری، دینی معاملات میں نہایت احتیاط برتنے لگے یہاں تک کہ آپ نے اپنے زمانے میں اپنے ساتھیوں اور ہم عمروں میں فوقیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

نشو نما

حضرت مسلم علیہ السلام مرکز علم ودانش اور تقویٰ وپرہیز گاری میں پروان چڑھے وحی و تنزیل کے گھروں میں رشد ونمو ہوئی باب شہر علم نبی حضرت امیر المومنین علیہ السلام جیسے چچانے اپنے کمالات و فضائل کے ذریعہ انکی تربیت کی، رسول خداؐ کے دو پھول جوانان جنت کے دونوں سردار حضرت امام حسن مجتبیٰؑ اور حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ رہے ان دونوں بزرگواروں کے نیک کردار اور حسن سلوک سے متاثر ہوئے ان کے اقدار وکمالات فضائل واخلاق کے نمونے جناب مسلم کی روح وجان کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئی اور خاص طور آپ سید

الشہداء امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہنے لگے امام حسین علیہ السلام کے نزدیک جناب مسلم خاندان ہاشم کے تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے تھے اسی لئے آپ نے اپنا نائب اور سفیر بنا کر روانہ فرمایا تاکہ اموی سلطنت پر سب سے بڑا اور موثر انقلاب برپا کیا جاسکے۔

جناب مسلمؑ کے ذاتی عناصر وصفات

حضرت مسلم علیہ السلام بہت سے فضائل و کمالات اور شریف اوصاف سے مالا مال تھے جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

ا۔ اللہ عزوجل پر ایمان

اللہ عزوجل پر ایمان اور اسلام کے جاوید اں اقدار پر ایقان حضرت مسلم شہید کے ذاتی عناصر بلکہ ذاتیات میں شامل ہو گیا تھا یہ آپ کے عظیم ایمان و ایقان تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کو اپنی نیابت و سفارت کے عظیم منصب سے سر فراز فرمایا تاکہ بخوبی پیغام امام کو پہنچا سکیں کوفیوں کو نماز کی امامت کریں اور ان سے حقوق مال دریافت کریں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص اتنے بڑے منصب پر تعینات ہو رہا ہے ضروری ہے کہ اس کے اندر نہایت درجہ کی پرہیز گاری ایمان اور دین کی پابندی کا مالک ہو۔

۲۔ شجاعت ودلیری

خاندان بنی ہاشم کی نمایاں اور زبان زد خاص وعام صفات میں سے ایک ان کی شجاعت اور بہادری ہے حضرت رسول خداؐ تمام موجودات ہستی میں سب سے بڑے بہادر اور دلیر انسان تھے حضرت امیر المومنین علیہ السلام جناب رسول خداؐ عظیم شجاعت اور بے پناہ دلیری توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب بھی میدان کارزار گرم ہو جاتا تھا اور قریش بھاری بھر کم پہلوان لڑنے مرنے پر کمربستہ ہو کر میدان میں اترتے تھے تو سارے مسلمین کہ جن میں سے ایک حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام بھی ہیں جناب رسول خداؐ کی پناہ لیتے تھے آپ کی نہایت دلیری اور عظیم شجاعت و بہادری تھی کہ جن کے باعث اصحاب کے اندر جوش وولولہ ونشاط و قوت اور عزم وارادہ قوی ہو جاتا تھا۔

حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام اپنی شجاعت کے باعث اسلام کے شجاع جن کی شجاعت پر بنام معنٰی افتخار کیا جاتا ہے آپ ہی نے اپنی شمشیر برندہ سے ان جبار و سرکشوں کے سر کاٹ کر رکھ دیئے جو نور خدا کو گل کرنا چاہتے تھے اور گناہوں سے پر زندگانی جاہلیت کے آثار کو زندہ کرنا چاہتے تھے اور اگر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا جہاد اور ان کی جدوجہد نہ ہوتی تو دین اسلام اپنے قدموں پر پوری طاقت کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اس عظیم و شجاعت و شہادت میں امیر المومنین علی علیہ السلام کی اگر کوئی برابری کر سکا ہے تو آپ کے فرزند ارجمند سید و سردار آزادگان و سردار جوانان جنت حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں کہ جنھوں نے بروز عاشورہ اپنے موقف اور کارزار کے ذریعہ اپنے بابا کی شجاعت و بہادری کو ذہنوں میں دوبارہ ابھار دیا اور ضرب المثل بن گئے اس سلسلہ میں سید حیدر حلی فرماتے ہیں:

"حضرت امام حسین علیہ السلام کے مانند کسی مقتول نے میدان کارزار میں بہادروں کو اور نبرد آزما شیروں کو اس طرح نہیں ڈرایا جس طرح میدان کربلاء میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ڈرایا ہے"۔

جناب سید حیدر حلی اپنے اشعار میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی نادر وانوکھی شجاعت وبہادری کی توصیف فرماتے ہیں:

"قوم نابکار نے چاہا کہ ظلم وستم کے ساتھ انھیں بچھاڑ دے لیکن یہ ارادہ نہ خدا کو گوارہ ہوا اور نہ ہی شمشیر برندہ کو، وہ گردن پستی کی طرف کیسے خمیدہ ہو سکتی تھی جس نے کبھی غیر خدا کے سامنے خضوع وخشوع کیا ہی نہیں ہے، اس شیر مرد کے پاس ذرہ سے بھی زیادہ دفاع کرنے والی (وار کو پلٹا دینے والی) قوت ہے کہ جہاں نیزے پروں کی طرح پھیلے ہوئے آکر ٹھہر جاتے ہیں جہاں دنیا بھر کے لوگوں کے سینوں کو تنگی محسوس ہوتی ہے وہاں حفاظت وتحفظ کی بازگشت اسی ذات والا صفات کی طرف ہوتی ہے، انھوں نے عزت وآبرو کی زندگی کے علاوہ کچھ پسند ہی نہیں کیا ہے یا پھر میدان کارزار میں عزت کے ساتھ لڑتے ہوئے اور شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہونا پسند کیا ہے انھوں نے اکیلے ہی لشکر پر لشکر کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے گویا کہ آپ کے بدن کا ہر ہر عضو بذات خود لشکر تھا"۔

آپ نے دیکھا کہ کس طرح سید حیدر حلی نے امام حسینؑ کے بے حد وحصر شجاعت کی اچھے انداز میں توصیف کی ہے اس طرح کی شجاعت تمام بنی ہاشم کی رگوں میں رچی بسی ہوئی تھی سید حیدر حلی آپ کے چچازاد بھائیوں اور بھتیجوں کی شجاعت وبہادری کی توصیف میں فرماتے ہیں:

"وہ ایسی جماعت ہے کہ جو پرانے زمانے سے غیرت و حمیت کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں انہوں نے نہ کبھی ظلم و ستم کیا اور نہ ہی کسی سے ہارے، میں نے انھیں چھوٹی عمروں والا پایا ہے وہ بوڑھے ہوتے ہی نہیں کیونکہ ڈرنے والے بوڑھے ہوتے ہیں اور یہ لوگ نڈر قوم ہیں"

سید حیدر حلی ان پر فخر و مباہات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور ان کی کتنی ایسی بستیاں ہیں جن میں حفاظت و حمایت کرنے والے ہمہ تم آمادہ رہتے ہیں اور ان کا کوئی بیٹا ایسا نہیں ملے گا کہ جس کے سر پر میدان کارزار میں پرچم لہرانہ رہا ہو وہ آسمانوں کے پرندوں کو بھی سر و سیر اب کرتے ہیں اور اپنے پڑوسیوں کی حفاظت کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ جس کی گواہی گھر میں رہنے والیاں دیتی ہیں سارے ہاشمی بلکہ سبھی لوگ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انھوں نے کبھی نہ تو تلوار کی خاطر اور نہ ہی مہمانوں کی خاطر کنجوسی نہیں کی ہے یہ لوگ در حقیقت ہر شہر و دیہات میں سہہ سوار جنگ ہیں انکی تلواروں سے ڈھیر ہونے والے ہر جگہ ملیں گے جنھیں قبروں کے پتھروں نے نہیں چھپایا ہے گویا کہ ہر گھر کا صحن انھیں کا اپنا ہے اور انکے اندر انکے اہل و عیال رہتے ہیں جنھوں نے شہری چلن نہیں دیکھا ہے یا مہمان نہیں جو دوست بن گئے ہیں"۔

شجاعت و بہادری اپنی مکمل شکل و صورت میں اور بہترین معنی و مفہوم کے ساتھ ہاشمیوں کے شیر حضرت مسلم بن عقیل میں نمایاں تھی جنھیں بنی امیہ کے لشکریوں و حشی جتھہ گھیرے ہوئے تھا اور آپ تن و تنہا کوفہ کی گلیوں میں ان کا مقابلہ کر رہے تھے کہ جہاں جنگ کرنے کی مجال نہیں ہوا کرتی لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کی کثرت کی پرواہ کئے بغیر شہامت و شجاعت و

قوت کے ساتھ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کیا اور ایسی بہادری دکھلائی کہ اس کی توصیف کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ اتنا بڑا لشکر مارے خوف دہشت کے ان کے سامنے سے ایسے بھاگ رہا تھا کہ ان کے سپہ سالار ابن اشعث کو مبہوت ہونا پڑا اور اس نے یہ ماجرہ دیکھ کر اپنے سردار عبید اللہ ابن زیاد کے پاس مزید فوجیوں کی ٹکڑی بھیجنے کا پیغام بھیجا جسے ابن مرجانہ نے ناپسند کرتے ہوئے کہلا بھیجا کہ میں نے تمہیں صرف ایک شخص سے لڑنے کے لئے روانہ کیا ہے کہ جس نے تمہارے لشکر کا یہ حشر کیا ہے تو پھر اگر میں تمہیں اس کے علاوہ یعنی امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیجتا تو تم کیا کرتے۔

تو اس کمینے نے جواب میں کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم نے مجھے کوفہ کے کسی بقال بنیئے سے لڑنے کے لئے روانہ کیا ہے یا حیرہ کی کسی دیہاتی سپاہی سے لڑنے کے لئے بھیجا ہے تو نے مجھے محمد بن عبد اللہ رسول خداؐ کی تلواروں میں سے ایک تلوار سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا ہے اسکے بعد عبید اللہ ابن زیاد نے پانچ سو سپاہیوں کا ایک اور لشکر ابن اشعث کے پاس بھیجا۔

جناب مسلم بن عقیل خاندان بنی ہاشم کے بارزو نمایاں بہادر جوانوں میں سے ایک تھے کہ جن کی بہادی و شجاعت کا چرچہ تھا انکی دلیری و شجاعت کی مثال دی جاتی تھی جس پر علویوں نے طول تاریخ میں فخر و مباہات کی ہے اس لئے کہ ہمیں تاریخ میں نہیں ملتا کہ تن تنہا ایک بہادر نے اتنے بھاری لشکر سے مقابلہ کر کے انھیں تہس نہس کر دیا ہو اور بے پناہ نقصانات پہنچائے ہوں اور لشکر پر لشکر آنے کے باوجود وہ تن و تنہا ثابت قدم رہا ہو اور کسی قسم کا خوف و ہراس اس کے دل میں جاگزیں نہ ہوا ہو۔

۳۔ ظلم و ستم سے دوری

حضرت مسلم بن عقیل یہ بہادر شہید جس نفسانی عنصر اور ذاتی صفت سے مزین تھے ان سے ایک ظلم و ستم سے دوری اور ظالم کی خلاف ورزی ہے حضرت مسلم اس عظیم صفت میں پہلی صف میں کھڑے لوگوں میں سے تھے آپ نے عزت و کرامت کو فوقیت دی ذلت و رسوائی اور دوسرے کے سامنے نوکری و چاکری کا شدّت سے انکار کیا آپ کے اس عنصر کا ایک مظہر آپ کا وہ موقف ہے جو آپ سے سرکش دہشت گرد ابن مرجانہ کے سامنے اسیر کئے جانے کے بعد لانا ہے جہاں آپ نے سردار لشکر کی کوئی پرواہ نہیں کی اسے سلام تک نہ کیا اور اس کے سامنے بڑے وقار و آبرو و بزرگواری کے ساتھ پیش آئے اور آپ کے رخ انور سے کسی قسم کا ضعف و ذلت کا اثر نمایاں نہیں تھا بلکہ آپ بڑی بے باکی اور شجاعت کے ساتھ سر کو اٹھائے ہوئے تھے آپ نے بے پناہ ظلم و ستم اور عزت نفس اور شجاعت و شہامت کے ساتھ اپنے دشمن سے گفتگو فرمائی۔

ذیل میں ہم اس ملعون خبیث ابن زیاد فرزند مرجانہ کے ساتھ حضرت مسلم بن عقیل کی گفتگو اس کتاب کی آئندہ فصلوں میں ذکر کریں گے۔

۴۔ نادر قوت کے مالک

حضرت مسلم بن عقیل کی نادر صفتوں میں سے ایک کہ جس صفت نے عقلوں کو حیران کر دیا ہے آپ کی جسمانی قوت و طاقت ہے مورخین نے لکھا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون کے مردود لشکر والوں نے آپ کے اوپر حملہ کیا ہے کہ حضرت مسلم کی شجاعت کا عالم یہ تھا کہ آپ

ابن زیاد کے لشکر والوں کو کالر سے پکڑ کر گھروں کی چھتوں پر پھیک رہے تھے ایسی قوت و طاقت کا مظاہرہ ہمیں عرب کے بہادروں میں کسی کے یہاں نہیں ملتا۔

صبر و شکیبائی

حضرت مسلم بن عقیل صبر و شکیبائی کے اسلحہ سے مسلح تھے اتنے سب زخم و خون کی دھار جسم اطہر سے بہہ جانے کے باوجود نیز دنیا کی آفتوں اور سختیوں کو سہنے کے باوجود آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی طرح طرح کی مصیبتوں کے گھراؤ اور زخموں کے کھانے کے بعد بھی آپ نے کوئی فریاد و فغاں نہیں کی بلکہ نہایت اطمینان نفس اور رضایت الٰہی کے حصول کے پیش نظر ساری مصیبتوں اور زخموں کا سامنا کیا آپ کے صبر و شکیبائی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ جس وقت کوفہ میں نہایت تعظیم و تکریم اور کثرت سے لوگوں کی بیعت کے بعد گویا آپ امیر کوفہ بن گئے تھے لیکن بہت جلد کوفی لایوفی پھر گئے اور انھوں نے آپ کو دھوکہ دیا بلکہ الٹے آپ سے لڑنے پر تیار ہو گئے تو ان ساری سختیوں کے باوجود آپ نہیں گھبرائے اور حمد و ثناء، تسبیح و تحلیل الٰہی کرتے رہے اور ذکر یاد الٰہی کا سلسلہ اسی طرح آپ کی حیات کے آخری لحظات تک جاری رہا یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔

ہم اس مقام پر جناب مسلم کے بعض اوصاف وصفات اور اخلاقی اقدار و خصائص کا مختصر جائزہ لے کر اپنی بات کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

زوجات اور اولاد

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے چند معزز خواتین سے شادی رچائی ہے جو مسلمان خواتین میں بہترین عورتیں ثابت ہوتی ہیں عفت و پاکدامنی، فضل و کمال میں وہ بہترین عورتیں تھیں ان کے اسماء گرامی کچھ اس طرح ہیں:

ا۔ حضرت رقیہ

جناب رقیہ خاتون حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی صاحب زادی تھیں آپ سے حضرت مسلم کے دو فرزند عبد اللہ اور علی پیدا ہوئے جناب عبد اللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ کربلاء میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

۲۔ حضرت ام کلثوم

حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام کی ایک صاحبزادی جن کا نام ام کلثوم تھا حضرت مسلم بن عقیل سے بیاہی تھیں جن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام حمیدہ خاتون تھا اور یہ طے ہے کہ حضرت ام کلثوم سے جناب مسلم کی شادی یقیناً پہلی زوجہ حضرت رقیہ خاتون امام امیر المومنین علیہ السلام کی رحلت کے بعد ہوئی ہے کیونکہ ایک شخص سے بیک وقت دو بہنوں کی شادی نہیں ہو سکتی ہمارے یہاں جمع بین اختین یعنی دو بہنوں کا اجتماع حرام ہے یہ کہ پہلی یا تو وفات پا چکی ہو یا طلاق ہو چکی ہو۔

۳۔ ام ولد کنیز

جناب مسلم بن عقیل کی ایک کنیز جس سے آپ کو اللہ نے محمد نام کا فرزند عطا فرمایا تھا حضرت محمد بھی کربلاء میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح شہید ہوئے جس طرح حضرت مسلم کے اکثر فرزندان ریحانہ رسول خداؐ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے ہیں۔

اس مقام پر ہم حضرت مسلم کی زوجات سے ہونے والی اولاد کا مختصر خاکہ ختم کرتے ہیں۔

طفلان مسلم کی داستان

دنیائے دردو غم میں حادثۂ دردناک جاویدان کربلاء کے بعد اہل بیت طاہرین علیہم السلام پر ٹوٹنے والی بھیانک مصیبتوں میں سے ایک طفلان مسلم بن عقیل حضرت ابراہیم اور حضرت عبد الرحمن جن کا نام محمد یا جعفر بھی بتلایا گیا ہے کا دردناک واقعہ شہادت ہے اس لئے کہ ان دونوں معصوم بچوں کے اوپر جو بھیانک ظلم و ستم بیٹے ہیں ان سے روح و جان پگھلتی ہوئی نظر آتی ہے اہل بیت طاہرین علیہم السلام نے جن مصیبتوں کو برداشت کیا ہے اور راہ خدا میں جو کچھ مصائب و آلام ان بزرگواروں نے سہا ہے ان پر صبر و شکیبائی کر سکنا بھی بہت دشوار ہے۔

بہر حال اس مقام پر ہم ان دونوں معصوم و پاکیزہ اطفال جناب مسلم کا حال اور جو کچھ ان معصوموں نے ظالموں کے ہاتھوں ظلم و شکنجہ سہا ہے اور پھر آخر کار شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے ہیں بیان کرنے جارہے ہیں۔

ایک۔ طفلان مسلم کی داستان میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہہ نہیں ہے اس لئے کہ اس داستان کو متعدد راویوں اور بزرگ محدثین و مورخین نے قلمبند فرمایا ہے۔

دو۔ ان دونوں بچوں کے باپ کے سلسلہ میں اقوال مختلف ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں بچے حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار کے فرزندان تھے جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں بچے حضرت مسلم بن عقیل کے فرزندان تھے یہی قول بہت مشہور ہے اور یہی قول علامہ محقق شیخ عبد الواحد مظفر کے نزدیک قوی ترین قول ہے۔

تین۔ شہر مسیب میں جو دو قبے طفلان مسلم علیہ السلام کے بنے ہوئے ہیں یہ جگہ یا تو ان دونوں بچوں کی شہادت گاہ ہے یا پھر ان دونوں معصوموں کا قید خانہ تھا اس لئے کہ ان دونوں معصوموں کی لاش کو نہر فرات میں پھینک دیا گیا تھا۔

چار۔ ہم اس مقام پر شیعی افکار کے علمبردار حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کے ذکر کردہ مطالب کو مختصر سا تصرف کے ساتھ پیش کر رہے ہیں آپ نے طفلان مسلم کی داستان اس طرح نقل فرمائی ہے:

"حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے دو بچوں کو اسیر کر لیا گیا اور انھیں عبید اللہ ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا اس ملعون نے حکم دیا کہ ایک شخص کو کہ ان دونوں کو لے جاؤ اور

ان کے اوپر سختیاں کرنا یہاں تک کہ کھانے پینے میں سختیاں برتنا، دونوں بچے اسی شخص کے زندان میں ایک سال تک سختیاں جھیلتے رہے ایک دن ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا ہمیں زندان میں کافی وقت گذر چکا ہے اور بہت جلد ہماری زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا ایسا کرتے ہیں کہ جب زندان بان آئے تو ہم اس سے اپنا حسب ونسب اور رسول خداؐ سے رشتہ بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ ہمیں کچھ آسانیاں فراہم کرے۔

جب زندان بان آگیا تو دونوں بچوں نے اس سے پوچھا کیا تم محمد بن عبد اللہ کو پہچانتے ہو؟

زندان بان: ہاں کیوں نہیں، وہ میرے نبی ہیں۔

طفلان مسلم نے اس سے جناب جعفر طیار کے بارے میں سوال کیا تو وہ بولا وہ دو پروں والے ہیں جن کی مدد سے وہ فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اس پر ان دونوں بچوں نے سوال کیا کہ کیا علی بن ابی طالب کو بھی پہچانتے ہو؟

زندان بان: ہاں، وہ تو ہمارے نبی کے چچیرے بھائی ہیں۔

طفلان مسلم: ہم دونوں تیرے نبی حضرت محمد مصطفیؐ کی عترت سے ہیں ہم مسلم بن عقیل کے فرزندان ہیں اور تو نے ہمارے اوپر اس قدر شکنجہ کس رکھا ہے کہ یہاں تک کہ کھانے پینے کی چیزوں میں بھی بڑی سختیاں کرتا ہے۔

زندان بان دونوں بچوں کے قدموں پر گر گیا اور دونوں بچوں کو بوسہ دینے لگا اور ان کے ساتھ کی گئی زیادتیوں اور کوتاہیوں کی معافی تلافی کرنے لگا اسکے بعد بولا جب رات آجائے تو میں تم دونوں کے سامنے زندان کا دروازہ کھول دوں گا اور تم دونوں جس طرف چاہنا چلے جانا۔

رات آئی تو اس نے زندان کا دروازہ کھول دیا اور ان دونوں کو زندان کے باہر نکالنے کے بعد کہنے لگا رات کی تاریکی میں راستہ طے کرنا اور دن کے اجالے میں کہیں چھپ جانا یہاں تک کہ اللہ عزوجل تم دونوں فرزندوں کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ مل ہی جائے گا۔

دونوں بچے زندان سے نکل کر چل دئے چلتے چلتے ایک روز ایک بڑھیا اپنے دروازے پر کھڑی نظر آئی وہ دونوں اس کے پاس ٹھہر کر اپنا تعارف کرانے لگے اور بتلایا کہ ہم عترت رسول خداؐ ہیں اور راستہ بھٹک گئے ہیں اس بڑھیا نے انھیں اپنا مہمان بنالیا اور گھر میں پناہ دی کھانا پانی پیش کیا وہ دونوں کھانا کھا کر سو گئے اس بڑھیا کا داماد آن پہنچا جو ابن زیاد کے انعام کے لالچ میں صبح سے دونوں بچوں کو تلاش کرتے کرتے تھک چکا تھا کیوں کہ دونوں بچے زندان سے نکل گئے تھے اور ابن زیاد نے دو ہزار درہم کا انعام مقرر کیا تھا اس شخص کے لئے جو ان دونوں بچوں کا سر لائے گا ادھر اس بڑھیا نے داماد کو عذاب الٰہی سے بہت ڈرایا تو وہ اس کی باتوں کو سن کر شک میں پڑ گیا اور گھر کے اندر بچوں کو تلاش کرنے لگا تو اسے دونوں بچے سوتے ہوئے ملے ان دونوں کو جگا کر بولا تم دونوں کون ہو۔

بچوں نے کہا اگر ہم سچ سچ بتادیں تو ہمیں امان ملے گی؟

وہ بولا کہ ہاں، پھر انھوں نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔

جونہی عمود صبح نمودار ہوئی اس ملعون نے اپنے ایک سیاہ فام غلام کو حکم دیا کہ ان دونوں کو فرات کے کنارے لے کر جاؤ اور ذبح کر دو اور ان دونوں کا سر میرے پاس لے کر آؤ۔

سیاہ فام غلام بچوں کو لے کر چلا تو ان بچوں نے غلام سے کہا اے سیاہ فام غلام تیری شکل و صورت موذن رسول خداؐ حضرت بلال سے کس قدر مشابہ ہے کیا تو ہمیں قتل کر ڈالے گا حالانکہ ہم تیرے نبی کی عترت ہیں پھر ان بچوں نے اپنا تعرف کرایا تو غلام کو ان کے اوپر ترس آگیا اور اس نے بچوں سے معزرت طلب کی اور تلوار کو پھینک دیا اور دریا کے اس پار چلا گیا۔

بڑھیا کا داماد نے اپنے بیٹے کو طلب کیا اور دونوں بچوں کا کام تمام کرنے کا حکم دیا اس کا بیٹا بچوں کو لے کر چلا تو بچوں نے اس سے کہا کیا تجھے اپنی جوانی پر ترس نہیں آتا کہ تو واصل جہنم ہو جائے ارے ہم تیرے نبی کی عترت ہیں اس جوان کو بھی ترس آگیا اور اس نے بھی وہی کیا جو سیاہ فام غلام نے کیا تھا یعنی فرات میں کود کر دوسری جانب نکل گیا۔

ملعون خود آگے بڑھا اور اس سے بچوں نے التجا کی کہ اگر تو مال کا طلبگار ہے تو ہمیں بازار لے کر چل اور ہمیں بیچ دے اور مال حاصل کر لے لیکن رسول خداؐ کو بروز قیامت اپنا دشمن نہ بنا مگر وہ ملعون اپنی ذلالت و سرکشی سے باز نہ آیا پھر ان بچوں نے کہا ایسا کر کہ تو ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے چل تاکہ وہ جو چاہے ہمارے سلسلے میں حکم دے اس کے باوجود اس ملعون کا دل نرم نہیں ہوا تو ان بچوں نے گزارش کی کہ ہمیں نماز پڑھ لینے دے اجازت ملی تو بچوں نے نماز پڑھی اور بعد نماز دعا کے لئے ہاتھوں کو بارگاہ خداوندی میں پھیلا دئے اور ان کی زبان پر یہ فقرہ تھا "یا

حی یا حلیم احکم بیننا و بینه بالحق "اے زندہ و بردبار خداوند متعال ہمارے اور اس ظالم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے"۔

اس معلون نے بڑے بھائی کو اٹھا کر آگے بڑھایا اور ذبح کر دیا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے خون میں لوٹنے لگا اور کہتا جاتا تھا کہ "هکذا القی الله و رسوله و انا مخضب بدم اخیه" میں اسی حال میں خدا اور اس کے رسول سے ملاقات کروں گا کہ میں اپنے بھائی کے خون میں لت پت ہوں ملعون کا دوسرا وار چلا اور چھوٹے بھائی کی بھی گردن کٹ گئی اس کے بعد ملعون نے دونوں بچوں کے جسموں کو فرات میں پھینک دیا اور ان کے سروں کو لے کر ابن زیاد کے پاس چلا اور سارا ماجرا ابن زیاد سے کہہ سنایا ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس ظالم کو اسی جگہ لے جا کر قتل کر دیا جائے جہاں اس نے ان دونوں بچوں کو قتل کیا ہے حکم کی تعمیل ہوئی اس ملعون کو قتل کر دیا گیا اور اس کے سر کو ایک نیزے پر نصب کر دیا گیا جس کو بچے پتھر مارتے تھے اور اس طرح اللہ نے اس باغی و سرکش بدکار سے انتقام لے لیا۔

ہم اس داستان کو بعید نہیں جانتے کیونکہ اس طرح بھاری جرم کرنے والوں کی ہمارے معاشرے میں کمی نہیں ہے اور پھر اس ملعون کا جرم حرملہ بن کاہل ملعون کی جرأت و جرم سے کم تو نہیں ہے کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے طفل شیر خوار کو باپ کی آغوش میں ہی صرف اپنے مولا و آقا ابن مرجانہ ملعون کا قرب حاصل کرنے کے لئے تیر مار کر ذبح کر ڈالا تھا۔ فانالله و انا الیه راجعون

حضرت مسلم علیہ السلام اور حوادث روزگار

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے وفات حسرت آیاتِ رسول خداؐ کے وقوع پذیر ہو جانے کے بعد مسلمانوں میں رونما ہونے والے بہت بڑے بڑے حادثات اور مصائب و آلام کو اپنی نگاہوں سے دیکھا جن حوادث اور واقعات میں اسلام کے لائے ہوئے عقائد و معارف کی حیات کو شدید جھٹکا پہنچایا جس کے نتیجہ میں بہت سے عقائد کے نشانات مٹ گئے اور رسول خداؐ کی عترت پاک کو اسلام کی سیاسی زندگی کے پلیٹ فارم سے بہت دور کر دیا گیا اور ان کے ہاتھ معمولی اور عادی برتاؤ روا رکھا گیا جس کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں کی اکثریت اسلامی دنیا کے اندر مرکزی حیثیت رکھنے والی ذوات مقدسہ یعنی اہل بیتؑ کی معرفت سے بیگانہ ہوگئی اور انھیں صحیح معنوں میں جناب رسول خداؐ کے نزدیک یہ نہایت عظمت و منزلت رکھنے والی شخصیات سے آشنائی نہ ہو سکی جب کہ رسول خداؐ نے انھیں قرآن مجید کے ہم پلہ قرار دیا تھا جس کے نہ آگے سے باطل کا گزر ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے جنھیں اللہ کے رسولؐ نے نجات کی کشتیاں، عبدوں کے جائے امن و امان قرار دے دیا تھا اور عترت طاہرہ کے سردار و آقا حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام کو قرار دیا تھا جو کہ شہر علم نبیؐ کے دروازے ہیں اور آپ کو ان سے وہی نسبت حاصل ہے جو موسیٰ کو حضرت ہارون سے حاصل تھی۔

بہر حال ہم یہاں پر ان بحرانوں اور مصیبتوں کو نہیں چھیڑیں گے جن کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام پر سبقت لے جانے والے کو خلفاء عہد میں اہل بیت طاہرینؑ نے برداشت کیا ہے ہم یہاں پر ان مصیبتوں اور آفات کا تذکرہ کریں گے جنھیں کائنات کے مولیٰ و آقا حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دور اقتدر میں قریش اور امویوں کے سرمایہ داروں ،

جنگجوؤں اور رسول خداؐ سے جنگ کرنے والے سرداروں کی جانب سے برداشت کیا ہے جو رسول خداؐ کے نور کو اپنی پھونکوں سے گل کر دینا چاہتے تھے ذیل میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

حکومت امام امیر المومنینؑ

اموی خاندان کے سربراہ عثمان بن عفان کی حکومت کا تختہ الٹ جانے کے بعد حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام نے اسلامی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں سنبھالی جن فوجی طاقتوں نے عثمان کا قصہ پاک کر دیا تھا ان تمام قوتوں نے امت مسلمہ کی بھاری اکثریت کے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا احاطہ کر لیا جن میں پیش پیش اصحاب نبی کریمؐ انصار و مہاجرین اور ان کی اولاد تھیں وہ لوگ حضرت امام علی علیہ السلام کے لئے زندہ باد کا نعرہ لگا رہے تھے اور اپنی شدت چاہت کا اظہار کر رہے تھے کہ امت کی قیادت و زمام امور کو امام علی علیہ السلام اپنے ہاتھوں میں تھام لیں حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام نے خود ہی انکے جم غفیر کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے ملاحظہ ہوں:

"لوگوں کے ہجوم نے مجھے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بجو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگاتار بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیر اڈالے ہوئے تھے"۔

امام امیر المومنین علیہ السلام کو خلافت سے کوئی سروکار نہیں تھا آپ نہ تو اپنے لئے اور نہ ہی اپنے اہل وعیال کے لئے کسی مادی یا معنوی فائدہ ومعاش کے لئے حکومت کے خواہاں نہیں تھے

اس لئے آپ امام امیر المومنین علیہ السلام کو آپ کے ارد گرد جمع بھیڑ سے خوشی حاصل نہیں ہوئی بلکہ آپ کا دل اس بھیڑ کے باعث تنگ ہو جاتا ہے ان کی بیعت کو صریحی طور پر ٹھکرا دیا اور فرمایا مجھے تمہاری امارت و حکومت کی کوئی حاجت نہیں ہے تم لوگ جس شخص پر راضی ہو جاؤ گے اس کو انتخاب کر لو گے میں بھی اس پر راضی و خوشنود ہو جاؤں گا۔

لیکن مجمع نے آپ کی باتوں کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ہم آپ کے علاوہ کسی کا انتخاب ہی نہیں کریں گے مسلم طاقتیں جنھوں نے عوام الناس کی مدد سے عثمان کی حکومت کا تختہ پلٹ دیا تھا ان لوگوں نے اسلحہ کے زور پر مدینہ کی عوام کو دھمکی دی کہ اگر تم لوگوں نے مسلمانوں کے لئے امام و قائد کا انتخاب نہ کیا جبکہ تم ہی اہل شوریٰ ہو تم لوگوں نے ہی امامت و خلافت کے امور کو سر انجام دیا تو ہم تمہیں چھوڑیں گے نہیں دیکھوں اپنے درمیان سے کسی ایک شخص منصوب کرو ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم تمہیں ایک دن کی مہلت دیتے ہیں خدا کی قسم اگر تم لوگوں نے یہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچایا تو ہم علیؑ، طلحہ اور زبیر کو قتل کر دیں گے اور ان کے قتل سے لوگوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ قربان ہو جائے گی۔

اہل مدینہ گھبرا گئے ان کے اوپر خوف و دہشت طاری ہو گئی وہ بوکھلا کر امام امیر المومنین علیہ السلام کی طرف بیعت، بیعت کہتے ہوئے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا آفت آئی ہوئی ہے۔

امام امیر المومنین علیہ السلام نے مکمل طور سے ان کی درخواست کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا: مجھے چھوڑے جاؤ میرے علاوہ کسی اور کی بیعت کر لو۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے خلافت قبول کرنے کی صورت میں کن کن حالات سے گزرنا پڑے گا اور کیا کیا حادثات رونما ہوں گے ان سب سے ان لوگوں کو آگاہ کیا اور فرمایا: "اے لوگو! ہم ایسے امر سے روبرو ہونے جارہے ہیں جس کے بہت سے رنگ اور جہات ہیں جن پر دلوں کو قرار اور عقلوں کو استقرار حاصل نہیں ہونے والا ہے"۔

حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام کو یقین کامل تھا کہ جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ آپ کو کن کن واقعات اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا اور اگر آپ نے خلافت کی باگ ڈور سنبھال لی تو قریش کے مختلف قبیلوں سے کن مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑے گا لیکن عوام کی بھیڑ آپ کی باتوں کو درک نہیں کر رہی تھی اور اپنی ایک آواز پر ڈٹی ہوئی تھی کہ: اے امیر المومنین، امیر المومنین یعنی بس آپ ہی سربراہ ہیں لوگوں کا متعدد جمع غفیر امام کی جانب بڑھتا چلا جارہا تھا اور اسکی آواز گونج رہی تھی کہ ہم آپ کی ہی بیعت کریں گے آپ ہی اس امت کے خلیفہ ہیں لیکن امام نے صریحی طور پر ان کے سامنے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا: "اگر میں تمہاری آواز پر لبیک کہوں (خلافت قبول کروں) تو میں تمہیں اپنے علم کی بنیاد پر آگے بڑھاؤں گا (خلافت چلاؤں گا) پھر میں کسی کی بات یا سرزنش پر کان نہیں دھروں گا اور اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں تم میں ایک عام آدمی کی طرح رہوں گا اور شاید تم جس کو ولی و حاکم بناؤ میں اس کا تم سب سے زیادہ تابع و فرنبردار رہوں گا، میں تمہارے امور میں وزیر رہوں یہ زیادہ بہتر ہے کہ تمہیں امارت و خلافت سونپ دوں"۔

امام امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے نظام سیاست کو کھل کر بیان کر دیا اور بتا دیا کہ واقعی زندگی میں آپ کس طرح کی سیاست پر گامزن ہوں گے آپ نے فرمایا کہ خالص عدل و

انصاف اور حق محض پر حکومت کریں گے کسی انسان کے ساتھ رورعایت اور روا داری نہیں برتیں گے۔

عوام کی بھیڑ نے آپ کی مراد و مقصود پر یقین کیا اور یہ کہہ کر ٹوٹ پڑے کہ ہم جب تک آپ کی بیعت نہیں کریں گے آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔

امام امیر المومنین علیہ السلام نے مسئلہ کی نزاکت اور اس کے اندر باریک بینی سے غور و فکر کے لئے اگلے دن کی صبح تک انتظار کرنے کا حکم دیا تو لوگ متفرق ہو گئے اور امام علی علیہ السلام نے قضیہ خلافت میں گہری فکر شروع کر دی اور آپ نے پرکھ لیا کہ اگر آپ خلافت کی باگ ڈور کو ٹھکرا دیتے ہیں تو اسلام کی تباہی کا خوف لاحق ہے۔

عام بیعت امام

لوگوں کی بھیڑ مسجد نبوی کے صحن میں امام امیر المومنین علیہ السلام کی آمد کا انتظار کر رہی تھی کہ شاید امامؑ ان کی مراد پوری کر دیں اور ان کے مطالب منظور کر لیں امیر المومنین علیہ السلام منبر رسول خداؐ پر تشریف لے گئے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اپنی مستقبل کی سیاست و سرکردگی کی روش پر روشنی ڈالی آپ نے فرمایا: "ایھا الناس۔۔۔۔ علیٰ احد "اے لوگو! یہ وہ مسئلہ ہے کہ جس میں کسی کو کوئی دخالت کا حق حاصل نہیں ہو گا سوائے اس کے کہ جس کو تم منتخب کر رہے ہو کل ہم اس حال میں علاحدہ ہوئے تھے کہ مجھے اس مسئلے سے نفرت تھی لیکن تم نے میری خلافت کے علاوہ کسی کو باگ ڈور سونپنے سے انکار کیا ہے تو یاد رکھو کہ میں تمہارے انتخاب و فیصلے سے ہٹ کر مجھے ایک درہم بھی لینے کا حق حاصل نہیں ہو گا اگر تم چاہو تو

اب بھی میں اس ذمہ داری سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں ورنہ اس کے بعد پھر کسی کی میں نہیں سنوں گا۔

امام علیؑ کا یہ خطاب آپ کی مالی سیاست کا پتہ دیتا ہے کہ آپ کس قدر بیت المال مسلمین کے سلسلہ میں محتاط تھے اور کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتے تھے اور ایک درہم بھی اپنی ذاتی مصلحتوں پر خرچ نہیں کرتے تھے اس خطاب کے ذریعہ آپ نے ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جنھوں نے مال مسلمین پر ہاتھ ڈالا ناحق اور بے جا خرچ کیا اور یہ امامؑ نے آشکار کر دیا ہے کہ آپ کسی کو پھوٹی کوڑی بھی کسی کو بغیر استحقاق کے دینے والے نہیں ہیں۔

مسجد کے گوشہ گوشہ سے سر و صدا بلند تھی اور ہر شخص آپ کے انتخاب پر مصر تھا اور سب کے سب بیک زبان کہہ رہے تھے کہ ہم اس عہد و پیمان پر کاربند ہیں جسکو کل ہم نے آپ سے جدا ہوتے وقت باندھا تھا۔

لوگوں کی بھیڑ متلاطم موجوں کی طرح بیعت امام علیؑ کے لئے آپ کی طرف رواں دواں تھی طلحہ نے اپنے شل ہاتھوں سے بیعت امام علیہ السلام کرنے میں پہل کی، لیکن اس نے بہت جلد بیعت کے بندھن کو توڑ ڈالا اور عہد و پیمان الٰہی پر وہ باقی نہیں رہا امامؑ نے بھی بیعت طلحہ کو فال بد قرار دیتے ہوئے بار بار فرمایا ہے: عنقریب وہ بیعت کے بندھن کو توڑ ڈالے گا۔

مجمع پے در پے بیعت امام علیؑ کو آتا رہا یہ بیعت در حقیقت، خدا اور سول خداؐ کے ہاتھوں پر بیعت تھی حق و عدالت کے ہاتھوں پر بیعت تھی ادھر عراقی اور مصری فوجیں جو اسلحے سے لیس

تھیں آگے بڑھیں اور ان سب نے بھی، مختلف شہروں کے عربوں، اہل بدر، مہاجرین و انصار کی طرح امام علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

جس طرح عام بیعت اور تمام طبقات پر مشتمل بیعت امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر ہوئی ہے ایسی بیعت کسی خلیفہ کی نہیں ہوئی تھی لہذا امامؑ کے ہاتھوں پر ہونے والی بیعت "فلتۃ" یعنی بے سوچی سمجھی بیعت نہیں تھی اور نہ ہی بیعت امام، قوم کے مختلف طبقات سے لا تعلق "شوریٰ" کی طرح تھی۔

مسلمانوں کی فرح و مسرت

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت سے تمام مسلمانوں میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی ہر شخص خوش تھا کہ حق اپنی منزل پر لوٹ گیاہے اور اس منظر کو اور عام مسلمانوں کی خوشی و مسرت اور نہایت رضایت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے: " و بلغ من ---" لوگوں کو میرے ہاتھوں پر بیعت کر کے اس قدر سرور و انبساط حاصل ہوا کہ بچہ بچہ خوش تھا لرزہ بر اندام بوڑھے بھی میری بیعت کے لئے نکل پڑے، بیماری کا خیال نہ کرتے ہوئے بیماروں نے بھی آکر میرے ہاتھوں پر بیعت کی اور دوشیزاؤں نے بھی میری بیعت پر خوشیاں منائیں۔

یقینا حضرت امام امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کے لئے بزرگ اور نمایاں اصحاب نے اپنی مکمل حمایت کا اعلان کیا اور سبھی مکمل تائید کر رہے تھے۔

قریشیوں کی ناراضگی اور کینہ توزی

قریشیوں کو بڑا دھکا لگا وہ بوکھلا گئے وہ بیعت امامؑ سے نالاں تھے ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کیا جائے انھیں بے حد خوف اس بات کا تھا کہ انھوں نے حکومت عثمان میں جو اتھاہ دولت وثروت ہتھیائی ہے اب اس کا کیا ہوگا ابن عاص، اپنے ایک خط میں جسے اس نے معاویہ کے نام تحریر کیا ہے لکھتا ہے " اب تجھے جو کرنا ہے کر لے کہ فرزند ابو طالب بہت جلد تیری تمام املاک سے تجھے بے دخل کرنے والے ہیں جس طرح عصا کے اوپر سے چھلکے اتار دئے جاتے ہیں۔

قریش کو یقین تھا کہ امام علی علیہ السلام ان کے ساتھ عادی طور سے پیش آنے والے نہیں اور ان کے سارے امتیازات دھرے کے دھرے رہ جائیں گے ابن ابی الحدید نے بیعت امام علیہ السلام سے ہونے والی قریش کی پریشانی اور ان کی سرگردانی کی منظر کشی ان الفاظ میں کی ہے:" ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تھی کہ اگر بعد رسول خداؐ خلافت کی باگ ڈور امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں آجاتی تو قریش کے دلوں میں ہلچل مچ جاتی اور بڑی ہیجانی کیفیت سے وہ لوگ دوچار ہوتے لیکن پچیس سال بعد ان کے لونڈوں نے جنھوں نے امام علی علیہ السلام کی قربانیوں ،شجاعتوں اور اپنے اسلاف و آباء کے امام علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل کو نہیں دیکھا تھا ان لونڈوں نے بھی امام علیؑ کے ساتھ جیسا سلوک کیا ہے کہ اگر ان کے آباء واجداد بھی ہوتے تو ان لونڈوں کے کرتوت کے مانند نہ کرسکتے"۔

بنابریں قریشیوں کے دلوں کو بغض و کینہ نے نوچ ڈالا اور بیعت امام سے ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہونے لگیں لہذا انھوں نے امام کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور امام کی حکومت کے خلاف سرکشی و بغاوت کرنے لگے۔

امام علیؑ کی قریش سے برحذر رہنا

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو قریشیوں کی وجہ سے بڑا سخت امتحان دینا پڑا، امام کو قریشیوں کی طرف سے طرح طرح کے دکھ درد اور سخت سے سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑا انھوں نے امام علی علیہ السلام سے ان کی زندگی کے تمام مراحل میں دشمنی کا پرچم بلند کئے رکھا حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: " قریشیوں نے مجھے بچپنے میں بہت ڈرایا دھمکایا اور بڑے ہونے پر مجھ سے بڑی دشمنی کی یہاں تک کہ اللہ نے اپنے رسول کو اپنے پاس بلا لیا پھر تو بھاری قیامت مجھ پر گزر گئی بے شک اللہ ہی مددگار ہے"۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی عقیل کو خط لکھ کر اپنے خلاف قریشیوں کے اجماع و اتفاق سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ آج قریشی میرے خلاف اس طرح متفق اور متحد ہو گئے ہیں جس طرح ان کے ابن عم حضرت رسول خداؐ کے خلاف متحد ہو گئے تھے امام علیہ السلام فرماتے ہیں:" اے بھائی عقیل! قریش کو ان کی گمراہیوں، بدبختیوں کے گلی کوچوں میں نقل و حرکت کرنے اور سرکشی پر اتر جانے کی بات کو بالائے طاق رکھ دو اس لئے کہ ان لوگوں نے مجھ سے قبل حضرت رسول خداؐ کے خلاف جنگ و جدال میں اتفاق و اجماع کر لیا تھا خداوند متعال قریش کو میری طرف سے بڑی سزا دے کہ ان لوگوں نے مجھ سے قطع رحم کر لیا ہے اور مجھ سے

میرے چچازاد بھائی حضرت رسول خداؐ کے سلطنت و اقدار کو چھین لیا"۔(شرح نہج البلاغۃ للمعتزلی ج۱۶، ص۳۶)۔

حضرت امیر المومنینؑ ان سے خوفزدہ نہیں ہوئے بلکہ آپ نے ان کی سرکشی جاری رہنے کی صورت میں ان سے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی آپ خود ارشاد فرماتے ہیں میں نے قریشیوں کا کیا بگاڑا ہے خدا کی قسم میں نے انہیں حالت کفر میں قتل کیا ہے اور آئندہ انہیں فریب خوردہ حالت میں قتل کروں گا خدا کی قسم میں باطل کے شکم کو چاک کر دوں گا اور اس کے پہلو سے حق کو باہر نکال کے رہوں گا قریش سے کہہ دو کہ انہیں جتنا ہنگامہ کرنا ہے کر لیں۔

کفار قریش نے نور الہی کو خاموش کرنے کے لیے سارے جتن کر ڈالے امام علی علیہ السلام سے ٹکرائے امام کی پر سکون عدل و انصاف کی بساط پھیلانے والی سیاست کو بگاڑنا چاہا اور لوگوں کے درمیان پسندیدہ صفات و اقدار کے قیام کی راہ میں روڑے اٹکانے لگے۔

حضرت امیر المومنینؑ کی سیاست

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے مانند ہمیں شرک زمین پر تاریخ میں ایسا کوئی حاکم و سربراہ نہیں ملتا کہ جس نے امام علی علیہ السلام کے مانند عدل و حق کے اصول قائم کیے ہوں عوام الناس کے درمیان اس طرح مثبت شکل و صورت میں حقوق کی رعایت کی ہو مظلوموں اور درد کے مارے لوگوں کے درمیان ان مختلف صنفوں اور دین و مذہب کے تفاوت کے باوجود اس طرح ان کے حقوق کا خیال رکھا ہو۔

امام علی علیہ السلام اپنی حکومت کے ہر علاقے میں کسی بھی حادثہ و واقعہ پر براہ راست نظر رکھتے تھے اپنی رعایا کے تمام امور کی چھان بین کرتے تھے آپ اپنی رعایا کے حال زار میں لباس اور خوراک وغیرہ کے اعتبار سے برابر کے شریک تھے امام علیہ السلام نے خود اپنے نفس پر تنگی اور قوم کے مانند سختیوں کو جھیلنے پر آمادہ کرلیا تھا۔

امام امیر المؤمنین علیہ السلام اپنی اسلامی حکومت میں جس اہم اور دشوار گزار مشکل کو بر طرف کر سکے وہ فقر و فاقہ کا بھیانک سایہ اور رعایہ سے محرومیت کا خاتمہ تھا آپ کی سیاست فقر و فاقہ کو تباہ کن حادثہ اور اسے کفر و الحاد کے مانند تصور کرتی تھی لہذا آپ نے فقراء کو چست اور سر بلند کرنے کے لئے اور ان کے درمیان آسودگی و رفاہ و آسائش لانے کے لیے بڑی جدوجہد فرمائی ہم نے اپنی کتاب حیات امیر المومنین علیہ السلام میں بڑی تفصیل کے ساتھ آپ کی مالی سیاست پر روشنی ڈالی ہے۔

بہر حال بشریت نے طول تاریخ میں بہت سے بڑے بڑے تجربے اور مختلف سیاست کے نشیب و فراز دیکھے ہیں اور ترقی و پیش رفت کے میدانوں میں طرح طرح کے سیاسی و اداری نظاموں کو قریب سے تجربہ کیا ہے لیکن کوئی بھی نظام سیاست اقتصادی تربیتی تعلیمی غرض کی عام لوگوں کے تمام امور زندگی میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی سیاست و ادارت کے مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکا۔ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے اپنے چچا کی سیاست و سربراہی کا نزدیک سے مشاہدہ کیا ہے اور آپ کی روح و جان کی گہرائیوں میں امام علیؑ کی نورانی سیاست گھر کر گئی تھی اور اس کی بہترین چھاپ آپ کے وجود میں ثبت و ضبط ہو چکی تھی۔

قریش کی سرکشی و بے لگامی

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی حکومت و سیاست سے قریش کے سارے قبائل بوکھلا اٹھے اور انھیں یقین ہو چلا تھا کہ امام علی علیہ السلام ان کے سارے منافع و مصالح پر خط بطلان کھینچ دیں گے اور جو انہوں نے اپنے دور اقتدار میں قوموں کا مال لوٹا ہے اور لوگوں کی جیبوں سے نوچ گھسوٹ کر ثروتمندی کے نشہ میں چور ہو گئے ہیں امام علی علیہ السلام بہت جلد اس نشے کو کافور اور ان کے ناحق اموال کو چھین لیں گے لہذا انہوں نے امام کے خلاف ایکا کر لیا اور امام سے ٹکرانے اور آپ کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے اجماع کر لیا ہم بڑے اختصار کے ساتھ ان جنگوں کا تذکرہ کریں گے جنہیں امام سے منحرف جتھے نے امام کے خلاف شعلہ ور کیا اور دنیا اسلام میں سماجی و معاشرتی عدالت و انصاف کے سربراہ و علمدار حضرت امام علی علیہ السلام کے خلاف حق سے منحرف قوتوں نے لڑا ہے کو بیان کریں گے۔

جنگ جمل

اس جنگ کا شعلہ بھڑکانے کا بیڑا انھیں لوگوں نے اٹھار کھا تھا جو امام علی کے ہاتھوں پر بیعت کر چکے تھے اور امام کی اطاعت کرنے اور آپ کی حکومت کے خلاف بغاوت نہ کرنے کا عہد و پیمان باندھ چکے تھے مگر انہوں نے سارے عہد و پیمان توڑ ڈالے اور امام کو دیا ہوا وعدہ بھلا دیا اسی لیے تمام مسلمانوں کا ان کے گنہگار ہونے اور خدا کے سامنے ان کے جوابدہ ہونے پر اتفاق و اجماع قائم ہے۔

بیعت توڑنے والوں کے سرغنہ افراد

امام علیؑ سے بیعت کرنے کے بعد بیعت توڑ دینے والوں کی سربراہی اور امام کے خلاف بغاوت کرنے والوں کی قیادت کرنے والے چند لوگ تھے۔

۱۔زبیر ۲۔طلحہ ۳۔عائشہ ۴۔مروان ۵۔سارے بنی امیہ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی عدالت اور تمام مسلمانوں کے درمیان بخشش و عطا میں برابری اور سارے حقوق میں یکسانیت برتنے کی سیاست سے مذکورہ لوگوں کا دل بہت تنگ ہوا ان لوگوں کا کوئی بھی اصلاحی مقصد نہیں تھا طلحہ و زبیر حکومت اور سرزمین اسلام کی ثروت و دولت کے خواہاں تھے عائشہ کا مقصد حکومت و خلافت کو اپنے رشتہ دار طلحہ کی طرف پلٹانا تھا جس کے لیے وہ ہر موقع و محل پر ترانے گنگنارہی تھی بنی امیہ چاہتے تھے کہ امام علی علیہ السلام ان کے لیے وہ سارے میدان چھوڑ دیں کہ جن میں عثمان کے دور اقتدار میں لوٹ کھسوٹ کر رہے تھے اور اسلامی سرزمینوں کے وسیع و عریض مال و دولت سے مالامال ہو گئے تھے لیکن امام علی علیہ السلام نے ان کے مطالبات کو ٹھکرادیا تھا۔

عائشہ کا سیاسی خطاب

مکہ معظمہ میں عائشہ نے ایک سیاسی خطبہ دیا کہ جس میں اس نے قتل عثمان کی ساری ذمہ داریاں غوغائیوں اور عوامر کے کاندھوں پر ڈال دیں اور کہاں کے لوگوں نے محترم مہینے اور محترم شہر میں محترم خون بہایا ہے ان لوگوں نے عثمان کا خون اس وقت بہایا ہے جب کہ وہ اپنے گناہوں

سے دستبردار ہوگئے تھے اور خلوص کے ساتھ انھوں نے توبہ کرلی تھی عائشہ کے خطبے کے الفاظ کو تاریخ الامم والملوک طبری جلد 3 صفحہ ۴۶۸ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے اور پھر عائشہ نے خون عثمان کے مطالبے کا بیڑا اٹھالیا ظاہر ہے کہ یہ بہت معمولی اور غلط تہمت تھی کیونکہ عوام الناس نے عثمان کا خون نہیں بہایا تھا بلکہ رسول خداؐ کے بزرگ صحابہ نے عثمان کا خون کیا تھا جیسے جناب عمار بن یاسر ،عبداللہ بن مسعود وغیرہ اور بالخصوص خود عائشہ خون عثمان کی ذمہ دار تھی کیونکہ اسی نے قتل عثمان کا فتوی دیا تھا اور اس کے بے دین ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا **اقتلوا نعثلا فقد کفر** یہودی عثمان کو قتل کردو کہ وہ کافر ہوگیا ہے۔

عائشہ کا یہ سیاسی خطبہ حضرت امام امیر المؤمنین علیہ السلام کی حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کے لئے پہلا اعلان اور اہم حادثہ تھا جبکہ عائشہ کے لئے بہتر تو یہ تھا بلکہ اس کے اوپر لازم و واجب یہ تھا کہ اپنی معاشرتی منزلت واثر رسوخ کو بروئے کار لاکر وحدت و اتحاد اور صفوف مسلمین کے جمع ہونے کی دعوت دیتی اور حکومت امام علی کی پشت پناہی کرتی جو حکومت درحقیقت حکومت رسول خدا اور ان کے اہداف و مقاصد کا امتداد اور تسلسل تھی لیکن ہائے رے حب ریاست اور دنیا طلبی۔

مکہ کانفرنس

حکومت امام امیر المؤمنین علیہ السلام کے خلاف شہر مکہ میں سازش رچنے والوں نے کانفرنس کرلیں جس میں طلحہ زبیر عائشہ مروان اور تمام بنی امیہ شامل تھے اور ان لوگوں نے ذیل کے فیصلے کرلیے:

ا۔ خون عثمان کا مطالبہ کریں گے اور اس عنوان کو انہوں نے اپنی سرکشی کا نعرہ قرار دے لیا۔

۲۔ خون عثمان بہانے کا اتہام حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے سر تھوپنا اس بہانے کے کہ انھوں نے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے اور ان سے خون عثمان کا قصاص نہیں لیا ہے۔

۳۔ شہر بصرہ پر قبضہ کرنا اور اسے اپنی بغاوت کا بنیادی و مرکزی اڈا قرار دینا کیونکہ وہاں ان کے اصحاب و انصار اور پارٹی کے لوگ رہتے تھے۔

بصرہ کی طرف کوچ

امام علی علیہ السلام کی مخالف فوجی طاقت نے شہر بصرہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جو امام سے بغض رکھنے والوں اور لالچیوں کی پناہ گاہ بنا ہوا تھا اور یہ لوگ راستے بھر یہ نعرہ دیتے جارہے تھے کہ اے عثمان کے خون کا بدلہ لینے والوں کہاں ہو۔

حالانکہ امام کے خلاف جمع ہونے والی فوج کی قیادت کرنے والے لوگوں نے ہی عثمان کا خون بہایا تھا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا لیکن اب یہ لوگ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے چل پڑے تھے اور اسلامی شہروں اور زمینوں کو نئے سرے سے رنج و ملال اور تباہی و بربادی کی ڈگر پر لانے اور غرقِ درد و تباہی کرنے جارہے تھے۔

عسکر نامی اونٹ

عائشہ کی فوجی قوت صحرا کی طرف چل پڑی جو راستے میں کسی چیز کو نہیں بخش رہی تھی ان لوگوں کی مٹ بھیڑ عرنی نام کے شخص سے ہوئی جو کہ "عسکر" عائشہ کے اونٹ کا مالک تھا بعض

لشکریوں نے عرنی سے کہا اے آونٹ والے کیا تو اپنا اونٹ فروخت کرے گا۔

عرنی: ہاں۔

لشکری: کتنے میں بیچو گے۔

عرنی: ایک ہزار درہم میں۔

لشکری: وائے ہو تم پر کیا تم دیوانے ہو گئے ہو کہیں کوئی اونٹ ہزار درہم میں بکتا ہے۔

عرنی: ہاں یہ میرا اونٹ ہزار درہم کا ہی ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ میں نے اس پر سوار ہو کر کسی کو نہیں ڈھونڈھا ہے مگر وہ مجھے ضرور مل گیا ہے اور کچھ مجھے کسی نے تلاش نہیں کیا اور میرا پیچھا نہیں کیا ہے درحالانکہ اگر میں اونٹ پر سوار رہا ہوں تو وہ مجھے پا نہیں سکا ہے۔

لشکری: اگر تجھے پتہ چل جائے کہ ہم یہ اونٹ کس کی سواری کے لیے خریدنا چاہتے ہیں تو تو یقینا بڑی مناسب قیمت میں ہمیں بیچ دیتا۔

عرنی: کس کے لیے خریدنا چاہتے ہو۔

لشکری: تیری ماں کے لیے۔

عرنی: میں نے اپنی ماں کو اپنے گھر میں بیٹھا چھوڑا ہے وہ تو کسی سواری کی ضرورت مند ہے ہی نہیں۔

لشکری: ارے ہم اس اونٹ کو ام المومنین عائشہ کے لئے خریدنا چاہ رہے ہیں۔

عرنی: لو اسے لے لو میں اسے بغیر قیمت کے تمہارے حوالے کرتا ہوں۔

لشکری: چلو ہمارے ساتھ ان کے خیمے میں ہم تمہیں ایک حاملہ اونٹنی دیں گے اور الگ سے درہم بھی تمہیں دیں گے۔

عرنی: ان کے ہمراہ عائشہ کے پاس پہنچا ان لوگوں نے اسے حاملہ اونٹنی اور چار سو درہم بھی دیئے اور اونٹ کو عائشہ کے سامنے پیش کیا عائشہ اس پر سوار ہوئی پھر کیا تھا وہ اونٹ بنی اسرائیل کے بچھڑے کے مانند مرکزیت پا گیا اور اس اونٹ کے ارد گرد نہ جانے کتنے ہاتھ کٹے اور اور کتنی جانیں گئیں۔

مقام حوأب

لشکر عائشہ کا گزر ایک ایسے مقام سے ہوا جسے حوأب کہا جاتا تھا وہاں کے کتوں نے بھونک کر ان کا استقبال کیا جس سے عائشہ گھبرا گئی اور محمد بن طلحہ کی طرف متوجہ ہو کر بولی اے محمد اس جگہ کا نام کیا ہے؟

محمد بن طلحاء: اے ام المومنین اس علاقے کو حوأب کہتے ہیں

یہ سن کر عائشہ کی چیخ نکل گئی اور مارے خوف کے گھبرا کر کہنے لگی مجھے واپس جانا ہے۔

محمد بن طلحہ: مگر کیوں اے ام المومنین۔

عائشہ: میں نے جناب رسولخداؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے آپ اپنی ازواج سے فرمارہے تھے کہ گویا میں تم میں سے ایک کو دیکھ رہا ہوں کہ حوأب کے کتے اس پر بھونک رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اے حمیرا وہ تم ہو جاؤ(1)۔

محمد بن طلحہ: اے مادر گرامی اللہ آپ کے اوپر رحمت نازل کرے آپ آگے بڑھیں اور یہ سب باتیں چھوڑیں مگر عائشہ نے محمد بن طلحہ کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور اپنے مقام پر گھبرائی ہوئی کھڑی رہی اور اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئی اور اسے غم واندوہ نے گھیر رکھا تھا اسے یقین ہو چلا تھا کہ اپنے مقصد میں گمراہی پر ہے جب یہ خبر لشکر عائشہ کو ملی تو اس کی فوج کے کمانڈروں میں کھلبلی مچ گئی اور وہ سب بھاگ کر عائشہ کے پاس آئے اور وحشت اور دہشت کے ساتھ کہنے لگے اے مادر گرامی کیا بات ہے یہ کیسی خبر دے رہی ہیں۔

عائشہ نے ان کی بات کو کاٹتے ہوئے کہنا شروع کر دیا جبکہ غم و ملال اس کے دل پر طاری تھا کہ خدا کی قسم میں ہی حوأب کے کتوں والی ہو مجھے واپس لے چلو مجھے واپس لے چلو۔

---

(1) ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ایک روز اپنی ازواج سے فرمایا اس وقت جب کہ آپ کی ساری ازواج جمع تھیں کہ تم میں سے کون اونٹ والی ہوگی جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے جس کے ارد گرد بہت زیادہ لوگ مارے جائیں گے جو سب کے سب جہنمی ہوں گے اور وہ خود ہلاک ہوتے ہوتے بچ جائے گی (یقینا یہ آخری فقرہ ملعونہ کے چہیتوں کا اضافہ کیا ہوا اور اپنی جیب سے نکالا ہوا فقرہ ہے جناب رسول خداؐ حجۃ خدا اور امام وقت کے خلاف بغاوت اور لشکر کشی کرنے والی کتیا کو نجات یافتہ نہیں کہہ سکتے۔ مترجم) دیکھیے شرح نہج البلاغۃ للمعتزلی: ج ۹، ص ۳۱۱، البدایۃ و النہایۃ: ج ۶، ص ۲۱۶۔ الخصاص الکبری: ج ۲، ص ۱۳۷۔ الاستیعاب: ج ۴، ص ۱۸۸۵۔ اور اسی کتاب میں یہ فقرہ بھی ہے کہ یہ حدیث حضرت رسول خدا کی نبوت کی نشانیوں (پیشین گوئیوں) میں سے ہے۔

عائشہ کا بھانجا عبداللہ بن زبیر تیزی سے بھاگتا ہوا عائشہ کے پاس پہنچا جس سے محبت و مودت میں عائشہ غرق رہا کرتی تھی اس کے سامنے عائشہ نے گھٹنے ٹیک دیئے کیوں کہ وہ بہت سے گواہوں کو لے کر آیا تھا جنہوں نے عائشہ کے سامنے گواہی دی کہ یہ مقام حوأب ہے ہی نہیں اور یہ وہ پہلی جھوٹی گواہی تھی جو اسلام میں اسطرح علانیہ طور پر دی گئی[2]۔

بالآخر عائشہ اپنی پہلی فکر سے باز آگئی اور لشکر کی قیادت شروع کر دی اور جناب رسول خداؐ کے وصی و جانشین اور ان کے شہر علم کے در حضرت المومنین علی علیہ السلام سے لڑنے کے لیے فوج کی کمان سنبھال لی۔

بصرہ پر قبضہ

لشکر عائشہ نے شہر بصرہ پر اچانک سے دھاوا بول دیا جس سے اہل بصرہ کے درمیان ہلچل مچ گئی لشکرِ عائشہ نے شہر والوں کو گھیر لیا تھا اور وہ اس بات سے غافل تھے کہ کیا ہونے والا ہے جناب ابوالاسود دوئلی آگے بڑھے اور اکر عائشہ سے پوچھا اے ام المومنین کیسے آنا ہوا۔

عائشہ: میں خون عثمان کا مطالبہ کر رہی ہوں۔

ابوالاسود دوئلی: نے عائشہ کو بڑے شفقانہ لہجے میں منطقی جواب دیتے ہوئے کہا۔ بصرہ میں تو عثمان کا کوئی قاتل نہیں ہے۔

---

(2) مروج الذھب: ج ۲، ص ۳۴۷۔ تاریخ الیعقوبی: ج ۲، ص ۱۸۱۔

عائشہ طرح طرح کے الٹے سیدھے بہانے تلاش کرنے لگی اور بولی تم سچ کہتے ہو لیکن وہ لوگ علی ابن ابی طالب کے ساتھ مدینے میں ہیں اور میں اہل بصرہ کو ان کے خلاف جنگ پر ابھارنے کے لئے آئی ہوں کیا ہم عثمان کے کوڑے اور سزا سے تمہاری خاطر غضبناک ہوں مگر عثمان کی خاطر تمہاری تلواروں سے غضبناک نہ ہوں؟۔

جناب ابو الاسود دوئلی نے مضبوط دلیل کے ساتھ عائشہ کی بات کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا آپ کا کوڑے اور تلوار سے کیا تعلق ہے آپ رسول خداؐ کی پیاری زوجہ ہیں انہوں نے آپ کو اپنے گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا ہے آپ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے پروردگار کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت فرمائیں اور پھر عورتوں پر تو جہاد واجب ہے بھی نہیں اور نہ ہی انہیں خون کا بدلہ لینے کا حق دیا گیا ہے اور علی ابن ابی طالبؑ خون کا مطالبہ کرنے کا آپ سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور عثمان سے رشتے میں کہیں زیادہ قریب ہیں کیوں کہ وہ دونوں عبد مناف کے فرزندوں میں سے ہیں۔

عائشہ حق کی آواز پر لبیک نہیں کہتی اور اپنی رائے پر ڈٹی رہی اور بولی میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گی جب تک کہ میں جس مقصد کے لئے آئی ہوں اسے پورا نہ کر لوں اے ابو الاسود کیا تم سمجھتے ہو کہ کوئی مجھ سے جنگ کر سکتا ہے۔

عائشہ کا خیال خام تھا کہ کوئی اس سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا کیونکہ اسے زوجیت رسول کے باعث بڑا تحفظ حاصل ہے اسے کیا پتہ تھا کہ اس نے ہی خود اس حرمت کو پامال کر دیا ہے لہذا ابو الاسود دوئلی نے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے بول دیا آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم تم سے ایسی سخت جنگ ہوگی کہ اس کی ہلکی سی جھلک بھی بڑی شدید ہوگی۔

یہ کہہ کر ابو الاسود لوٹ آئے اور ان کی نصیحتیں عائشہ کے لیے کارگر ثابت نہ ہوئی اس کے بعد بڑے خطرناک حادثات رونما ہوئے عائشہ کی فوج نے بصرہ پر چڑھائی کر دی وہاں کے گورنر عثمان بن حنیف کو اسیر کر لیا گیا اور انہیں زندان میں ڈال دیا گیا۔

ہم نے ان حادثات کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب حیات حضرت امام حسین علیہ السلام میں بیان کیا ہے لیکن اس جگہ بعض واقعات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جن کا جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام کی حیات طیبہ سے بڑا گہرا ربط ہے اس لیے کہ انہوں نے ان تمام خطرناک حادثات کا مشاہدہ کیا اور وہ اس وقت عنفوان شباب میں تھے اور ان تمام حالات کے نشیب و فراز اور اسباب و علل سے مطلع تھے اور خوب اچھی طرح اپنے چچا حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے قریش کے پوشیدہ بغض و کینہ سے واقف تھے۔

عائشہ کی سرکشی کا خاتمہ

جونہی امام امیر المؤمنین علیہ السلام کو پتہ چلا کہ عائشہ کے لشکریوں نے بصرہ پر قبضہ کر لیا ہے تو آپ اس گھمنڈی گریباں کو چاک کرنے کے لئے نکل پڑے آپ کے ہمراہ ایک لشکر جرار تھا جس میں سر فہرست جناب رسول خداؐ کے بزرگ صحابہ جیسے جناب عمار یاسر، جناب مقداد بن اسود، جناب مالک اشتر وغیرہ جنہیں امام علی علیہ السلام رسول خداؐ کے نزدیک منزلت و عظمت کا علم تھا چل پڑے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام امن و سلامتی بر قرار کرنے کے لیے پہلے عائشہ کے پاس پیام رساں بھیجے اور اسے رسول خدا کی نسبت سے حاصل مقام و منزلت کی یاددہانی فرمائی اور

آگاہ کیا کہ عائشہ کا شرعی وجوب یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ نہ کرے لیکن اس نے کوئی بات نہیں مانی اور جنگ پر مصر رہی۔

گھمسان کی جنگ

جب امیر المومنین علیہ السلام عائشہ اور اس کی پارٹی کے اعضاء کو سمجھا سمجھا کر مایوس ہو گئے تو پھر آپ نے اپنی فوج کو مرتب و منظم فرمایا ادھر عائشہ نے بھی اپنی فوج کی کمان سنبھالی اور خود عسکر نامی اونٹ پر سوار ہوئیں جس پر ذرھوں اور زنجیروں سے گھری ہوئی عماری تیار کر کے اونٹ پر لادی ہوئی تھی اس کے اندر عائشہ براجمان ہوئیں اور دونوں فوجوں میں بڑا گمسان کا رن پڑا مگر آخر کار لشکر عائشہ کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا اس کی فوج کے بہت زیادہ لوگ مارے گئے طلحہ اور زبیر موت کی گہری نیند سلا دیے گئے اس کے باوجود عائشہ اپنی فوج کے باقی ماندہ لوگوں پر اپنا حکم چلاتی رہی یہاں تک کہ خود اس کے اونٹ کو پے کر دیا گیا تو حضرت محمد بن ابی بکر اور امام علی علیہ السلام کے بعض فرزندوں کے آگے بڑھ کر عائشہ کو حودج سے باہر نکالا اور محفوظ طریقہ سے اسے بصرہ کے ایک گھر میں لے گئے اور جنگ ختم ہو گئی مگر مسلمانوں کے گھروں میں رنج و غم اور سوگ تھا اور ان کے درمیان آپس میں بغض وعداوت کے شرارے پھیل گئے اور اس مقام پر ہم اب جنگ جمل کے سلسلے میں گفتگو کا خاتمہ کرتے ہیں۔

جنگ صفین

ابھی امام امیر المؤمنین علیہ السلام جنگ جمل اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی مشکلات سے سکون و راحت کی سانس نہیں لے پائے تھے اور بڑے مختصر ایام نہیں گزرے تھے کہ ابو

سفیان کے لال معاویہ کی جانب سے حکومت امام علی علیہ السلام کو ہولناک خطرہ لاحق ہو گیا معاویہ، تاریخ عرب کا مکار ترین، سیاسی لومڑی تھا اس نے اپنے مکر و فریب کے ذریعے دوسرے خلیفہ کے افکار و خیالات پر قابو حاصل کر لیا تھا اور اس کی محبتوں کا مرکز بنا ہوا تھا اسی لیے اس نے کبھی معاویہ سے کسی بات پر محاسبہ نہیں کیا حالانکہ دوسرا خلیفہ اپنے دیگر گورنروں کا محاسبہ کیا کرتا تھا لیکن معاویہ پر اسلام کی تعلیمات کے خلاف واقع ہونے والی بے جا تصرفات اور اقدامات پر کوئی نکتہ چینی نہیں کرتا تھا جیسے کی معاویہ سونے چاندی کے برتن استعمال کرتا تھا اور ریشم کی پوشاک پہنتا تھا اس کے علاوہ بہت سے حرام کام جو اسلام نے منع کر رکھے تھے مگر معاویہ دھڑلّے سے انجام دیتا تھا مگر خلیفہ کی طرف سے اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا تھا معاویہ پر شراب خوری کا الزام تھا لیکن اس نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اپنے خلاف اسلام کاموں میں دن بدن اضافہ کرتا رہا اور خلیفہ نے اس کے ان کرتوتوں کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا کہ وہ عرب کا کسریٰ (بادشاہ) ہے لیکن یہ نہایت گھٹیا تاویل اور عذر تراشی ہے جیسا کہ اہل تحقیق فرماتے ہیں۔

بہر حال معاویہ نے رسمی طور پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت سے انکار کر دیا اور امام علیہ السلام کی حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کا اعلان کر دیا اور اس نے تمام مسلمانوں کی تائید سے کہ جن میں سر فہرست رسول خداؐ کے صحابہ، مہاجرین و انصار تھے قائم اسلامی حکومت سے بغاوت کے لیے قتل وخون عثمان کا اچھا بہانہ پا لیا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام اپنے اصحاب میں سے چنندہ افراد کو معاویہ سے ملاقات کرنے کے لئے بھیجا اور اسے سرکشی و بغاوت سے روکنے کی حتی الامکان کوششیں صرف کر دیں لیکن معاویہ نے ایک نہ سنی اور اس نے سرے سے انکار کر دیا اپنی گمراہی و سرکشی پر ڈٹا رہا اور لشکر پر

لشکر اکٹھا کرتا رہا اور امام الموحدین، سید المتقین، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے اپنی فوجیں مرتب و منظم کرتا رہا۔

صفین کی طرف کوچ

معاویہ نے امام سے جنگ کرنے کے لیے تمام وسائل مہیا کر لیے جن میں سر فہرست اور اہم حربہ شامیوں کے درمیان یہ پروپیگنڈا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام نے ہی عثمان کا خون بہایا ہے وہ منبر پر جا کر عثمان کی خون سے رنگین قمیض کو پھیلاتا تھا یہ دیکھ کر شامی دہاڑیں مار کر روتے تھے اور جب ان کے حزن و ملال اور درد و غم میں کمی واقع ہونے لگتی تھی تو عمرو عاص، معاویہ سے مذاق کے طور پر کہتا تھا کہ "اونٹنی کے دودھ پیتے بچے کو حرکت دے گا تبھی تو وہ حرکت میں آئے گی" (ایک ضرب المثل ہے جس کو عمرو عاص نے بڑے موقع سے استعمال کیا ہے مطلب یہ ہے کہ تو شامیوں کو قمیص عثمان کے ذریعہ بھڑکائے گا تبھی تو وہ تیرا ساتھ دیں گے اور علی سے لڑنے مرنے پر تیار ہوں گے۔ مترجم) پھر کیا تھا معاویہ، قمیص عثمان کو شامیوں کے سامنے نکالتا تھا اور وہ قمیص بنی اسرائیل کے درمیان بچھڑے کا کام کرتی تھی شامیوں کا حزن و ملال تازہ ہو جاتا اور عثمان کے غم میں ان کا برا حال ہو جاتا تھا یہاں تک کہ شامیوں نے خدا کی قسم کھالی کہ وہ غسل جنابت اور عورتوں سے ملن اس وقت تک نہیں کریں گے اور بستر پر نہیں سوئیں گے جب تک کے عثمان کے قاتلوں کو قتل نہیں کر ڈالیں گے (3)۔

---

(3) موسوعة الامام امیر المومنین: ج ۱۱، ص ۱۵۵۔

بہر حال، معاویہ اپنے لشکر جرار اور دھوکہ کھائے ہوئے فوجیوں کی کھیپ لیکر وصی رسول خداؐ، باب شہر علم نبی سے جنگ کرنے کے لئے چل پڑا اس نے اپنے آگے آگے جاسوسوں کو پھر اپنی فوج کی کچھ ٹکڑیوں کو روانہ کیا جو کہیں کہیں ٹھہرتے تھے یہاں تک کہ وہ نہر فرات کے ایک گھاٹ پر پہنچ گئے معاویہ نے اپنی فوج کے ہر اول دستے کو حکم دیا کہ فرات کے گھاٹ پر قبضہ کرلیں اور اس طرح گویا انہوں نے پہلی فتح وظفر حاصل کرلی اور یہ مقام صفین کے نام سے جانا جاتا ہے کہ جہاں لشکر معاویہ کے ہزاروں دستے نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

امامؑ بھی جنگ کے لئے نکل پڑتے ہیں

جس وقت امام امیر المؤمنین علیہ السلام کو اطلاع ملتی ہے کہ معاویہ صفین کے مقام پر کوچ کرکے پہنچ چکا ہے تو آپ بھی اپنے دھوکہ باز دشمن سے جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہوئے اپنی فوج کی جنگی قوتوں کو منظم فرمایا اور جنگ کے لئے جو وسائل درکار تھے سب مہیا فرمائے اور فوج کی مختلف ٹکڑیوں کو لے کر روانہ ہوگئے ان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہورہا تھا کہ جیسے سیلاب روانہ ہو چکا ہے جن کے سروں پر حق کے پرچم لہرا رہے تھے اور انہیں یہ یقین تھا کہ اسلام اور اس کے اہداف ومقاصد کے خلاف سرکش طاقتوں اور دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے جارہے ہیں۔

لشکر امام کے متعدد دستے صفین کے مقام پر پہنچ گئے مگر وہاں پانی حاصل کرنے کے لیے کوئی گھاٹ خالی نہیں ملا جہاں لشکر معاویہ کی بھاری تعداد گھاٹ کو گھیرے ہوئے نہ ہو اور وہ پوری طاقت سے لشکر امام کے فوجیوں کو گھاٹ تک پہنچنے اور پانی حاصل کرنے سے مانع ہورہے تھے جب یہ صورتحال امام علیہ السلام نے ملاحظہ کی تو آپ نے اپنے اصحاب کے کچھ لوگوں کو معاویہ کے

پاس وفد کی شکل میں روانہ کیا اور پیغام بھیجا کہ ان کے لشکر اور پانی کے درمیان حائل نہ ہوا جائے اور سارے لشکری برابر سے پانی سے سیر اب ہوں معاویہ نے امام کی یہ پیشکش اپنے اموی مشاوروں اور فوج کے سرداروں کے سامنے رکھی ان لوگوں نے امام کے وفد کی پیشکش کو ٹھکرادیا اور وفد کے لوگ ناکام امام کی خدمت میں پہنچے اور صورتحال سے امامؑ کو آگاہ کیا اور پیاس نے امامؑ کے لشکر کے بہت سے لوگوں کو جاں بلب کر دیا تھا ادھر امام کے لشکر میں اشعث بن قیس نے کھڑے ہو کر آواز بلند کی کہ "تم میں سے جو بھی موت یا پانی کا خواہاں ہے وہ اٹھے کہ میں پانی لینے کے لئے جارہا ہوں "اس آواز پر بارہ ہزار فوجیوں نے لبیک کہا پھر کیا تھا صبح سویرے ان فوجیوں نے لشکر معاویہ کے گھاٹ پر تعینات فوجیوں پر دھاوا بول دیا اور اشعث یہ رجز پڑھتا جارہا تھا:

میعادنا الیوم بیاض الصبح   هل یصلح الزاد بغیر ملح

لالا، ولا امر بغیر نصح   دبوا الی القوم بطعن سمح

مثل العزالی بطعان نفح   لا صلح للقوم واین صلح

حسبی من الاقحان قاب رمح

"ہماری وعدہ گاہ سپیدۂ صبح نمودار ہوتے ہی طے ہے، کیا بغیر نمک کے زاد راہ خوشگوار ہو سکتا ہے، نہیں، نہیں، ہرگز نہیں بغیر نصیحت کے امر ہی نہیں ہوا کرتا، بھاری حملہ کرنے کے لیے لشکر معاویہ کی طرف چل پڑو اور ایسا وار کرو کہ خون، سیلاب کی مانند جاری ہو جائے اس لشکر سے صلح و مصالحت کی تو کوئی بات ہی نہ کرو بھلا یہ لوگ صلح پر کہاں تیار ہونے والے ہیں ان کے اوپر نیزوں سے حملہ کرنے اور ان پر ٹوٹ پڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے"۔

اشعث بن قیس اور امام کے فوجیوں نے لشکر معاویہ پر حملہ کر دیا پھر کیا تھا عدل و انصاف کی طاقت کے سامنے لشکر معاویہ ڈھیر ہو گیا انہیں بھاری نقصانات اٹھانے پڑے کتنوں کی جانیں چلی گئیں اور باقی بچے رہے ننگ و عار کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔

امام علیہ السلام کے لشکریوں نے فرات کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور انہوں نے چاہا کہ لشکر معاویہ کے ساتھ اس کے جیسا ہی سلوک کریں اور انھیں پانی سے محروم کر دیں لیکن امام امیر المؤمنین علیہ السلام اس امر کی مخالفت کی اور ان کے ساتھ کریمانہ رویہ اختیار فرمایا اور گھاٹ پر تعینات فوجی دستہ کو حکم دیا کہ لشکر معاویہ اور پانی کے درمیان حائل نہ ہوں امام علی علیہ السلام کی طبیعت اور مزاج ہی ایسا تھا کہ یہ دستور آپ کے مکارم اخلاق اور پاکیزہ و سربلند ذات کا غماز ہے جس سے معاویہ بے بہرہ تھا اور اس کے اندر اس طرح کی کوئی پسندیدہ خصلت اور شریفانہ عادت نہیں پائی جاتی تھی۔

حضرت مسلمؑ اور فوجی دستہ کی قیادت

جب امام علیہ السلام کے بھیجے ہوئے پیغاماتِ صلح و آشتی کو معاویہ نے ٹھکرا دیا تو امام علیہ السلام نے بھی اپنے فوجیوں کو جنگ کے لئے منظم کرنا شروع کر دیا اور جنگی کاروائی کے لئے فوج کے سپہ سالاروں کو مقرر فرمایا کہ جن میں سے ایک شہید جاوید حضرت مسلم بن عقیل بھی تھے جیسا کہ محقق ابن شہر آشوب کی روایت سے یہ بات ثابت ہے(4) جس کا مطلب یہ ہے کہ اس

(4) مناقب آل ابی طالب: ج ۲، ص ۳۵۲۔

وقت بھی حضرت مسلم علیہ السلام مختلف جہات سے نمایاں اور ممتاز حالت اور شخصیت کے مالک تھے ذیل میں بعض امتیازات ذکر کیے جارہے ہیں:

۱۔ حضرت مسلم علیہ السلام جنگ صفین کے موقع پر بھرپور جوان تھے جس وقت آپ کو لشکر امامؑ کے ایک دستے کی سپہ سالاری سونپی گئی اور بہت بعید ہے کہ حضرت مسلمؑ عنفوانِ شباب میں نہ رہے ہوں۔

۲۔ حضرت مسلم علیہ السلام کو جنگی امور اور اس کے فنون سے مکمل واقفیت تھی ورنہ جس شخص کے اندر کسی فوج کی سپہ سالاری کے لئے ضرورت کے مطابق قیادت کی قابلیت جیسے شجاعت و شہامت اور جس مقصد کے حصول کے لیے لڑ رہا ہے اس پر مکمل ایمان وایقان وغیرہ صفات جمع نہ ہوں تو ایسے شخص کو کسی فوجی دستے کی قیادت وسپہ سالاری نہیں سونپی جاتی۔

۳۔ حضرت مسلم علیہ السلام لشکر امام علیہ السلام کی سپہ سالاری کے لیے منتخب ہوئے جو اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ آپ بھی لشکر امام کے بڑے بڑے سپہ سالاروں جیسے حضرت مالک اشتر، حضرت ہاشم مرقال، حضرت قیس بن سعد وغیرہ کے مانند بہت بلند مقام ومنزلت کے حامل تھے اور سارے بزرگوار ایمان وبلند مقامی میں سربرآوردہ شخصیات تھے۔

دونوں لشکروں کا ٹکراؤ

شامی لشکر کی ٹکڑیاں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی فوج ظفر موج سے ٹکرا گئیں لشکر امام علیہ السلام کے جانبازوں نے خوب امتحان پیش کیا اور گھمسان کا رن پڑا امام علیہ السلام کے

لشکریوں کے حوصلہ شکن حملوں نے شامیوں کے دلوں میں رعب و دبدبہ اور خوف وہراس کی لہر دوڑادی اور جنگ دونوں فریق کے درمیان چلتی رہی کبھی سارا لشکر شام سارے لشکر امام سے ٹکرا رہاہوتا تو کبھی شامیوں کی کوئی ایک دو ٹکڑی امامؑ کے ایک دو دستہ سے نبرد آزماہوتی اور کبھی دونوں سمت کے نامی گرامی پہلوان ایک دوسرے سے تن بتن بھڑ جاتے بہرحال جنگ کی طوالت سے دونوں طرف کی فوج اکتا گئیں تھیں اور کسی فریق کو فیصلہ کن فتح حاصل نہیں ہو پارہی تھی۔

لیلۃ الہریر

جنگ صفین کی شبانہ جنگوں میں سے ایک شب جسے لیلۃ الہریر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے سخت ترین رات تھی کیونکہ اس رات میں بھیانک رن پڑا تھااور بڑی شدید جنگ ہوئی تھی راویان جنگ صفین نے لکھاہے کہ دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئیں تھیں اور دونوں طرف کے تیر انداز مسلسل تیر برسارہے تھے اور تیر ختم ہو جائے تو پتھر اٹھاکر ایک دوسرے کو مار رہے تھے یہاں تک کہ تیروں اور پتھروں کا سلسلہ ناپید ہو گیا پھر کیا تھا نیزوں کو لے کر ایک دوسرے کے اوپر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ نیزے بھی ٹوٹ گئے پھر تلواروں اور لوہے کی سریوں سے ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے جس کے نتیجے میں اس شب صرف لوہے کے ایک دوسرے سے ٹکرانے کی جھنکار آرہی تھی اور اس طرح پوری رات سپیدی صبح نمودار ہونے تک جنگ ہوتی رہی اور دونوں لشکروں کے قربان ہونے والوں کی تعداد 70 ہزار تھی اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام قلب لشکر میں بڑے بڑے بہادروں اور پہلوانوں کو خاک چٹارہے تھے اور سرکشوں و باغیوں کے سروں کو ان کے تن سے فصلوں کے کاٹنے کی طرح کاٹ رہے تھے جبکہ

معاویہ علیہ الھاویہ اپنے خیمے میں سرمست تھا اور بہت سے فوجی اور نگہبان اس کے خیمہ کا احاطہ کیے ہوئے پہرا دے رہے تھے۔

قرآن، نیزوں پر

تاریخ بشریت کا ایک بہت ہی گھنونا اور بیہودہ مذاق قرآن کے نسخوں اور پاروں کا نیزوں پر بلند کرنا ہے یہ حادثہ مسلمانوں کے درمیان بڑے شدید حادثے اور بھیانک واقعے کا سبب بنا لشکر معاویہ میں ہار کے آثار آشکار ہو چکے تھے شامی فوجوں کی ساری قوت و توانائی ساتھ چھوڑ چکی تھی اور وہ بکھر کر رہ گئے تھے بلکہ لشکرِ امام کے قبضے میں آ گئے تھے خود معاویہ الھاویہ نے فرار کا ارادہ کر لیا تھا کہ عمرو عاص نے اسکو قرآن کے نسخوں کو نیزوں پر بلند کرنے کا مشورہ دیا معاویہ نے فورا لبیک کہا پھر کیا تھا قریب 500 قرآن نیزوں کی انیوں پر بلند ہو گئے اور شامیوں نے مارے خوف و ہراس کے شور مچانا شروع کر دیا کہ "اے اہل عراق یہ اللہ کی کتاب تمہارے اور ہمارے درمیان اول سورہ فاتحہ سے آخر سورہ ناس تک فیصلہ کرنے کے لیے موجود ہے ذرا تم ہی بتلاؤ کہ اہل شام کی سرحدوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ہم شامی فوجیوں کے علاوہ کون ہے ؟ اور اہل عراق کی سرحدوں کے تحفظ کے لیے تم اہل عراق کے علاوہ کون ہے ؟ تم ہی بتلاؤ کہ اگر ہم دونوں ختم ہو گئے تو رومیوں سے جہاد کون کرے گا ؟ ترکوں کو کون روکے گا ؟ کفار و مشرکین سے کون لڑے گا ؟"۔

یہ اور اس طرح کی صدائیں اور چیخ و پکار عراقی فوج کے سپاہیوں کے سروں پر بجلیوں کی طرح گریں اور انہیں ایک تباہ کن یلغار اور انقلاب برپا کرنے پر مجبور کر گئیں نتیجہ یہ ہوا کہ امامؑ کے فوجیوں نے امامؑ کی اطاعت سے انکار کر دیا اور لشکر شام کے دعوؤں پر آنکھ بند کر کے لبیک کہہ

بیٹھے، امام امیر المؤمنین علیہ السلام شامیوں کے مکر و فریب اور ان کی چال بازیوں کی قلعی کھولتے رہے اور فرماتے رہے کہ یہ شامیوں کی گھناؤنی چال ہے اس کے فریب میں نہ آؤ لیکن لشکرِ امام کے فوجیوں نے آپ کی ایک نہ سنی اور اس کے برعکس امام ہی کو لشکرِ شام کی آواز پر صلح کرنے پر مجبور کرنے لگے اس سلسلے میں ہم نے اپنی کتاب موسوعۃ الامام امیر المؤمنین علی علیہ السلام میں تفصیل سے بحث کی ہے وہاں رجوع فرمائیں۔

بہر حال حکومت امام علیہ السلام کے پائے اور اس کے تاب ناک ستون، قرآن کے نیزوں پر بلند ہوتے ہی گر گئے تھے امام علیہ السلام حکم صادر فرماتے مگر آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا جاتا تھا کسی چیز سے روکتے تو کوئی اس سے باز نہیں رہتا تھا اور طرح طرح کے مصائب و مشکلات نے امام امیر المؤمنین علیہ السلام کو گھیر لیا تھا۔

تحکیم کی چال بنام قرآن

عراقی لشکریوں نے ابو موسیٰ اشعری کو مسئلہ تحکیم کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کیا ابو موسیٰ اشعری بے حد غبی، منافق اور امام علی علیہ السلام کا سر سخت دشمن تھا ادھر شامیوں نے عمروعاص، سیاسی دھوکہ باز کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا جس نے امام علی علیہ السلام کو خلافت سے معزول کر دیا اور معاویہ کو ساری مملکت اسلامیہ کا خلیفہ قرار دے دیا جس کے نتیجے میں لشکر امامؑ میں بڑی شدید پھوٹ پڑ گئی اور بھیانک فتنہ برپا ہو گیا اور فوج کا ایک بھاری دستہ لشکر امامؑ سے خوارج کی شکل میں جدا ہو گیا اور انہوں نے اپنا ایک الگ نعرہ چن لیا(لاحکم الاللہ) "سوائے خدا کے کسی کی حکومت نہیں ہے" اور پھر بہت جلدی یہ جتھہ تلوار اٹھالیتا ہے اور امام

علیہ السلام سے جدا ہو گیا علماء وفقہاء نے اس گروہ پر دین سے نکل جانے والے گروہ کا حکم لگایا ہے کیونکہ ان لوگوں نے امام کو چھوڑ دیا اور معاویہ سے بھی جنگ نہیں کی جس کے نتیجے میں معاویہ نے تحکیم کے واقعہ کے بعد ان علاقوں پر غارت گری کرنا شروع کر دی جو ابھی تک امام علیہ السلام کی دسترس اور زیر اثر تھے تاکہ اسلامی سرزمین کے باقی علاقوں پر بھی اپنا قبضہ جمالے یہاں تک کہ معاویہ کی غارت گری کا سلسلہ کوفہ کے قریب تک پہنچ گیا اور امام امیر المؤمنین علیہ السلام شہریوں کو تحفظ نہیں دے سکے اور آپ کے لشکر کے بڑے بڑے سپہ سالار معاویہ سے جا ملے اور اس نے بھی ان کے اوپر مال دولت کی بارش کر دی اور باقی ماندہ لوگوں اور سپہ سالاروں کو بھی بھاری رقم دینے کا وعدہ کرنے لگا۔

شہادت امیر المومنینؑ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام شہر کوفہ سے باہر ٹھہر گئے اور وہیں درد بھری سانسیں لیتے رہے آپ دیکھ رہے تھے کہ معاویہ اپنے باطل پلان میں کامیاب اور مستحکم ہو گیا ہے اس کی فاسد حکومت مستحکم مگر آپ کی حکومت کی بساط سمٹ گئی ہے اور اپنی فوج میں بھی آپ کے دستور پر عمل نہیں ہو رہا ہے ادھر خوارج نے بھی سرکشی کر دی ہے اور وہ امامؑ کے سامنے امامؑ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور آپ سکوت کے ساتھ صبر و تحمل کر رہے ہیں اور خدا سے دعا گو ہیں کہ جلد از جلد خداوند متعال اس سماج سے آپ کو گلو خلاصی عطا فرمائے اور اپنے پاس حظیرۃ القدس جلد بلائے پھر کیا تھا خداوند متعال نے آپ کی دعا سن لی اور سرکش کمینہ عبد الرحمن بن ملجم اٹھا اور امام علیہ السلام کے سر اقدس پر تلوار چلا دی اس وقت آپ خدا کے گھر مسجد کوفہ میں سجدہ ریز تھے ماہ مبارک رمضان تھا اس نے آپ کے سر اقدس پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ سر مقدس پھٹ گیا وہ

سر جو علوم و معارف نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خزانہ تھا امام اپنی محرابِ عبادت میں گر پڑے اور فرمایا: "**فزت ورب الکعبة**" پروردگار کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

ملعون ابن ملجم کی کاری ضرب کے بعد آپ دو دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے اور آپ کی روح مقدس ملائکہ الٰہی کے جھرمٹ میں بارگاہ خداوندی میں منتقل ہو گئی حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے رات کی تاریکی میں آپ کے لاش مطہر کو غسل و کفن دیا اور آپ کی آخری منزل قبر مطہر کے سپرد کر دیا۔ ہم نے تفصیل کے ساتھ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت اور تکفین و تدفین نیز اس ہنگام کے رونما ہونے والے واقعات کو اپنی کتاب حیات امیر المومنین علی علیہ السلام میں بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

بہر حال اس طرح اس عظیم الشان امام، کائنات کی سب سے بھاری شخصیت، جو کی نفس نبی، باب شہر علم نبیؐ تھا کا خاتمہ ہو گیا اور آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے ان تمام سخت واقعات اور تاریک دور کے دل کو برما دینے والے حادثات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جس کے باعث آپ کا دل بہت تڑپا اور آپ کو اس معاشرے کی حقیقت حال کا بہت اچھی طرح سے علم ہو گیا وہ معاشرہ کہ جس نے حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے مقدس اہداف کو نہیں سمجھا اور ان کے مشن کو کہ جو رسول خداؐ کے مشن کا امتداد تھا درک کرنے سے کوفہ کا معاشرہ عاجز و ناتواں رہا۔

امام مجتبیٰؑ، دور خلافت

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد سخت ترین

حالات اور ناگفتہ بہ ترین ماحول میں زمام حکومت سنبھالی جبکہ فوج مکمل سرکشی و بغاوت پر اتاولی تھی اور لوگوں کی اکثریت جنگ سے تھک چکی تھی اور فوج کے افراد راحت و سکون طلب ہو گئے تھے اور ان کے درمیان خوارج کی فکریں پھیلتی چلی جارہی تھی جنھوں نے حضرت امیر المومنینؑ پر کفر اور دین سے خارج ہو جانے کا الزام لگایا تھا اور امامؑ کی باقی ماندہ فوجیوں کو بھی امامؑ سے بغاوت خلع اطاعت پر ورغلا رہے تھے۔

حضرت امام مجتبیٰ علیہ السلام، معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے نکل پڑے جب کہ آپ کی فوج کے اکثر سپہ سالار اور سردار معاویہ سے خط و کتابت کر رہے تھے اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو اس کے سپرد کر دینے کی سازش رچ رہے تھے ان خائنوں اور دھوکا بازوں میں سے ایک عبد اللہ بن عباس تھا جسے معاویہ نے بھاری رشوت دے کر خرید لیا تھا وہ رات کی تاریکی میں معاویہ کے پاس بھاگ گیا اور اپنی قیادت میں موجود سپاہیوں کو حیران و سرگرداں چھوڑ گیا امام مجتبیٰ علیہ السلام نے ساری فوج کا ایک عمومی سپہ سالار مقرر کیا اس نے بھی خیانت کر دی اسی طرح آپ نے یکے بعد دیگرے 12 سپہ سالار مقرر کئے جو ایک ایک کر کے امام مجتبیٰ علیہ السلام کو دھوکہ دیتے اور خیانت کرتے رہے اور معاویہ سے بھاری رقم رشوت لے لے کر اس سے ملحق ہوتے رہے، خود امام مجتبیٰ علیہ السلام پر حملہ ہوا اور ایک اموی سرکش نے اثناء نماز میں آپ پر حملہ کر دیا جس سے آپ کی ران زخمی ہوگئی اس صورتحال میں امامؑ کے پاس دو ہی راستہ باقی رہ گیا تھا:

پہلا: یا تو آپ اس ہاری ہوئی اور کمزور و ناتواں فوج کے ساتھ معاویہ سے جنگ چھیڑ دیتے کہ اس صورت میں یہ بات ہے کہ امام علیہ السلام کو کسی شکل میں کامیابی و فتح کی کوئی امید نہیں تھی اور

صرف آپ کو اور آپ کے اہل بیتؑ اور مخلص شیعوں کو قربان ہو جانا پڑتا اسی طرح اگر امامؑ کو اسیر کر لیا جاتا اور بندی بنا کر معاویہ کے پاس بھیج دیا جاتا تب بھی وہ آپ پر احسان جتانے کے لیے آزاد کر دیتا اور "طلیق" قرار دے دیتا کہ جو خود معاویہ کے لئے اور اس کے خاندان کے لئے ننگ و عار کا عنوان تھا اور نبی کریمؐ نے فتح مکہ کے دن تمام امویوں کو "طلقاء" کہہ کر آزاد کر دیا تھا یہ ننگ و عار کا عنوان اس کے خاندان سے مٹ جاتا اور معاویہ، بنی ہاشم کے اوپر بہت بڑی فتح حاصل کر لیتا بلکہ وہ اس طرح بھاری انتقام لے لیتا۔

دوسرا: یا پھر امام مجتبیٰ علیہ السلام معاویہ سے صلح و مصالحت کر لیتے کہ جو آپ کی آنکھ میں خلش اور گلے میں پھانس تھی اور معاویہ کو اس کی سرکشی و طغیانی پر چھوڑ دیتے وہ جو چاہتا ہے کرتا، اپنا مافی الضمیر ظاہر کرتا، مسلمانوں کے خلاف جو کچھ اس کے دل میں بھرا ہوا کینہ تھا اسے برملا کرتا اور ہر سیاہ و سفید کا مالک بن کر جیسے چاہتا حکومت کرتا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے دوسرا راستہ صلح و آشتی کا انتخاب کیا بلکہ یہی راستہ آپ کے اوپر شرعاً معین و مقرر ہو چکا تھا اور اگر امام مجتبیٰ علیہ السلام صلح و مصالحت کا راستہ نہ اپناتے تو امت اسلامیہ کو کن کن مصائب و آلام اور دشوار گذار سختیوں کو جھیلنا پڑتا یہ بس خدا ہی جانتا ہے، ان سارے مسائل کو تفصیل کے ساتھ جیسے کہ کیفیت صلح، ضرورت صلح، شروط صلح، وغیرہ پر گفتگو ہم نے اپنی کتاب حیاۃ الامام الحسن علیہ السلام کی دوسری جلد میں کی ہے وہاں رجوع فرمائیں۔

حکومت معاویہ

صلح کے بعد معاویہ نے دولت اسلامیہ کی قیادت و زمام امور کو اپنے چنگل میں دبوچ لیا

اور پھر کتاب خدا و سنت رسول خداؐ کے خلاف اپنی سیاست کے سارے حربے استعمال کرنے لگا اس نے شیعیان امیر المؤمنین علیہ السلام میں مخلص ترین اور متقی پرہیز گار ترین بھاری شخصیات جیسے عظیم صحابی حجر بن عدی، عمرو بن حمق خزاعی وغیرہ کو شہید کر دیا سبط رسول خدا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کرڈالا اسی طرح اس نے دیگر نمایاں شخصیات کو مروا دیا اور اپنی حکومت کے کارندوں میں بدمعاشوں، اوباشوں اور سرداروں کو مقرر کیا مختلف مرکزی شہروں میں بدترین لوگوں جیسے مغیرہ بن شعبہ، بسر بن ارطاۃ، زیاد بن ابیہ اور اس کا پلّا عبید اللہ وغیرہ کو گورنر بنا کر بھیجا اور بالآخر اس ملعون نے اپنے جرائم و کرتوت کے اختتام پر بدترین مہریوں ثبت کی کہ اپنے شرابی و بدمعاش بیٹے یزید پلید کو مسلمانوں کے سر پر تھوپ دیا اور اسے مسلمانوں کے دین و دنیا میں دخل اندازی کرنے کے لیے خلیفہ نامزد کر دیا اور اس نے بھی کوئی کرتوت نہیں چھوڑی کہ جس کا ارتکاب نہ کیا ہو کہ جس میں سے ایک جناب رسول خداؐ کی پاکیزہ عترت کو صحرائے کربلا میں شہید کرنا مقدرات عصمت و طہارت کو ایک شہر سے دوسرے شہر بندی بنا کر پھرانا، رسول خداؐ کے مقدس شہر مدینہ کی حرمت پامال کرنا اور رسول خداؐ کے مرکز مدینہ کو اپنی فوج کے اوپر حلال کر دینا ہے کہ وہ جو چاہیں وہاں کریں نیز مکہ میں خانہ خدا کے غلاف کو جلایا اور اس طرح کے بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا جو تاریخ کے سیاہ اوراق بن گئے ہیں۔

حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام ان تمام بھیانک واقعات کو مشاہدہ کر رہے تھے اور آپ دیکھ رہے تھے کہ کس طرح مسلمانوں کو بھاری نقصانات ہو رہے ہیں اور ان پر کیسی کیسی مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں۔

بھیانک خواب

باپ کی ہلاکت کے بعد یزید پلید نے حکومت اسلامیہ کی قیادت اپنے قبضہ میں کرلی جب کہ مورخین کا اجماع ہے کہ اس ملعون کے اندر کوئی اچھی صفت اور شریف خصلت پائی ہی نہیں جاتی تھی وہ ہمیشہ لہو ولعب اور شراب وشباب میں دھت رہتا تھا اور ایسے ایسے کام کرتا تھا کہ سماج کے پست لوگ بھی اس کے مرتکب نہیں ہوتے ہیں جنہیں نہ اللہ کا خوف ہوتا ہے نہ سماج کا ڈر، اس ملعون نے اپنی حکومت کا آغاز ظلم وجور اور روئے زمین پر فتنہ وفساد کی نشر واشاعت سے کیا ہے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نزدیک سے اسلامی دنیامیں برپا ہو رہے بھاری و بھیانک واقعات کو ملاحظہ کررہے تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ کس طرح مسلمین، بھیانک شر و شرارت میں پڑ گئے ہیں اور خاص طور سے خاندان رسالت طرح طرح ظلم و ستم اور قتل و غارت گری کا شکار بنائے جارہے ہیں حضرت مسلم علیہ السلام خود بھی اس گرامی قدر خاندان کی ایک نمایاں ہستی ہونے کے ناطے اسلامی اقتدار کو بچانے اور شریعت کے تحفظ کے جرم میں اموی خطرے سے دوچار تھے کیونکہ بنی امیہ اسلامی عقائد و معارف کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے تھے اور اسلامی و انسانی تمدن کی عمارت ڈھاناچاہتے تھے۔

بہر حال اب تک جتنی بھی بحثیں سابق میں ہم نے ذکر کی ہیں، علماء اصول کی تعبیر و اصطلاح میں وہ سب کے سب تمہیدی گفتگو تھی اور اب آنے والی بحثوں میں ہم حضرت مسلم بن عقیل شہید علیہ السلام کی امام حسین علیہ السلام کی طرف سے سفارت ونیابت کی ذمہ داری پر بحث

کریں گے کہ کس طرح اس شہید جاوید نے امام حسین علیہ السلام کے مقدس انقلاب کے اہداف یعنی قیام عدل و انصاف اور لوگوں کو اموی ظلم و بربریت سے بچانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے ملاحظہ ہو:

امام حسینؑ کا بیعت یزید سے انکار

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اموی حکومت کے دربار میں جا کر علی الاعلان بیعت یزید سے انکار کر دیا یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ آپ کو قصر ولید، حاکم مدینہ میں رات کی تاریکی کے اندر طلب کیا گیا تھا اور امام حسین علیہ السلام نے اندازہ کر لیا تھا کہ کس مقصد کے لیے بلایا جارہاہے لہذا آپ اپنے اہل بیت کو لے کر قصر ولید تشریف لے گئے تھے۔

اور یہ بات ہے کہ ان جیالوں میں حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام بھی تھے جو امام علیہ السلام کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ گئے تھے اور امام نے ان سے فرمایا تھا: "جب میری آواز بلند ہو جائے تو تم سب کے سب قصر میں داخل ہو جانا"۔

امام علیہ السلام داخل قصر الامارہ ہوئے جو انان بنی ہاشم ساتھ چلے امامؑ ولید کے پاس پہنچے اور جب آپ اپنی جگہ بیٹھ گئے تو اس نے مرگ معاویہ کی خبر دی امام حسین علیہ السلام نے کلمہ استرجاع (اناللہ و انا الیہ راجعون) زبان پر جاری فرمایا اور ولید سے پوچھا: تم نے مجھے کیوں بلایا ہے؟ اس نے کہا میں نے آپ کو بیعت یزید کے لئے طلب کیا ہے امامؑ نے صبح کو لوگوں کے جمع ہو جانے تک کی مہلت طلب کی اور اس مہلت کے ذریعے امام کا ارادہ یہ تھا کہ مجمع عام میں بیعت یزید سے انکار کر دیں اور لوگوں کو یزید کے خلاف بغاوت کرنے اور اس کی حکومت و اطاعت سے مکمل طور

سے انکار کرنے کی دعوت دیں، اس بزم میں باطل کے ستونوں میں سے ایک مروان بن حکم بھی موجود تھا اس نے فتنہ کی آگ کو شعلہ ور کرنے کے لئے ولید سے پکار کے کہا: اگر ابھی حسین تم سے جدا ہو کر چلے گئے تو پھر وہ کبھی بیعت نہیں کریں گے اور تو پھر ان پر اور ان جیسوں پر کبھی قابو نہیں پائے گا یہاں تک کہ تیرے اور ان کے درمیان کشتوں کے پشتے لگ جائیں ان کو گرفتار کرلے اور اگر بیعت کرتے ہیں تو ٹھیک ہے نہیں تو ان کی گردن مار دے۔

غیور امام، مردود و منحوس مروان کی طرف کو دپڑے اور فرمایا: اے زرقاء کی اولاد، کیا تو مجھے قتل کرے گا یا وہ (ولید)، خدا کی قسم! تو جھوٹا اور کمینہ ہے، پھر امام علیہ السلام ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور بیعت یزید سے انکار کرتے ہوئے صریحی طور پر فرمایا: "اے امیر! ہم اہل بیت نبوت و معدن رسالت، مرکز آمد ورفت ملائکہ، محل و مقام رحمت ہیں اللہ نے ہم سے (دین کا) آغاز کیا ہے اور ہم پر اس کا خاتمہ ہو گا، یزید لعین فاسق آدمی، شراب خور، محترم نفسوں کا قاتل، علانیہ فسق و فجور کرنے والا ہے میرے جیسا شخص اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا تم بھی صبح کرو ہم بھی صبح کرتے ہیں پھر تم دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ ہم میں سے کون خلافت و بیعت کا زیادہ مستحق و سزاوار ہے۔

کلام امام علیہ السلام میں صاف طور پر بیعت یزید سے انکار، اور اپنے ارادے کا اعلان نیز جان کی قربانی وفاداری پر آمادگی کا برملا اعلان ہے امام حسین علیہ السلام یزید جیسے منحوس اور تمام انسانی اقدار سے تہی شخص کی ہرگز بیعت نہیں کر سکتے اور اگر آپ بالفرض بیعت کر لیتے تو اس ملعون کی بندر بازی، شراب خوری اور اس کے تمام کرتوت کی تائید ہو جاتی جس کے نتیجے میں تمام

اسلامی عقائد و اقدار کی بنیادیں ڈھے جاتیں اور وہ ملعون پھر تمام مراحل زندگی میں یکے بعد دیگرے اسلامی اقدار و احکام کا بیڑا غرق کر دیتا۔

ولید نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کوئی زور زبردستی نہیں کی بلکہ امام کا احترام کیا امام وہاں سے باہر تشریف لائے مروان کو بہت گراں گزرا، اس نے ولید کی مذمت و ملامت کرتے ہوئے کہا تم نے میری بات نہیں مانی خدا کی قسم! تم ان پر اب اس طرح کبھی قابو نہیں پا سکو گے۔

ولید نے مروان کو مضبوط دلیل دیتے ہوئے تردید کی اور کہا: وائے ہو تجھ پر اے مروان! تیرا مشورہ میری دنیا و آخرت تباہ کرنے کا مشورہ تھا خدا کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں ہے چاہے پوری دنیا میرے قدموں میں ڈال دی جائے اور بدلے میں حسین کو قتل کروں! سبحان اللہ! کیا میں حسینؑ کو صرف اس لیے قتل کر ڈالوں کہ انہوں نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے خدا کی قسم! میرا خیال ہے کہ کوئی بھی ہو اگر وہ خون حسینؑ کے ساتھ خدا کی ملاقات کو جائے گا تو اس کا میزان اعمال ہلکا نہیں ہو گا، خدا بروز قیامت اس کی طرف نظر عنایت نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کے اعمال و عبادات پاک و پاکیزہ ہوں گے بلکہ اس کے لئے دردناک عذاب ہو گا مروان نے ولید کا مذاق اڑایا اور مسخرہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر تیری یہ رائے ہے تو پھر تو نے جو کیا وہی صحیح ہے[5]۔

(5) تاریخ الامم والملوک طبری: ج۴، ص ۳۵۱۔

یثرب سے امامؑ کا کوچ

امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید سے کھلم کھلا انکار کے بعد مدینہ چھوڑ دینے کا ارادہ فرمایا اور بیت اللہ الحرام مکہ میں پناہ لینے اور وہاں سے اپنی دعوت و مشن کے اعلان کا ارادہ کیا اور مدینہ چھوڑنے سے پہلے آپ اپنے نانا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر پر الوداع کہنے کے لیے حاضر ہوئے درحالانکہ آپ بہت دکھی اور حزن و ملال میں ڈوبے ہوئے تھے امامؑ نے قبر نبیؐ پر پہنچ کر خداوند متعال کی بارگاہ میں ان الفاظ کے ساتھ شکوہ کیا: " خدایا! یہ تیرے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر مطہر ہے اور میں بنت نبیؐ کا لال ہوں اور تو خوب جانتا ہے کہ میرے اوپر کیا آفت آن پڑی ہے، پالنے والے میں نیکی کو دوست رکھتا ہوں، اور برائی سے نفرت کرتا ہوں میں تیری بارگاہ میں اے رب ذوالجلال والاکرام !اس قبر کے واسطے سے اور جو اس قبر مطہر میں آرام کر رہے ہیں ان کے واسطے سے سوالی ہوں کہ جو تیری نظر میں میرے لیے بہتر و برتر ہے اور اس میں تیری رضایت و خوشنودی ہے اور تیرے نبیؐ کی خوشی و رضایت ہے انتخاب فرما"(6)۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام رات کی شدید تاریکی میں اپنی مادر گرامی حضرت سیدۃ النساء العالمینؑ کی قبر مطہر پر تشریف لائے تاکہ ماں کو آخری بار الوداع کہیں قبر پر پہنچتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، حسرت و یاس سے ماں کی قبر کو الوداع کہہ کر اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی قبر پر آئے اور دونوں آنکھوں کے آنسوؤں سے قبر مطہر تر ہوگئی آپ بہت رنجیدہ خاطر

(6) مقتل الحسینؑ للخوارزمی: ج۱، ص۱۸۶۔

اور بے تاب تھے کیونکہ آپ کے سامنے وہ سارے مناظر اور بھیانک حادثات تھے جنہیں آپ کو بنی امیہ سے جھیلنے تھے اور مصائب و آلام کا سامنا کرنا تھا۔

مکہ کی طرف کوچ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ کی طرف اپنے اہل بیت کو لے کر کوچ فرمایا اور مدینہ چھوڑ دیا اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت مسلم بن عقیلؑ بھی تھے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام راہ مکہ میں اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمارہے تھے: "**ربِّ نجّنی من القوم الظالمین**" پالنے والے! مجھے ظالم گروہ سے نجات عطا فرما(7)۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اس سفر میں اپنے زمانے کے سرکش، جبار یزید پلید کو حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ کے زمانے کے سرکش و جبار فرعون سے تشبیہ دی ہے دونوں بزرگواروں نے حق کا قیام اور باطل کے قلعوں کی تاراجی کے لئے وطن چھوڑا تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے سفر میں وہی عام شاہراہ کو اپنایا جس پر تمام مسافرین سفر کیا کرتے تھے اور اس سے روگرداں نہیں ہوئے اگرچہ بعض ہوا خواہوں نے امام کو مشورہ ضرور دیا کہ آپ شاہراہ عام سے گریز کریں اور یہ یثرب کے گورنر کے خوف سے ان کا مشورہ تھا لیکن امام حسین علیہ السلام نے بڑے پر اطمینان اور سکون نفس کے ساتھ جواب دیا کہ: "نہیں، خدا کی

---

(7) سورۂ قصص: آیت ۲۱۔

قسم! میں اس شاہراہ کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ مکہ کے گھروں کو دیکھ لوں یا پھر میرے لیے جو خدا کو منظور ہو اور اس کی جو خوشی ہو وہ میرے حق میں فیصلہ کرے"۔

امام حسین علیہ السلام نے شاہراہِ عام کو عزت و وقار کے ساتھ اپنایا اور آپ کے عزم و ارادے کو بھیانک حادثات کمزور نہیں بنا سکے نا ہی آپ نے سلطنت کے کارندوں کی جاسوسی اور مداخلت کو کوئی حیثیت دی بلکہ آپ نے عرب شاعر یزید بن مفرغ کے اشعار پڑھ کر اپنے اقدام کو واضح کر دیا شاعر کہتا ہے:

لا ذعرت السوام فی فلق الصبح مغیرا ولا دعیت یزیدا

یوم اعطی من المھانة ضیما والمنایا یرصدننی ان احیدا

"میں نہ تو سپیدۂ صبح نمودار ہونے کے وقت شکاری پرندے کے خوف سے مرعوب ہو کر اپنی پرواز بدلنے والا ہوں اور نہ ہی کسی روز پستی کے ساتھ اپنا ہاتھ کسی کے ہاتھ میں دے کر غیرت کا سودا کر سکتا ہوں میں موت کے خوف سے اپنا راستہ بدلنے والا نہیں ہوں"۔

امام حسین علیہ السلام کو پورا یقین تھا کہ جب تک آپ اپنے عزم راسخ پر قائم رہیں گے موت کے خوفناک تیروں کا نشانہ بنتے رہیں گے اور عزم راسخ یہ تھا کہ عزت کی زندگی بسر کریں گے کسی سے غیرت کا سودا نہیں کریں گے اور نہ ہی ذلت اور رسوائی قبول کریں گے اور یزید جیسے فاسق و فاجر کے سامنے نہیں جھکیں گے۔

قافلہ حسینی اپنی راہ پر عزت و وقار کے ساتھ رواں دواں تھا یہاں تک کہ مکہ معظمہ پہنچ گیا جو نہی مکہ کی پہاڑیوں پر امام حسینؑ کی نظر پڑی آپ نے اس آیت شریفہ کی تلاوت کرنا شروع کر دی: " ولما توجہ تلقاء مدین قال عسیٰ ربی ان یھدینی سواء السبیل "(8)۔

" اور جب وہ (حضرت موسیٰؑ) مدین شہر کی طرف کوچ کر گئے (اور اس کے درودیوار کو ملاحظہ کیا) تو کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دے دے گا"۔

شہر مکہ میں

حضرت امام حسین علیہ السلام کا سفر مکہ ۳ شعبان ۶۰ھ کو ختم ہوا آپ نے مکہ میں عباس بن عبد المطلب کے گھر اپنا قافلہ اتارا اہل مکہ نے آپ کا بہت زبردست استقبال کیا اور صبح وشام اہل مکہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر دین کے احکام، احادیث نبوی وغیرہ کے بارے میں سوالات کرنے لگے اور آپ ان سب کو جواب دیتے جاتے تھے۔

ابن اثیر لکھتا ہے: " شہر مکہ میں لوگوں کے وفد پر وفد امام کی خدمت میں پہنچنے لگا لوگ آپ کے اردگرد بیٹھ جاتے اور آپ کی باتوں کو دھیان سے سنتے تھے اور کلام سے استفادہ کرتے تھے اور امام کی نقل کردہ بہت سی حدیثوں کو لکھتے جاتے تھے"۔

حج بیت اللہ کو آنے والے قافلے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے تھے اور آپ کی باتوں کو دھیان سے سنتے تھے امام علیہ السلام بھی ایک لمحہ بھی نہیں گزرنے

---

(8) سورۂ قصص: آیت ۲۲۔ دیکھئے کتاب حیاۃ الامام الحسینؑ: ج ۲، ص ۳۰۷۔

دیتے تھے کہ جس میں آپ حج کے لئے آئے ہوئے قافلوں کے دلوں میں سماجی بیداری نہ مستحکم کر رہے ہوں آپ حاجیوں کو اموی حکومت کی طرف بیدار رہنے اور اس کے کرتوت سے ہوشیار رہنے کی دعوت دیتے تھے کیونکہ اموی سلطنت مسلمانوں کو اپنا غلام بنانے اور انہیں انکے منشاء کے خلاف مجبور کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔

محلی حکومت کی گھبراہٹ

مکہ کی محلی حکومت کو امام حسین علیہ السلام کی آمد اور شہر مکہ کو اپنی دعوت کی نشرو اشاعت کے لئے مرکز قرار دینے اور یزید پلید کی حکومت کے خلاف انقلاب برپا کرنے کا ٹھکانہ قرار دینے سے سخت گھبراہٹ ہوئی حاکم مکہ عمرو بن سعید اشدق، امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کرنے آیااور سوال کر بیٹھا کہ:" آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں"۔

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا کی پناہ اور اس کے مقدس گھر کی پناہ لینے آیاہوں۔

عمرو بن سعید اشدق نے فوری طور پر یزید کو خط لکھ کر آگاہ کیا کہ امام حسینؑ مکہ آئے ہوئے ہیں اور لوگوں کی ان کی خدمت میں آمدورفت بڑھ گئی ہے اور وہ سب ان کی تعظیم و تکریم کر رہے ہیں اور یہ امر، ہماری اموی حکومت پر خطرات کے بادل کی طرح منڈلا رہاہے۔

اپنے گورنر کا خط پڑھ کر یزید پلید ضرورت سے کہیں زیادہ گھبرا گیا اس نے ابن عباس کو خط لکھ کر ان کی محبت اور تائید کا طلبگار ہوا ساتھ میں امام حسین علیہ السلام کو دھمکی بھرا خط لکھا ابن عباس نے امام حسین علیہ السلام کے سفر کی وجہ بھیجی اور خط میں تحریر کیا کہ امام حسین علیہ

السلام اپنے نانا کے شہر مدینہ سے اس لیے نکلنے پر مجبور ہوئے ہیں کیونکہ مدینہ کی محلی حکومت ان کا پاس ولحاظ نہیں رکھتی تھی اور ان کی شان و عظمت اور مقام و مرتبہ کا بالکل خیال نہیں کرتی تھی اس لیے امام حسینؑ خدا کے گھر کی پناہ لینے چلے گئے ہیں، ہم نے امام حسین علیہ السلام کی حیات طیبہ پر اپنی کتاب میں یزید پلید کے خط اور ابن عباس کے مفصل جواب کو کتاب کی دوسری جلد میں ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی مکہ میں امام کی موجودگی میں پیش آنے والے واقعات کا بھی جائزہ لیا ہے۔

کوفہ میں بغاوت کا اعلان

اہل کوفہ کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اموی حکومت کے پائے مرگِ معاویہ کے بعد ڈھ چکے ہیں اس لئے انہوں نے بیعت یزید سے انکار اور اس کی اطاعت کا خلعت اتار دیا اور انہوں نے اپنی بزموں اور جلسوں میں معاویہ کے کرتوت اور اس کی گھینونی سیاستوں پر کھل کر تبصرہ کرنا شروع کر دیا اور ان کے شہر میں معاویہ کی ویران کن سیاست سے کیا کیا تباہیاں پھیلی تھیں اور اسلام کی سربرآوردہ و صالح و متقی شخصیات جو اس ملعون کے ہاتھوں شہید کر دی گئی تھیں سب کو یاد کرنے لگے، بہرحال کوفہ کے شیعوں کا سلطنت یزید کے خلاف اور امام حسین علیہ السلام کی بیعت پر اجماع ہو چکا تھا اسی لیے انہوں نے کوفہ کے سب سے بڑے سربراہ جناب سلیمان بن صرد خزائی کے گھر میں عمومی کانفرنس کی اور حاضرین بزم نے اموی حکومت کی گھٹیا اور گھنونی پالیسیوں پر انقلابی خطبہ دے کر کڑی نکتہ چینی کی اور امام حسین علیہ السلام کی خوب تمجید و توصیف کی، جناب سلیمان بن صرد خزاعی نے اپنے فصیح و بلیغ اور انقلابی خطبے کے دوران فرمایا کہ: "معاویہ ہلاک ہو گیا ہے اور امام حسینؑ نے اپنی قوم والوں کی بیعت حاصل کر لی ہے وہ مکہ پہنچ چکے ہیں تم لوگ انکے شیعہ اور انکے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو لہذا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ان کے مددگار اور ان کے

دشمنوں کے خلاف جہاد کر سکو گے تو پھر ان کی خدمت میں خط لکھو اور اگر تمہیں پستی اور ناکامی کا خوف ہے تو پھر اس مرد (امام حسینؑ) کو دھوکہ مت دو"۔

کوفیوں کی صدا بلند ہو گئی کہ نہیں ہم ان کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

سلیمان: نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کو قتل کریں گے (9)۔

پھر کیا تھا مندرجہ ذیل قرارداد پر سب نے اتفاق کر لیا:

۱۔ امام حسین علیہ السلام کی بھرپور حمایت کرنا۔

۲۔ بیعت یزید توڑ دینا۔

۳۔ امام کی خدمت میں وفد بھیج کر انہیں اپنے یہاں بلانے کی دعوت دینا۔

۴۔ لوگوں کے مختلف طبقات اور بھاری شخصیات کا امام کے نام خط لکھنا کہ وہ یہاں آکر امت کے زمام امور کو اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیں، ان تمام نکات پر ہم عنقریب گفتگو کریں گے۔

امامؑ کے نام کوفیوں کے بعض خطوط کے نمونے

کوفیوں نے اپنے یہاں کے مختلف طبقات کے لوگوں کو جمع کیا اور پھر امام حسین علیہ السلام کے نام خطوط روانہ کرنے لگے انہوں نے اپنے خطوط میں بڑے خلوص و محبت کا اظہار کیا اور

---

(9) کتاب الارشاد: ص ۲۲۴، ۲۲۳۔

امام کو اپنے شہر آنے کی دعوت پر بڑا زور دیا تا کہ امام یہاں تشریف لا کر امت مسلمہ کی قیادت و سربراہی کے جملہ امور کو اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیں ہم کوفیوں کے بعض خطوط کا تذکرہ کر رہے ہیں:

ا۔ ایک خط کی عبارت بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد یہ تھی: سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے مسلمانوں اور شیعوں کی طرف سے۔

اما بعد! ساری تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں کہ جس نے آپ کے سر سخت دشمن، جبار مخالف، معاویہ بن ابو سفیان کی کمر توڑ دی ہے جس نے اس امت کے ہاتھوں سے اس کی مہار کھینچ لی تھی اور اس مال و دولت کو غصب کر لیا تھا اور ان کی رضایت و خوشنودی کے بغیر ان کے خلاف سازشیں رچ کر نیکوکاروں اور صالحین کو قتل کر ڈالا اور بدبخت اور شریروں کو زندہ چھوڑ دیا اور اموال الٰہی کو اپنے پٹھوں اور سرمایہ دار اوباشوں کے درمیان بانٹ کھایا اس کے اوپر ویسی ہی پھٹکار ہو جیسے کہ قوم ثمود کے اوپر پھٹکار پڑی تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پاس امام و رہنما نہیں ہے آپ تشریف لائیں تو امید ہے کہ خداوند متعال ہم سب کو آپ کی بدولت حق پر جمع کر دے، نعمان بن بشیر قصر العمارہ میں محصور ہے ہم اس کی امامت میں نہ نماز عید پڑھتے ہیں اور نہ جمعہ، اگر ہمیں یہ اطلاع مل جائے کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لا رہے ہیں تو ہم اس کو اپنے شہر سے نکال باہر کر دیں گے اور اسے واپس شام بھیج دیں گے انشاء اللہ آپ کے اوپر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو(10)۔

(10) تاریخ الامم والملوک طبری: ج۴، ص۲۶۱۔ الامامۃ والسیاسۃ: ج۲، ص۴و۳۔

یہ خط ماہ شعبان کے آواخر ایام میں لکھا گیا ہے اور اس خط کو لے جانے والے عبد اللہ بن سبا ہمدانی اور عبد اللہ بن وال تھے ان دونوں کو اہل کوفہ سے یہ تاکید و سفارش کی گئی تھی کہ تیزی کے ساتھ خط کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچائیں اور جہاں تک ممکن ہو خط کی بات کو مخفی رکھیں کیونکہ بہر حال دشمنوں سے خوف لاحق تھا دونوں قاصد خط لے کر تیزی کے ساتھ چلے اور ماہ رمضان کی 10 تاریخ کو مکہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچ گئے دونوں نے امام کی خدمت میں خط کو پیش کیا اور زبانی بھی اہل کوفہ کے جوش و ولولہ اور لوگوں کے جذبات و ارادے کی امام حسینؑ کی کوفہ آمد کے حوالے سے عکاسی کی (11)۔

اس خط کے مضمون سے آشکار ہے کہ معاویہ علیہ الھاویہ نے کس قدر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا اور قہر و غلبہ اور زور زبردستی کی سیاست کے ذریعہ امت کے امور کی باگ ڈور پر قبضہ کر کے اسلام کے اخیار و صلحاء جیسے عمرو بن حمق خزاعی، حجر بن عدی وغیرہ کو شہید کر ڈالا تھا۔

اسی طرح یہ خط مسلمانوں کی اقتصادی کمزور حالت اور ثروت مندوں اور گورنروں کے ہاتھوں معاویہ کے اشارے پر بیت المال میں بیجا تصرف اور لوٹ کھسوٹ کا بھی پتہ دیتا ہے اس ملعون نے قوم کے اندر فقر و فاقہ اور محرومیت کا بازار گرم کر رکھا تھا نیز یہ خط پتہ دیتا ہے کہ حاکم کوفہ سے شیعوں نے اپنا رشتہ توڑ لیا تھا اور انہوں نے امام کے پاس خط لکھ کر آپ کو مطلع کر دیا کہ اگر آپ کوفہ تشریف لاتے ہیں تو ہم حاکم کوفہ نعمان بن بشیر کو کوفہ سے نکال باہر کر اسے شام واپس بھیج دیں گے۔

---

(11) الکامل فی التاریخ: ج۴، ص۲۰۔

۲۔ اہل کوفہ کی ایک جماعت نے امام کے پاس خط روانہ کیا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یوں عبارت مرقوم تھی "حسین بن علیؑ کے نام، ان کے شیعوں اور مسلمانوں کی طرف سے، امابعد! بہت تیزی کے ساتھ تشریف لائیں کہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ کے علاوہ ان کی کسی کے حق میں رائے نہیں ہے پس جلدی کیجئے اور بہت جلدی کیجئے والسلام"(12)۔

اس خط کو قیس بن مسہر صیداوی، عبدالرحمن بن عبداللہ ارحبی، عمارہ بن عبداللہ سلولی، بنی اسد کی طرف سے لے کر چلے تھے نیز ان لوگوں کے پاس پچاس خط اور بھی تھے جن کے لکھنے والے، ایک ایک، دو دو، تین تین، چار چار، افراد تھے(13) اور ان سارے خطوط میں امام کو جلد کوفہ آنے کی دعوت اور ان کے خیر مقدم نیز مکمل تعاون کی حمایت کا اعلان کیا گیا تھا۔

۳۔ ایک خط مجرموں اور فرصت طلب لوگوں کی بھی جماعت نے لکھا تھا جن کا نہ تو خدا پر ایمان تھا اور نہ ہی روزے آخرت پر، ان میں سر فہرست شبث بن ربعی الیربوعی، محمد بن عمر تمیمی، حجّار بن ابجر العجلی، یزید بن حارث شیبانی، غزرۃ بن قیس احمسی، عمرو بن حجاج زبیدی جیسے لوگ تھے یہ خبیث و پلید لوگ بعد میں سے سبط رسول خداؐ، سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے سپاہ یزید کی سپاہ سالاری و قیادت کر رہے تھے ان لوگوں کے خط کا مضمون ملاحظہ ہو: "امابعد! کوفے کے محلے سرسبز و شاداب ہوگئے ہیں، درختوں کے پھل پک چکے

(12) الارشاد: ص۲۲۴۔

(13) انساب الاشراف: ج۳، ص۳۷۰۔

ہیں، کنویں چھلک کر زمین کے برابر آ گئے ہیں، آپ مسلح اور آمادہ پیکار فوج کے درمیان آرہے ہیں جلد کیجئے والسلام"[14]۔

اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ کوفہ والوں کے درمیان امام کی آمد کی آرزو عام ہو گئ تھی، زندگانیٔ اہل کوفہ میں رونق کی امید تھی اور فوجی طاقت کے لحاظ سے شہر کوفہ آمادہ تھا اور وہاں کے لوگ امام کا حق انھیں واپس دلانے کے لئے اور امام کے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار تھے، لیکن یہ بھی طے ہے کہ اس خط کی تحریر کرنے والے بنی امیہ کی طرف سے تعینات تھے ان لوگوں کا مقصد امام کو کوفہ بلا کر اسی شہر میں امام سے لڑنا تھا جس کا اظہار امام حسین علیہ السلام نے خود اپنے اصحاب کے درمیان فرمایا ہے اور اس منافق جماعت کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے[15]۔

۴۔ ان خطوط میں سے ایک خط کا مضمون یوں تھا:

"ہم لوگوں نے اپنی روح و جان کو آپ کی ذات میں محصور و مقید کر رکھا ہے اور ہم لوگ حاکموں کے ہمراہ نماز جماعت میں حاضر نہیں ہوتے آپ ہمارے پاس آ جائیں کہ ایک لاکھ برہنہ شمشیریں آپ کے لئے آمادہ پیکار ہیں ہمارے درمیان فتنہ و فساد بہت پھیل گیا ہے اب تک ہمارے درمیان خدا کی کتاب اور رسول خداؐ کی سنت کے خلاف بہت عمل ہو چکا ہے اب ہم آپ کی قیادت و رہبری میں حق پر ڈٹ جانا چاہتے ہیں اور آپ کی بدولت ظلم و ستم کو اپنے سے دور کر دینا چاہتے ہیں، آپ یزید اور اس کے باپ سے کہیں زیادہ اس حکومت کے اہل اور حقدار ہیں کہ

---

(14) انساب الاشراف: ج۳، ص ۳۷۰۔ مطالب السؤول فی مناقب آل رسول: ص ۷۴۔

(15) حیات الامام الحسینؑ: ج ۲، ص ۳۳۴۔

ان لوگوں نے امت پر غاصبانہ قبضہ جمایا، شراب نوشی، بندر بازی، ڈھول تاشے ان کا مشغلہ رہا اور انہوں نے دین کے ساتھ کھلواڑ کر رکھا ہے"[16]۔

اس خط سے آشکار ہے کہ اہل کوفہ کس کس طرح کے ظلم و ستم کا معاویہ اور اس کے کارندوں کی طرف سے شکار تھے کہ جنہوں نے قرآن و سنت رسولؐ کے خلاف فیصلے کیے اور اب اہل کوفہ نہایت صبر و تحمل کے ساتھ امام حسینؑ کا انتظار کر رہے ہیں تا کہ وہ تشریف لا کر ان کے دکھ درد اور مصیبتوں سے انہیں نجات دلا دیں۔

۵۔ ایک خط اہل کوفہ کی بڑی تعداد نے اجتماعی طور پر لکھا تھا جس کا مضمون ملاحظہ ہو:

" امیر المؤمنین علی کے لال حسینؑ کے نام، ان کے پدر بزرگوار کے شیعوں کی جانب سے، امابعد! بتحقیق کہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ کے علاوہ ان کا کوئی مطمع نظر نہیں ہے اے فرزند رسول خداؐ جلد آیئے، جلد آیئے شاید کہ خدا آپ کی بدولت ہمیں حق پر جمع کر دے اور آپ کے ذریعہ مسلمانوں اور اسلام کی تائید فرمائے"[17]۔

یہ خط بول رہا ہے کہ اہل کوفہ کس قدر آمد امام حسین علیہ السلام کے لئے تشنہ تھے اور ان کا سارا ہم و غم بس امام حسین علیہ السلام کی نصرت اور ان کی خدمت کا شرف حاصل کرنا تھا اور انہوں نے بڑے اصرار کے ساتھ امام کی آمد کے لیے جلد آنے پر اصرار اور شدید رغبت کا اظہار کیا ہے۔

---

(16) تذکرۃ الخواص: ص ۲۴۸۔

(17) وسیلۃ المآل: ص ۱۸۵۔ الفصول المھمۃ لابن صباغ: ص ۱۷۰۔

٦۔ ان خطوط میں سے جو آخری خط امام حسین علیہ السلام کو موصول ہوا وہ یہ ہے:

"اے فرزند رسول خداؐ! آپ جلد از جلد تشریف لے آئیے اس لئے کہ کوفہ میں آپ کے لئے ایک لاکھ تلواریں آمادہ ہیں لہذا تاخیر نہ کیجئے"[18]۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس خطوط کی آمد کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ دو بڑے بورے خطوط سے بھر گئے[19] مورخین کا کہنا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے پاس مختلف اوقات میں پہنچے خطوط کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی تھی[20] اسی طرح خطوط روانہ کرنے والوں کے مجموعی نام کی لسٹ ایک لاکھ چالیس ہزار پر مشتمل تھی کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے کوفہ تشریف لانے پر نصرت کا اظہار کیا تھا اسی طرح ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ صرف ایک دن کے اندر ٦٠٠ خط امام کو موصول ہوئے تھے[21]۔

بہر حال اہل کوفہ کے خطوط پے در پے خدمت امام حسینؑ میں پہنچتے رہے جن میں شہر کوفہ کے مقتدر موثر شخصیات اور سرداران قبائل و قاریان قرآن کی مہریں ثبت تھیں اور ان سب میں امام حسینؑ کی کوفہ آمد کا شوق واشتیاق اور تشنگی کا اظہار کیا گیا تھا تاکہ امام تشریف لاکر ان کے شہر میں قرآن کی حکومت قائم کریں اور گذشتہ ایام میں اسلام کی راجدھانی رہے شہر کے تابناک

(18) دیکھئے کتاب حیاۃ الامام الحسینؑ: ج ٢، ص ٢٣٥۔

(19) دیکھئے کتاب حیاۃ الامام الحسینؑ: ج ٢، ص ٢٣٥۔

(20) الوافی فی المسائۃ الشرقیۃ: ج ١، ص ٤٨۔

(21) الدرّ المسلوک فی احوال الانبیاء والاوصیاء والملوک: ج ١، ص ١٠٧۔

ایام کو پھر واپس لائیں لیکن افسوس کہ جب امام ان کے پاس پہنچے تو اہل کوفہ بہت جلد اپنی پشت کی طرف پلٹ گئے بجائے استقبال کے انہوں نے اپنی تلواروں اور نیزوں سے جسم مبارک امام حسین علیہ السلام کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے، اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم مطہر کو روند ڈالا اور امام کی خواتین اور بچوں کو بندی بنالیا۔

سفیر عراق حضرت مسلمؑ

اہل کوفہ کے پے درپے خطوط آتے رہے اور وہ امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت دیتے رہے تاکہ امام تشریف لاکر انہیں بنی امیہ کے ظلم و ستم سے بچالیں، امام حسین علیہ السلام پر اس عظیم الشان انقلاب اور پر خطر قیام، وجوب شرعی بن چکا تھا جو آپ کے علاوہ کوئی برپا بھی نہیں کر سکتا تھا لہذا آپ نے کوفیوں کی طبیعت اور ان کی نفسیات سے واقف ہونے کے باوجود ان کی آواز پر لبیک کہا اور یہ صرف امام حسینؑ نے اپنا واجب شرعی جان کر قدم اٹھایا تھا (ناکہ کوفیوں کے خطوط کے باعث)۔

اور امام حسین علیہ السلام نے ہر چیز سے پہلے کوفیوں کے صدق قول اور خلوص نیت کو پڑھنے کے لیے اپنا سفیر مقرر کرنا ضروری سمجھا کہ اگر کوفی اپنے عزم و ارادے میں پکے ہوں تو امام کے لئے سفیر امام کے ہاتھوں پر اہل کوفہ بیعت کریں پھر امام علیہ السلام ان کی جانب روانہ ہوں لہذا امام علیہ السلام نے مندرجہ ذیل قدم اٹھایا:

سفارت کے لیے حضرت مسلمؑ کا انتخاب

حضرت امام حسینؑ نے اپنے بھروسہ مند، اہل بیتؑ کے بزرگ اور فضل و کرامت میں نمایاں شخصیت حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام پر اعتماد کے پیش نظر اپنا سفیر مقرر فرمایا کیوں کہ حضرت مسلمؑ، ایک ماہر سیاستداں، حالات کا مقابلہ کرنے کی بے پناہ قابلیت رکھنے والے نمایاں ذات تھے اور مختلف قسم کے حادثات و واقعات کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکتے تھے اس سلسلے میں علامہ شیخ عبد الواحد مظفر نے کیا خوب کہا ہے:

تصفحت اخبار السفارة لم اجد سفیرا یدانی مسلم بن عقیل

اری ذکره حیا و ان غاب شخصه لدیٰ کل دور فی الحیاة و جیل

فتی ینتخبه السبط سبط محمد متی تسمح الدنیا له بمثیل؟

"میں نے سفارت کا منصب سنبھالنے والوں کی تاریخ کے اوراق گردانے ہیں مجھے کوئی بھی سفیر حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شخصیت کے قریب ہوتا ہوا بھی نہیں ملا میں حضرت مسلمؑ کی یاد کو زندہ و پائندہ پا رہا ہوں اگرچہ وہ جسمانی طور پر ہم سے او جھل ہیں لیکن وہ ہر دور اور ہر نسل کے پاس زندہ ہیں وہ ایسے بہادر اور جوان شخص تھے کہ جنہیں نواسے رسول خداؐ حضرت امام حسین علیہ السلام نے منتخب فرمایا تھا تو پھر بھلا ان کے مانند دنیا کہاں سے کوئی دوسرا سفیر پیش کر سکتی ہے"۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو اپنے تمام چچازاد بھائیوں، بھتیجوں اور بھائیوں میں سے اس اہم ترین مہم کو سر کرنے کے لیے منتخب فرمایا اور ان کے

ذمہ سفارت کی ذمہ داری سونپی اور حضرت مسلمؑ نے بھی بخوشی ورغبت کے ساتھ اس اہم کام کو سرانجام دینے کے لئے قبول فرمایا۔

سفارت حسینیؑ کا وثیقہ اور دستاویز

امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم علیہ السلام کے لئے ایک دستاویز تحریر فرمایا جس میں آپ نے جناب مسلمؑ کو اپنا نائب مقرر فرمایا یہ دستاویز متعدد طریقے سے تاریخی کتاب میں ذکر ہوا ہے ملاحظہ ہو:

ابو حنیفہ دینوری کی روایت کے مطابق سفارتی دستاویز امام نے یوں مرقوم فرمایا تھا:

"حسین بن علی کی جانب سے، کوفہ کے ان تمام شیعوں اور محبوں کے نام جن جن تک یہ خط اور دستاویز پہنچ جائے، تم سب پر سلام ہو، اما بعد! بتحقیق تم لوگوں کے خطوط مجھے موصول ہوئے اور میں نے سمجھ لیا جو تم سب نے اپنی محبتوں کا میری آمد سے اظہار کیا ہے میں تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی اور اپنے اہل بیت میں سے ثقہ و قابل اعتماد شخص مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں تاکہ وہ تمہارے حالات کی گہرائی حقیقت سے مجھے آگاہ کریں اور میرے پاس تمہارے اجتماع کی کیفیت کو لکھیں اگر تمہاری حالت ویسی ہی ہے جیسی تمہاری تحریروں میں مرقوم میرے پاس پہونچی ہے اور جیسا کہ تمہارے خطوط میں مجھے باخبر کیا ہے تو پھر میں تمہارے پاس آنے میں جلدی کروں گا، والسلام"[22]۔

---

(22) الاخبار الطوال: ص ۲۱۰۔

۲۔ صفی الدین نے اپنی کتاب میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد امام کی تحریر کو یوں رقم کیا ہے: اما بعد! بتحقیق کہ تمہارے خطوط مجھے موصول ہوئے ہیں اور میں نے تمہاری آراء اور تقاضوں کو سمجھ لیا ہے میں نے تمہارے پاس اپنے قابل اعتماد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیج دیا ہے اور میں بھی عنقریب ان کے پیچھے تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں، والسلام"[23]۔

اس روایت میں حضرت مسلم بن عقیلؑ کی ذمہ داری وسفارت کا اصل موضوع ہی چھوڑ دیا گیا ہے اور وہ یہ کہ جناب مسلمؑ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی نیابت میں کوفیوں سے بیعت لینے پر مامور کیا گیا تھا۔

۳۔ طبری کی روایت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد اس طرح مرقوم ہے:" حسین بن علی کی جانب سے مومنین و مسلمین کی جماعت کے نام، ہانی اور سعید[24] دونوں میرے پاس تمہارے بہت سے خطوط لائے ہیں اور یہ دونوں جو تمہارے خطوط لانے والوں میں آخری دو فرد ہیں میں نے وہ ساری باتیں سمجھ لی ہیں جو تم لوگوں نے ذکر اور بیان کی ہیں اور تم سب کی ایک ہی مانگ ہے کہ ہمارا کوئی رہبر و امام نہیں ہے آپ آجائیں شاید خداوند متعال آپ کی بدولت ہمیں ہدایت اور حق پر جمع کردے۔

میں نے تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی اور اپنے اہل بیت میں قابل اعتماد شخص مسلم بن عقیل کو بھیج دیا ہے اور میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے حالات اور تمہاری آراء کو میرے

---

(23) وسیلۃ المآل: ص۱۸۶۔ حکیم لائبریری کا خطی نسخہ۔

(24) یعنی ہانی بن سبیعی اور سعید بن عبد اللہ الحنفی۔

پاس لکھ بھیجیں لہذا اگر انہوں نے میرے پاس لکھا کہ تم سب کی رائے اور تمہارے عقل و شعور رکھنے والے بڑے بڑے بزرگوں کی بھی وہی رائے ہے اور تم سب اسی امر پر جمع ہو کہ جس سے تم سب نے میرے پاس خطوط لکھ کر اور پیغمبر روانہ کرکے مطلع کیا ہے میں انشاءاللہ بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا کہ مجھے میری جان کی قسم ہے: امام ورہبر بس وہی ہے جو کتاب خدا کے مطابق عمل پیرا ہو، عدل و انصاف اس کا وتیرہ ہو، حق و حقیقت کا پابند ہو اور بس خدا کی ذات کا خیال رکھے اور اپنے کو اللہ کا مطیع بنائے، والسلام"[25]۔

طبری کی نص عبارت کے حساب سے امام کا تحریر کردہ یہ وثیقہ درج ذیل اہم امور پر مشتمل ہے:

پہلا امر: کوفیوں کے خطوط، امام حسینؑ کو پے در پے موصول ہو رہے تھے جن میں وہ امام حسینؑ سے کوفہ کی طرف آمد پر اصرار کر رہے تھے۔

دوسرا امر: امام حسینؑ نے حضرت مسلمؑ کی عظمت و جلالت بیان کی ہے کہ وہ میرے قابل اعتماد اور چچازاد بھائی ہیں اور امام معصومؑ کے ان الفاظ سے حضرت مسلمؑ کی عظمت و منزلت اور جلالت قدر کا پتہ چلتا ہے۔

---

(25) تاریخ الامم والملوک طبری: ج۴، ص ۲۶۲۔

تیسرا امر: حضرت مسلم علیہ السلام کی صلاحیت و قابلیت کا اظہار کہ وہ کوفہ کی سیاسی حالت کو اچھی طرح درک و کشف کر سکتے ہیں اور کوفیوں کے خطوط کے مطابق ان کے قول و فعل میں صداقت بھی پائی جاتی ہے یا نہیں یہ سب وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

واضح سی بات ہے کہ ان صلاحیتوں کے ہوتے ہوئے ہی کوئی شخص، لوگوں کے واقعی حالات اور سماج کے امور سے معرفت رکھنے والا ہی ادراک کر سکتا ہے۔

چوتھا امر: امام حسین علیہ السلام نے اپنی کوفہ آمد کو حضرت مسلمؑ کی طرف سے کوفیوں کے حالات لکھنے سے وابستہ اور اس پر موقوف کیا ہے۔

پانچواں امر: اس خط اور دستاویز میں امت کے پیشوا اور اس کی قیادت کرنے والے کے اندر کیا کیا صفات اور خصائص پائے جانے چاہیے بیان کیا گیا ہے جیسے کہ:

۔: قائد و امام کو چاہیے کہ وہ کتاب خدا (قرآن) کے مطابق عمل پیرا ہو۔

۔: عدل و انصاف کا دور دورہ کرنے والا ہو۔

۔: حق اور حقانیت کا پابند ہو۔

۔: وہ صرف خدا کے لئے کام کرے اور لذات زندگی کا رسیا نہ ہو۔

سفر حضرت مسلمؑ کا آغاز

حضرت مسلم علیہ السلام شب ۱۵/ رمضان المبارک کو مکہ سے اپنے سفر کا آغاز کرتے

ہیں اور راستے میں پہلے مدینہ آتے ہیں مدینہ میں جناب رسول خداؐ کی مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں ضریح مبارک رسول خداؐ کا طواف کرتے ہیں اور پھر اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں سے رخصت الوداع کرتے ہیں اور عراق کی جانب اپنے درج ذیل ساتھیوں کے ساتھ کوچ کرتے ہیں:

۔: قیس بن مسھر صیداوی

۔: عمارۃ بن عبد اللہ سلولی

۔: عبد الرحمن بن عبد اللہ ازدی

مدینہ میں واقع قبیلہ قیس کے دو لوگوں کو راستہ بتانے کے لئے اجرت پر ساتھ لیتے ہیں اور پھر ان کو لے کر اور اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ حجاز کے صحراؤں سے ہوتے ہوئے عراق کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں اور راستہ بتلانے والے دو افراد آگے آگے چلتے ہیں اور وہ دونوں حکومت کے خوف سے شاہراہ سے ہٹ کر دوسرا راستہ اپناتے ہیں کہ کچھ دور نکل جانے کے بعد خود وہ راستہ بھول جاتے ہیں راستہ کی تھکاوٹ انہیں بدحال کر دیتی ہے اور پیاس کا غلبہ انہیں مزید راستہ چلنے سے باز رکھتا ہے وہ دونوں حضرت مسلمؑ کو آگے کے راستے کے بعض نشانیاں بتا کر وہیں ٹھہر جاتے ہیں اور پھر یکے بعد دیگرے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسلم علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں کہ ایک جگہ پانی نظر آتا ہے وہاں کچھ دیر استراحت کے لئے اترتے ہیں اور راستے کی بھاری تھکن اور سختیوں سے قدرے سکون حاصل کرتے ہیں ۔

ایک مخدوش و جعلی روایت

اسلامی تاریخ میں بہت سی جعلی روایات مخلوط ہوگئی ہیں میرا خیال ہے کہ درج ذیل روایت بھی انہیں جالیات میں سے ایک ہے وہ یہ کہ حضرت مسلم علیہ السلام نے سفر کی دشواریوں اور راستہ دکھانے والے دو رہنماؤں کے مر جانے کے بعد امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر سفارت کی ذمہ داری اٹھانے سے معذولیت کی درخواست کی تھی جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد اس طرح تحریر فرمایا تھا:

"امابعد! میں مدینے سے دو راستہ بتلانے والے رہنماؤں کے ساتھ روانہ ہوا وہ دونوں شاہراہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے ہمیں لے کر چلے ان کے اوپر پیاس کا غلبہ ہوا کچھ دیر تاب نہ لاکر وہ دونوں مر گئے پھر ہم وہاں سے چل کر ایک کنویں پر پہنچے اس وقت ہماری جان لبوں پر آچکی تھی بہر حال کسی طرح مقام بطن الخبت پر مضیق نامی جگہ پانی ملا، میں نے اس سفر میں ان دونوں کا مر جانا نحس و شئوم فال جانا ہے اگر آپ مجھے اس ذمہ داری سے معاف کر کے میرے علاوہ کسی دوسرے کو بھیج دیتے تو بہتر تھا والسلام"۔

امام حسین علیہ السلام نے خط کا جواب اس طرح سرزنش کرتے ہوئے اور انہیں ڈرپوک قرار دیتے ہوئے لکھا خط ملاحظہ ہو:

"امابعد! مجھے خوف ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ تم نے میرے پاس یہ خط اس لئے لکھا ہو کہ تم ڈر گئے ہو اور جس ذمہ داری کو دے کر تمہیں بھیجا ہے اس سے استعفیٰ خوف و ہراس کے باعث بھیجا ہے، جاؤ جو مہم تمہیں سونپی ہے اسے پورا کرو، والسلام"۔

ہم نے اس پوری روایت کے جعلی ہونے کی دلیل اپنی کتاب حیاۃ الامام الحسین علیہ السلام کی دوسری جلد میں تفصیل سے بیان کی ہے اور یہاں پر چند باتیں بطور خلاصہ ذکر کر رہے ہیں:

ا۔ مضیق الخبت نامی علاقہ مکہ اور مدینہ کے مابین پڑتا ہے جہاں سے حضرت مسلم علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط روانہ کیا ہے جیسا کہ یاقوت حموی کی نص میں وارد ہوا ہے اور ایسا کوئی علاقہ جس کا نام مضیق الخبت ہو مدینہ اور عراق کے مابین سرزمین پر نہیں پایا جاتا ہے اور روایت میں مدینہ سے راستہ بتانے والے دو رہنما کے ساتھ لینے کا ذکر ہے جو کہ مدینہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے تھے اور راستہ بھٹک جانے کی وجہ سے ان پر پیاس کا غلبہ ہوا اور راستے میں وہ دونوں دم توڑ بیٹھے۔

۲۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ سرزمین عراق اور مدینہ کے مابین کوئی علاقہ مضیق الخبت نامی رہا ہو جسے یاقوت حموی نے ذکر نہیں کیا ہے تو وہاں سے مکہ امام کی ملاقات کے لیے سفر دس دن سے زیادہ وقت لے گا جبکہ مکہ سے عراق، مدینہ ہوتے ہوئے جانے میں اور اپنے اہل و عیال سے رخصت لینے کی کل مدت مورخین نے بیس دن بتلائی ہے یہ بھی وہ مدت ہے جس میں تیز رفتار مسافر یہ راستہ طے کر سکتا ہے اب اگر ہم اتنی مدت کو حضرت مسلمؑ کے کل سفر کی مدت سے نکال دیں کہ جس میں ان کا خط لے کر کوئی مقام مضیق الخبت سے مکہ گیا ہو اور پھر وہاں سے واپس آکر امام کا پیغام (سفر جاری رکھو) کو پہنچایا ہو تو کم از کم اسے دس دن مزید درکار ہوں گے وہ بھی کم سے کم دس دن، اس صورت میں حضرت مسلمؑ کے کل سفر کی مدت صرف دس دن بنتی ہے اور یہ امر محال ہے کہ کوئی انسان مکہ سے کوفہ صرف دس دن میں پہنچ جائے۔

۳۔ اس جعلی خط میں امام حسین علیہ السلام حضرت مسلم کو ڈرپوک کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور اتہام امام حسینؑ کے اس کلام مبارک سے تعارض رکھتا ہے جس میں آپ نے حضرت مسلمؑ کو اپنا قابل اعتماد و ثقہ شخص اور اپنے اہل بیتؑ میں فضل و کرامت میں نمایاں شخصیت قرار دیا ہے۔

۴۔ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی سیرت، ان کو امام کی طرف سے ڈرپوک کہے جانے سے بھی منافات رکھتی ہے اس لئے کہ جناب مسلمؑ نے شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ جس سے عقلیں حیران ہیں انہوں نے مسکراتے ہوئے موت کو گلے لگایا ہے مگر صفاکوں اور بے رحموں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔

بلاذری، حضرت مسلمؑ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "حضرت عقیل کی اولاد میں حضرت مسلمؑ سے زیادہ بہادر اور شجاع شخص کوئی تھا ہی نہیں" بلکہ تاریخ میں ہمیں حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے ہاشمی بہادروں میں حضرت مسلم بن عقیلؑ سے زیادہ بہادر و شجاع نہیں ملا ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ مذکورہ روایت بالکل بے بنیاد، جعلی اور مخدوش ہے اور حضرت مسلم علیہ السلام جیسے امت عرب و اسلام کے لیے باعث فخر ذات اور عظیم قائد کی عظمت کو گھٹانے کے لیے یہ روایت جعل کی گئی ہے۔

امیر مختارؒ کے گھر میں

حضرت مسلم علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلے اور شہر کوفہ پہنچ گئے آپ نے وہاں حضرت امیر مختار ثقفیؒ کے گھر میں قیام کیا جو بزرگان شیعہ میں ایک نمایاں اور مشہور شخصیت، بہت بڑے جری و بہادر اور امام حسین علیہ السلام کے مخلص و محب تھے۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے کوفہ کے زعماء اور روساء شیعہ میں سے حضرت مختارؒ کے گھر کو اپنی سکونت کے لیے اس واسطے انتخاب کیا کیونکہ انہیں حضرت مختارؒ کے اخلاص اور ولائے امام حسین علیہ السلام میں غرق ہونے کا علم تھا اس کے علاوہ حضرت مختارؒ ، حاکم کوفہ نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹی عمرہ کے شوہر تھے اور یہ طے ہے کہ جب تک حضرت مختارؒ کے گھر میں حضرت مسلمؑ ہوں گے کیا مجال ہے کہ جو نعمان بن بشیر اپنے داماد کے مہمان پر ہاتھ ڈال سکے حضرت مسلمؑ کا یہ انتخاب ان کے سماجی حالات پر بھرپور واقفیت پر بھی دلالت کرتا ہے۔

بہر حال حضرت مختار نے حضرت مسلمؑ کے لئے اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے گھر میں جناب مسلم کا استقبال کیا یہی نہیں بلکہ کوفہ کے شیعوں کو حضرت مسلمؑ سے ملاقات کی دعوت دی پھر کیا تھا ہر طرف سے لوگ حضرت مسلمؑ کی ملاقات کے لیے آنے لگے اور سب کے سب اپنی ولاء و اطاعت کا اعلان کرتے تھے اور اس طرح حضرت مختارؒ کا گھر اموی حکومت کے خلاف سیاسی مرکز میں تبدیل ہو گیا۔

اور یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ محلی حکومت کو بخوبی علم تھا کہ کیا ہو رہا ہے لیکن اس کے باوجود اسے نظر انداز کرنا پڑا کیونکہ حاکم کوفہ بھی یزید پلید سے ناخوش و ناراض تھا۔

کوفیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی

حضرت مسلم علیہ السلام کی کوفہ آمد سے کوفیوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا ہر طرف جشن کا سماں تھا کیونکہ حضرت مسلم علیہ السلام انہیں امویوں کے ظلم و جور سے نجات دلانے کے لیے کوفہ تشریف لائے تھے حضرت مسلمؑ دیکھ رہے تھے کہ کس طرح اہل کوفہ گرمجوشی سے آپ کا

استقبال کر رہے ہیں اور عزت و احترام کر رہے ہیں لہذا آپ نے ان کے درمیان حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھنا شروع کیا وہ سن سن کر رو رہے تھے اور امام کی آمد کا نہایت شوق و اشتیاق جتا رہے تھے اور اظہار کر رہے تھے کہ وہ سب کے سب امام کی نصرت کے لئے مر مٹیں گے جس طرح انہوں نے امام حسینؑ کے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ کی عدل و انصاف پر قائم حکومت کی نصرت و تائید کی تھی اور جو روئے زمین پر پہلی سب سے بڑی حکومت عدل و انصاف تھی کہ جس کی بدولت کوفہ میں ترقی و رونق آگئی تھی حضرت مسلم علیہ السلام اہل کوفہ کو تقویٰ و پرہیزگاری کی دعوت اور امر امام حسین علیہ السلام کے چھپانے کی دعوت دے رہے تھے یہاں تک کہ امام حسینؑ خود کوفہ تشریف لائیں۔

امام حسینؑ کے لئے بیعت کا مطالبہ

حضرت مسلم علیہ السلام کے ہاتھوں پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت کرنے کی خاطر کوفہ کے لوگ ٹوٹ پڑے اور انہوں نے دست مبارک حضرت مسلمؑ پر خدا اور رسولؐ کی خاطر بیعت کرنا شروع کر دیا اور اس عزم و جزم کو دہراتے رہے کہ ہم حق کو اس کے صاحب تک پلٹا کے رہیں گے۔

بیعت کے الفاظ

حضرت امام حسین علیہ السلام کے نمائندہ و سفیر حضرت مسلم علیہ السلام کے ہاتھوں کوفیوں کی طرف سے بیعت کرتے وقت کے الفاظ تاریخ میں کچھ اس طرح درج ہوئے ہیں:
"کتاب خدا قرآن کی طرف دعوت، اس کے رسول حضرت محمد مصطفیؐ کی سیرت پر عمل، ظالموں

سے جہاد کرنا، کمزوروں کا دفاع کرنا، محرومین کو انکا حق دلانا، مسلمانوں کے درمیان غنائم و بیت المال کو برابر سے تقسیم کرنا، مظلوم واقع ہوئے لوگوں کو ان کا حق واپس دلانا، صلح و آشتی چاہنے والوں سے مصالحت کرنا اور جنگ کی آگ بھڑکانے والوں سے بر سر پیکار ہونا"۔

الفاظ بیعت کے یہ سارے بند بند آشکارہ بیان کر رہے ہیں کہ حکومت عدل امام حسین علیہ السلام کی خاطر ہو رہی بیعت کس قدر انصاف و عدالت پر مبنی، حکم خدا کے روئے زمین پر قیام و اقدام پر مشتمل ہو گی کہ جس کے روئے زمین کی ذریعہ ساری اقوام و ملل ناز و نعم سے سرفراز ہو گی الفاظ بیعت ان تمام اسلامی سیاست کے آئینہ دار ہیں جنہیں اسلام بر قرار اور معارض عمل میں لانا چاہتا ہے اور جو اہداف و مقاصد اسلام کا حصہ ہیں۔

یاد رہے کہ جناب حبیب ابن مظاہر اسدیؓ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے اہل کوفہ سے بیعت لینے میں پیش پیش تھے۔

عابس شاکریؓ کی تقریر

حضرت عابس شاکریؓ کو کوفیوں کی بیعت کا بھروسہ نہیں تھاہاں انہوں نے اپنی بیعت اپنا مافی الضمیر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کے لئے حضرت مسلمؑ کے سامنے ان الفاظ میں ضرور اعلان کیا تھا:

"امابعد! میں آپ سے لوگوں کے بارے میں کچھ اظہار نظر کرنا چاہتا میں ان کے دلوں میں کیا ہے نہیں جانتا اور ان لوگوں سے آپ کس طرح مطمئن ہو رہے ہیں مجھے اس کا بھی علم

نہیں ہے ہاں خدا گواہ ہے کہ میں اپنے بارے میں اور جو کچھ میرے دل میں ہے اسے ضرور بر ملا کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو امام حسین علیہ السلام پر قربان کرنے کے لئے آمادہ کر چکا ہوں بخدا قسم آپ لوگ (امام حسین اور اہلبیتؑ) جب بھی مجھے طلب کریں گے تو میں ضرور بالضرور لبیک کہتا ہوا حاضر ہو جاؤں گا اور آپ لوگوں کے ہم رکاب ہو کر آپ کے دشمنوں سے قتال کروں گا اور آپ لوگوں کی خاطر میں اپنی تلوار میان سے باہر نکالوں گا یہاں تک کہ اللہ کی ملاقات کو پہنچ جاؤ اور میں اس کے لئے صرف اللہ کے پاس اجر و ثواب کا خواہاں ہوں بس"۔

عابس شاکریؒ نے اللہ کو گواہ بنا کر جو عہد و پیمان کیا تھا اسے سچ کر دکھایا انہوں نے اپنے ضمیر و وجدان کی مخالفت نہیں کی امام کی بیعت اہل کوفہ کی طرح نہیں توڑی، بلکہ انہوں نے روز عاشورہ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان قربان کر دی۔

حضرت حبیب ابن مظاہرؒ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے حضرت عابس شاکریؒ کی بات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا: اے عابس اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے آپ نے اپنے دل کی بات بڑے اختصار کے ساتھ بیان کر دی ہے اور میں بھی خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے آپ کی رائے پر متفق اور اسی پر قائم ہوں"۔

جناب سعید حنفی نے بھی اپنے دونوں ساتھیوں کے کلام کی تائید کی اور یہ تینوں شیر اپنے قول پر ڈٹے رہے یہاں تک کہ انہوں نے امامؑ کی بیعت پر وفا کی اور اپنی روح و جان کو امام کے سامنے پیش کر دی اور امام کے سامنے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

بیعت کرنے والوں کی تعداد

سفیر امام حسین علیہ السلام حضرت مسلمؑ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے والے کوفہ کی عوام و خواص ایک دوسرے پر سبقت لے جارہے تھے مورخین نے بیعت کرنے والوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف رائے پیش کی ہے بعض اقوال ملاحظہ ہوں :

۱۔ چالیس ہزار۔

۲۔ تیس ہزار، کہ جن میں سے ایک حاکم کوفہ نعمان بن بشیر بھی تھا۔

۳۔ اٹھائیس ہزار۔

۴۔ اٹھارہ ہزار، جیسا کہ یہ عدد حضرت مسلمؑ کے ذریعہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ارسال کیے گئے خط میں ذکر ہوا ہے کہ جس میں جناب مسلمؑ کہتے ہیں "میرے ہاتھوں پر اہل کوفہ کے اٹھارہ ہزار لوگوں نے بیعت کرلی ہے لہذا آپ یہاں پر تشریف لانے میں جلدی فرمائیں"۔

۵۔ بارہ ہزار۔

حضرت مسلمؑ کا حضرت امام حسینؑ کے نام خط

کوفیوں کا جمع غفیر اور بھاری تعداد میں ان کی بیعت امام حسین علیہ السلام کو دیکھ کر حضرت مسلمؑ کو اپنی دعوت کے کامیاب ہونے پر یقین اور مکمل اطمینان حاصل ہوگیا لہذا انھوں

نے حضرت امام حسینؑ کو خط لکھ کر کوفہ آمد پر زور دیا اور یہ خط انہوں نے اپنی شہادت سے قبل بیس دن سے پہلے روانہ کیا تھا جس کا مضمون یہ تھا:

امابعد! " سفیر اپنے اہل و عیال سے جھوٹ نہیں بولا کرتا، بتحقیق کہ اہل کوفہ سے اٹھارہ ہزار لوگوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو آپ اپنی آمد میں جلدی کیجیے اس لئے کہ لوگ سب کے سب آپ کے ساتھ ہیں اور انہیں بنی امیہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے نہ ہی وہ ان کے موافق ہیں، والسلام"۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے اس مضمون کا خط اس لیے روانہ کیا کہ انہوں نے اپنے مد مقابل کسی معارض و مخالف گروہ کو نہیں پایا بلکہ کوفہ والے سب کے سب بیعت امام پر اجماع کر چکے تھے اور ان کی حکومت کے قیام کے لئے آہیں بھر رہے تھے حضرت مسلمؑ کا خط لے کر کوفہ کی ایک جماعت (وفد) چلی جس کی سربراہی جناب عابس شاکری فرما رہے تھے یہ وفد مکہ پہنچا اور حضرت مسلمؑ کے خط کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور ان سب نے بھی زبانی امام کو کوفہ چلنے پر تاکید کی اور امام کو آمادہ کیا کہ آپ کے سفیر حضرت مسلم علیہ السلام کی کس طرح تعظیم و تکریم اور زبردست استقبال کیا گیا ہے اور پھر امام علیہ السلام سفر کوفہ کے لیے تیار ہونے لگے۔

حاکم کوفہ کا موقف

اور جہاں تک حاکم کوفہ نعمان بن بشیر کا موقف ہے تو وہ نرمی اور سہل انگاری سے کام لے رہا تھا، اموی افکار کی مالک جماعت نے نعمان کو ضعف و کمزوری سے متہم کیا ہے اور اس کے

اوپر حکومت کی مصلحت کے عدم تحفظ و عدم اہتمام کا الزام لگایا تو اس نے کہہ دیا کہ:" میں اللہ کی اطاعت میں رہ کر کمزور کہا جاؤں یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ خدا کی نافرمانی میں قوت والا کہا جاؤں میں اس حجاب کو دریدہ نہیں کر سکتا جس کو خدا نے مستور محجوب قرار دیا ہے۔

در حقیقت نعمان بن بشیر نے اپنا نرم موقف ظاہر کر کے شیعوں کو قوت بخشی ہے اور اس نے حکومت اموی کے خلاف کارکردگی پر شیعوں کو ابھارا ہے اور شاید اس کمزور موقف کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ حضرت مسلم علیہ السلام حضرت مختار کے مہمان تھے اور جناب مختارؒ نعمان بن بشیر کی بیٹی عمرہ کے شوہر تھے لہذا انہوں نے اپنے داماد کا لحاظ کرتے ہوئے انقلاب مسلمؑ کے خلاف کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا۔

۲۔ نعمان بن بشیر خود یزید پلید سے ناراض تھے کیونکہ یزید انصاریوں سے بغض و عداوت رکھتا تھا عرب کے مشہور مسیحی شاعر نے جم کر انصاریوں کی مذمت یزید پلید کے اشارے پر کی تھی شاید یہی اسباب تھے کہ جس کی بنیاد پر نعمان بن بشیر نے انقلاب اور انقلابیوں کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی یا فوجی حرکت نہیں کی تھی۔

بہر حال امووی پارٹی نے نومان کی کڑی سرزنش کی اور اسے شیعوں کے خلاف سخت موقف اختیار کرنے پر ابھارا اور انقلاب کے چراغ کو خاموش کرنے کو کہا تو نعمان بن بشیر نے منبر پر آکر حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا: امابعد!" اے بندگان خدا، خدا کا خوف کرو تقوی اختیار کرو اور فتنہ و فساد کی طرف سرعت نہ دکھاؤ کہ فتنہ و فساد میں لوگ ہلاک ہوتے ہیں ناحق خون بہتے ہیں

اور مال واسباب لٹ جایا کرتے ہیں میں اس سے جنگ نہیں کروں گا جو مجھ سے برسرپیکار نہیں میں اس کے اوپر حملہ آور نہیں ہونگا جو میرے اوپر حملہ آور نہیں ہو گا اور نہ ہی میں تم کو برا بھلا کہوں گا نہ تم سے تعرض کروں گا اور نہ نفرت کی بنیاد پر تمہیں سزا دوں گا لیکن اگر تم لوگ میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور میری بیعت کو توڑ دیا اور اپنے امام کی مخالفت پر اتر آئے تو اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے میں تم لوگوں پر اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں گا جب تک کہ میری جان میں جان ہے چاہے تم میں سے کوئی ایک بھی میری نصرت ویاری کے لیے باہر نہ نکلے اور آگاہ رہو کہ مجھے امید ہے کہ تم لوگ ان لوگوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہو جو حق سے آشنا ہیں ان لوگوں کی نسبت جو باطل کا ارادہ رکھتے ہیں"۔

اس خطبے میں کہیں سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ نعمان بن بشیر انقلاب کے خلاف کوئی شدت برتنے والا یا اس کے خلاف فوجی طاقت استعمال کرنے والا تھا ہاں بس اس خطبے میں فتنہ و فساد برپا کرنے سے ڈرانہ ،عاقبت پسندی ، حکومت کے خلاف کوئی تعرض نہ کرنے والے خلاف کوئی اقدام نہ کرنا، لوگوں کو تہمتوں اور الزام کی بنیاد پر سزا نہ دینا وغیرہ مذکور ہے جیسا کہ اس سے پہلے کا حاکم کوفہ زیاد بن ابیہ جب کہ وہ معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ تھا کیا کرتا تھا۔

انیس زکریا، نعمان بن بشیر کے خطبے پر ٹپرڑی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"نعمان کے خطبوں میں ہمیں ایک دوسری دلیل بھی ملتی ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ فتنہ کی آگ نہ گل ہو بلکہ شعلہ ور ہو جائے اور وہ حملہ آور ہونے والوں پر ان کے حملہ سے پہلے حملہ نہیں

کرنا چاہتا تھا اس طرح اس نے اپنے انصاری لوگوں کو قوت و طاقت سونپی اور اموی حکومت کے ثابت و پائیدار اصولوں کے خلاف سرگرم رہ کر سازش رچنے میں برابر کا شریک تھا"۔

اموی پارٹی کی ناراضگی

بنی امیہ کے نمک خواروں نے نعمان بن بشیر کے ملائم موقف پر سخت نکتہ چینی کی کہ اس نے کیوں انقلاب اور انقلابیوں کے خلاف سخت موقف اختیار نہیں کیا اس لئے اموی خلیفہ عبداللہ بن مسلم حضرمی نے نعمان بن بشیر کو مخاطب کر کے کہا:

"اس فتنے کا علاج سوائے ظلم و جور کے کچھ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اور تیرے دشمن کے مابین کمزوروں کی رائے حاکم ہے"۔

نعمان بن بشیر نے اپنے دفاع میں کہا کہ وہ کسی ایسے وسیلہ پر اعتماد نہیں کرے گا اور کسی ایسے وسیلہ کو سہارا نہیں بنائے گا جو اسے خدا سے دور اور اپنے دین سے دور کر دے اور اس طرح بنی امیہ کے ہواء خواہ جماعت کے سامنے یہ آشکار ہو گیا کہ نعمان بن بشیر کمزور ہے اور وہ انقلاب اور انقلابیوں کے ساتھ رواداری کا سلوک کر رہا ہے۔

اموی نمک خواروں کا دمشق سے رابطہ

بنی امیہ کے حامی جماعت، کوفہ کی بھاری اکثریت کے حضرت مسلم علیہ السلام کے انقلاب کے حامی ہو جانے سے گھبرا گئی، ساتھ ہی وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ محلی حکومت نے بھی اپنی آنکھیں واقع ہو رہے حادثہ سے بند کر لی ہے بلکہ انقلابیوں کے ساتھ اس کا تال میل ہے لہٰذا بنی

امیہ کے نمک خواروں نے بڑی تیزی کے ساتھ حکومت دمشق رابطہ قائم کیا اور اس سے درخواست کی کہ قبل اس کے کہ عراق دمشق کے چنگل سے نکل جائے اور خود مختار حکومت قائم ہو جائے اور انقلاب کا دائرہ اور وسیع ہو جائے کوئی فوری اقدام کرے اور سخت موقف اختیار کرے اس لیے اموی پارٹی کے لوگوں نے متعدد خط یزید پلید کو لکھ بھیجے کہ جن میں سے ایک خط جسے عبداللہ حضرمی نام کے شخص نے لکھا تھا اس میں یہ عبارت مرقوم تھی: امابعد! مسلم بن عقیل کوفہ پہنچ گئے ہیں ان کے ہاتھ پر شیعوں نے حسین بن علیؑ کے لیے بیعت کرلی ہے اگر تجھے کوفہ میں کوئی دلچسپی باقی ہے تو کسی ایسے شخص کو کوفہ روانہ کر کہ بہت قوی ہو، جو تیرا حکم نافذ کر سکے اور تیرے دشمنوں کے ساتھ تیرے جیسا سلوک کرے، نعمان بن بشیر یا تو کمزور شخص ہے یا پھر کمزوری ظاہر کر رہا ہے"۔

اس خط میں حضرمی نے نعمان بن بشیر کو کوفہ سے دور کرنے کی مرکزی حکومت سے مانگ کی ہے اور اس کی جگہ کسی جری و قوی شخص کو حاکم بنانے کی درخواست کی ہے جو انقلاب کا خاتمہ کرکے اسی طرح کے دیگر خطوط بھی کوفہ سے دمشق پہنچے جیسے کہ عمارہ بن ولید بن عقبہ اور عمر بن سعد وغیرہ کے خطوط۔

یزید کی گھبراہٹ

کوفہ میں اپنے کارندوں کی طرف پے در پے خطوط کی وجہ سے کہ جن میں مرقوم تھا کہ اہل کوفہ نے حسین بن علیؑ کی بیعت کرلی ہے یزید پلید گھبرا گیا اور طرح طرح کے خوف وہراس نے اس کی رات کی نیندیں اڑادیں وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ عراق اسلامی دنیا کی مرکزیت کا حامل

ہے اور وہاں کے لوگ اس سے اور اس کے باپ سے بغض و کینہ رکھتے ہیں اور اسلامی دنیا اس کے درمیان اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے درمیان ہرگز مساوات اور برابری کی قائل نہیں ہے اس کے وہ خود تو ابوسفیان یعنی رسول خداؐ کے صف اول کے دشمن کا پوتا ہے جبکہ امام حسینؑ رسول خداؐ کے پوتے، ان کے سب سے پیارے اور گلاب ہیں کوفہ بلکہ عالم اسلام کے لوگ ان کے علاوہ کسی پر راضی و خوشنود نہیں ہوں گے۔

سرجون مسیحی سے مشورہ

اپنی سلطنت کو لاحق خطرہ کا یزید پلید کو باقاعدہ اندازہ ہو گیا تھا اس لیے اس نے سرجون مسیحی کو طلب کیا جو اس کا مشیر خاص، محرم اسرار، مکار اور ماہر سیاست باز تھا، یزید پلید نے اس کے سامنے اپنی بات رکھتے ہوئے کہا: تیری کیا رائے ہے حسین بن علیؑ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں مسلم بن عقیلؑ کوفہ میں حسینؑ کے لیے بیعت لے رہے ہیں مجھے نعمان بن بشیر کی طرف سے اس کی کمزوری کی اطلاع ملی ہے اور اس کے بارے میں بری خبریں ہیں تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ میں کوفہ پر کس کو گورنر بناؤں۔

سرجون غور و فکر کی اور دیر تک سوچنے کے بعد ایک راہ حل پیش کرتے ہوئے بولا کہ اگر آج معاویہ قبر سے باہر آ کر تجھے کوئی رائے دے تو کیا تو ان کی رائے کو اخذ کرے گا؟ یزید پلید نے کہا کہ ہاں ضرور، تو سرجون نے ایک عہد نامہ نکالا جو کہ عبید اللہ ابن زیاد کے نام کا تھا جسے معاویہ نے لکھا تھا سرجون بولا: یہ ہے معاویہ کی رائے، وہ مر گئے ہیں لیکن ان کی رائے یہی ہے جو اس تحریر میں ذکر ہے۔

سرجون کے ابن زیاد کے انتخاب میں اور اسے حاکم کوفہ بنوانے میں کیا کیا انگیزے تھے اس سلسلے میں میرا خیال ہے کہ دو امر و احتمال ہو سکتا ہے:

ا۔ سرجون، عبید اللہ بن زیاد کی قساوت قلبی اور سخت گیری و بے باکی سے واقف تھا وہ جانتا تھا کہ کوفہ کو نئے سرے سے اگر کوئی یزید پلید کی جھولی میں واپس ڈال سکتا ہے اور اپنے قہر و غلبہ اور شدت عمل و دہشت گردی کے ذریعہ وہاں کے انقلاب پر قابو کوئی پا سکتا ہے تو وہ ابن زیاد ہی ہے۔

۲۔ قومی تعصب بھی عبید اللہ بن زیاد کے انتخاب میں اور اسے حاکم کوفہ مقرر کرانے میں دخیل ہو سکتا ہے کیونکہ سرجون مسیحی رومی تھا اور عبید اللہ بن زیاد بھی رومی تھا۔

عبید اللہ اور کوفہ کی گورنری

یزید پلید، ابن زیاد سے ناراض تھا وہ اسے پسند نہیں کرتا تھا بلکہ یزید تو بصرہ کی گورنری سے بھی عبید اللہ بن زیاد کو معزول کرنے کی ٹھان لی تھی کیونکہ اس نے معاویہ کی جانب سے یزید کے انتخاب اور ولی عہدی کی بیعت لینے میں مخالفت کر دی تھی اس کے باوجود یزید نے سرجون مسیحی کا مشورہ مان لیا اور اپنی حکومت کی بقا کے لیے عبید اللہ بن زیاد کی بصرہ پر گورنری کو برقرار رکھتے ہوئے کوفہ کی بھی گورنری کا عہد نامہ لکھ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا اور اس طرح اس نے گویا پورا عراق عبید اللہ بن زیاد کی گورنری میں دے دیا اور اس طرح اپنے عہد نامہ میں لکھا:

امابعد! "اہل کوفہ میں ہمارے چاہنے والوں نے ہمیں خبر دی ہے کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کے لئے لشکر پر لشکر جمع کر رہے ہیں لہذا امیر ایہ خط پاتے ہی کوفہ روانہ ہو جاؤں اور کوفہ کو ابن عقیل سے ویسے ہی چھین لو جیسے کوئی گدی سے ہار کھینچ لیتا ہے اور اسے پارہ پارہ کر دیتا ہے پھر تم ابن عقیل کو یا گرفتار کر لینا یا پھر اسے قتل کر ڈالنا یا شہر بدر کر دینا، والسلام"۔

اس خط سے یزید کا قلق و اضطراب اور حضرت مسلمؑ سے اس کی گھبراہٹ ہویدہ ہے اسی لیے اس نے عبید اللہ بن زیاد کو یہ تاکید کی ہے کہ جلدی کوفہ جائے اور حضرت مسلمؑ کو گرفتار کرلے بعض مصادر سے یہ آشکار ہوتا ہے کہ یزید نے ابن زیاد سے کوفہ جلد پہنچ جانے کے لیے یہ جملہ بھی لکھا تھا "اگر تیرے پاس دو پر ہوں تو اڑ کر کوفہ پہنچ جا"۔

یہ جملہ یزید پلید کی نہایت گھبراہٹ اور انقلاب عراق سے اس کے اوسان خطا ہو جانے کا غماز ہے اس عہد نامے کو یزید نے مسلم بن عمرو باہلی کو سونپا کہ ابن زیاد کو پہنچائے باہلی کوفہ میں بنی امیہ کا جاسوس تھا اور اموی جماعت کے لئے کام کرتا تھا یہ شخص عرب کا بخیل ترین اور نہایت بد کردار انسان تھا یہ وہی شخص ہے کہ جس نے حضرت مسلمؑ کے اسیر ہو جانے کے بعد اور ان کے پانی طلب کرنے پر حضرت مسلمؑ کو ایک گھونٹ پانی دینے سے بخل کیا تھا۔

بہر حال ابن مرجانہ عبید اللہ بن زیاد کوفہ کی گورنری کا نوشتہ باہلی سے حاصل کرنے کے بعد باغ باغ ہو جاتا ہے اور خوشی سے پھولے نہیں سماتا کہ اسے پورے عراق کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا جبکہ اس کے اوپر بصرہ کی محلی حکومت سے بھی معزولی کے بادل منڈلا رہے تھے اور

اسے بصرہ کی سلطنت سے بھی ہاتھ دھو لینے کا خوف لاحق تھا اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا ہے کہ دمشق سے اسے عراق کا کامل اختیار حاکم بنا دیا گیا ہے اور اس نے اپنے آقا و مولیٰ یزید پلید کی اطاعت میں داخل کرنے کے لیے دو قسم کی شدت برتنے اور خون بہانے کی پوری چھوٹ مل گئی ہے اور یہ چھوٹ بھی عبید اللہ بن زیاد کی طبیعت اور چاہت سے بھی بڑی ہم آہنگ تھی اس لئے کہ یہ تام الاختیاری، اس کی پست فطرت کے رجحانات ومیلانات سے بڑی ہم آہنگ تھی وہ جرائم پسند لوگوں کو دکھ درد دے کر خوش ہونے والا اور خون بہانے میں نہ صرف یہ کہ سرور کا شکار نہیں ہوتا تھا بلکہ اسے مزہ آتا تھا۔

بصرہ میں پسر زیاد کا الوداعی خطبہ

پسر مرجانہ بصرہ کو چھوڑ کر کوفہ کی طرف کوچ کرنا چاہتا ہے اور سفر سے پہلے اس نے بصرہ میں مجمع عام کو خطاب کر کے ایک سخت وشدید اور قساوت قلبی کے اظہار سے بھرا خطبہ دیا وہ کہتا ہے:

اما بعد! خدا کی قسم !میرا کسی بھی سخت چیز سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی میں کسی قسم کے حادثے سے گھبراتا ہوں جو مجھ سے دشمنی کرے گا اسے سخت سزا دیتا ہوں اور جو مجھ سے برسرِ پیکار ہو جائے اسے تباہی و بربادی کی ننگ عار تک پہنچا دیتا ہوں اور جو میرے برتن کو توڑنے کا قصد کرے اسے دو حصوں میں برابر برابر سے بانٹ دیتا ہوں۔

اے اہل بصرہ! امیر المومنین یزید نے مجھے کوفہ کا بھی گورنر مقرر کر دیا ہے اور میں کل ہی رخصت ہو رہا ہوں میں نے تمہارے اوپر عثمان بن زیاد بن ابی سفیان کو اپنا نائب مقرر کر دیا

ہے خبردار جو اس کی خلاف ورزی کی، میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کہ جس نے بھی عثمان بن زیاد کی خلاف ورزی کی تو میں نہ صرف اس خلاف کار کو بلکہ اس کے پورے کنبے کو قتل کر ڈالوں گا اور اس کے دور کے رشتے داروں کو بھی سزا دوں گا تاکہ تم میری بات کو ٹھیک سے سنو اور تمہارے درمیان مجھے کوئی مخالف و مزاہم نہ ملے، میں فرزند زیاد ہوں میں اپنے باپ کا شبیہ و نظیر ہوں کہ جس نے کنکروں کو بھی کچل کر رکھ دیا تھا میں کسی چچازاد یاماموں زاد سے شباہت نہیں رکھتا ہوں (یعنی کسی صورت کمزور نہیں ہوں)۔

یہ خطبہ پسر زیاد کی بدمزاج اور شدت قساوت والی طبیعت کا پتہ دیتا ہے جو پیدا ہی ہوا تھا جرم و خیانت اور خون بہانے کے لئے وہ بری کو مجرم کا بدلہ گرفتار کرلیتا اور گمان و تہمت پر قتل کر دیتا تھا جیسا کہ اس کے باپ ملعون زیاد نے بھی کوفہ میں خون کی ہولیاں کھیلی تھی اور دہشت و وحشت پھیلار کھی تھی اس کا بیٹا بھی انہیں جرائم و کرتوت میں اپنے باپ پر گیا تھا۔

سرکش پسر زیاد کا کوفہ کی طرف سفر

ملعون و منحوس، پلید پسر زیاد بصرہ کو چھوڑ کر کوفہ کی طرف چل پڑا تا کہ ایسا بھیانک جرم کرے کہ کسی اور بدبخت و شقی نے اس کے علاوہ ایسا جرم نہیں کیا ہے بصرہ سے اس کے ساتھ 500 سپاہی ساتھ چلے کہ جن میں عبداللہ بن حارث بن نوفل، شریک بن اعور حارثی، جو امام حسین علیہ السلام کے اصحاب خاص اور بزرگان شیعہ میں سے تھے تاکہ اس ملعون کی نقل و حرکت اور سازشوں پر نظر رکھ سکیں۔

پسر زیاد ملعون ان سپاہیوں کو اپنے ساتھ اس لئے لے کر چلا تھا تا کہ کوفہ میں خوف و دہشت پھیلا سکے اور سفر کو تیزی کے ساتھ طے کیا کہ کہیں اس سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ نہ پہنچ جائیں اس کے ساتھی اور فوجی بے پناہ تھک چکے تھے کہ جن میں سے بعض راستے ہی میں گر گئے جیسے کہ عبد اللہ بن حارث لیکن ملعون نے ان سب کی کوئی پرواہ نہیں کی اور جب قادسیہ پہنچا تو اس کا غلام خاص مہران بھی گر پڑا، پسر زیاد نے اس سے کہا اگر تم اس حالت میں بھی ہمارے ساتھ چلو تو قصر دارالامارہ پہنچ کر تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا تو مہران نے کہا نہیں خدا کی قسم! اب مجھ میں سکت نہیں ہے۔

پسر زیاد اتر پڑا وہاں اس نے یمنی لباس پہنا اور کالا عمامہ لگا کر منہ کو ڈھانپ لیا تا کہ یہ ظاہر کر سکے کہ وہ امام حسینؑ ہے جب وہ کوفہ میں نجف کی طرف سے داخل ہوا تو اس پر شدید خوف طاری تھا مارے خوف و ہراس کے اس کا دل پرندوں کے پروں کی طرح اچھل رہا تھا اگر اس ملعون کے اندر شجاعت و بہادری نام کی کوئی چیز ہوتی تو نہ وہ لباس تبدیل کرتا اور نہ ہی اپنا منحوس منہ چھپا کر اپنے کو امام حسین علیہ السلام ظاہر کرتا، بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اس ملعون نے بولنا بھی ترک کر دیا تھا کہ کہیں لوگ اسے اس کی آواز سے پہچان نہ لیں اور قتل نہ کر ڈالیں۔

پسر زیاد قصر الامارہ میں

خبیث و پھوہڑ ملعون پسر زیاد، تیزی کے ساتھ قصر کوفہ کی طرف چل پڑا وہ بہت گھبرایا ہوا تھا لوگوں کو پورا گمان تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں اس لیے مارے خوشی کے نہال تھے اور یہ منظر دیکھ کر پسر زیاد کے اوسان خطا کر گئے وہ قصر کوفہ پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ دروازہ

قصر بند ہے نعمان بن بشیر قصر کے سب سے بڑے طبقے سے نیچے دیکھ رہا تھا اس نے سمجھا کہ آنے والا شخص امام حسین علیہ السلام ہیں کیونکہ اشتعالیوں کی آواز اور لوگوں کی گہما گہمی سے اس قدر شور ہو رہا تھا کہ کان پڑی آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی اس لیے نعمان نے چیخ کے قصر کی دیوار سے آنے والے شخص کو امام حسینؑ سمجھ کر پکارا: کہ اے فرزند رسول خداؐ! میں یہ امانت (حکومت کوفہ) آپ کے حوالے نہیں کر سکتا ہوں اور میں آپ سے قتال کا بھی کوئی قصد نہیں رکھتا ہوں ابن زیاد کو نعمان بن بشیر کے کلام کی کمزوری اور اس کی ناتوانی کا علم ہو گیا لہذا وہیں سے وہ چیخ کر بولا اس سے پہلے کہ تجھے دروازہ کھولنے کا موقع نہ ملے دروازہ کھول دے تو بہت دنوں تک عیش کر چکا جو نہی ابن زیاد کی آواز بلند ہوئی وہاں موجود بعض لوگوں نے اس کی آواز پہچان لی اور وہ بڑبڑانے لگے کہ یہ تو پسر مرجانہ ہے رب کعبہ کی قسم یہ تو ابن زیاد ہے۔

جب لوگوں کو پتہ چلا کہ جسے وہ فرزند رسول خدا امام حسین علیہ السلام سمجھ رہے تھے وہ مرجانہ کا بیٹا عبید اللہ بن زیاد ہے تو ان کے اوپر خوف و ہراس طاری ہو گیا اور وہ مارے خوف کے اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور جاتے جاتے ایک دوسرے کو اس کے باپ زیاد کے ظلم و ستم اور طرح طرح کے شکنجوں اور قساوتوں کے قصے انہیں یاد آ گئے پھر کیا تھا ان کے اوپر اس کے بیٹے سے بھی خوف طاری ہو گیا۔

بہر حال پسر زیاد ملعون قصر میں داخل ہوا بیت المال اور اسلحوں پر قابض ہوا اس رات اس نے جاگ کر بسر کی اس کے ارد گرد اس کے اموی کارندے جمع ہو گئے تھے لہذا ان سے انقلاب کے وسعت کے اوپر تبادلہ خیال کرنا شروع کر دیا اور انہوں نے انقلاب کے نمایاں افراد نیز ان کے منصوبوں کو بیان کرنا شروع کر دیا۔

پسر زیاد کا کوفہ میں خطبہ

صبح نمودار ہوتے ہی ابن زیاد نے لوگوں کو مسجد اعظم کوفہ میں جمع ہونے کا حکم دیا لوگ جوق در جوق جمع ہونے لگے ان کے اوپر خوف و ہراس طاری تھا ملعون و سرکش عبید اللہ بن زیاد قصر سے باہر نکلا اپنی تلوار کمر سے حمائل کئے ہوئے، عمامہ لگائے ہوئے سیدھے جا کر منبر پر چڑھ گیا اور اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہنے لگا:

اما بعد!" امیر المومنین یزید کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے تمہارے شہر و سرحد کا مجھے حاکم بنا دیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے درمیان مظلوم واقع ہونے والوں کے ساتھ انصاف کروں، محروموں کو نوازوں، فرمانبردار اور مطیع لوگوں پر نیکی کروں اور مشکوک لوگوں پر شکنجہ کسوں لہذا میں تمہارے درمیان مطیع و فرمانبرداروں کے لئے شفیق باپ ہوں لیکن جو میری اطاعت سے گریز، میرے عہد و پیمان کے خلاف اور میری اطاعت کو ترک کر دے گا تو اس کے لئے بس میری تلوار اور کوڑے ہیں لہذا ہر شخص کو اپنی جان باقی رکھنے کی جستجو کرنی چاہیے، سچائی ہی تمہاری خبر دے گی دھمکی نہیں"۔

اس خطبے کے مضمون پر ایک بار پھر توجہ کریں:

ا۔ اہل کوفہ کے سامنے اس نے اپنی گورنری کا اعلان کر دیا اور نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا۔

۲۔ حکومت دمشق نے اسے مامور کیا تھا کہ فرمانبرداروں کے ساتھ نیکی کرے اور حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والوں سے سختی اور قساوت کے ساتھ پیش آئے۔

۳۔ اس خطاب میں نہ تو اس نے انقلاب سے متعلق کچھ کہا اور نہ ہی حضرت مسلمؑ سفیر امام حسینؑ سے کوئی تعرض کیا کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں لوگ اس کے خلاف آواز نہ اٹھادیں اور ابھی اس کے پیر جم بھی نہیں پائے ہیں۔

دہشت پھیلانے کی سیاست

پسر زیاد کو ابھی آئے کچھ وقفہ نہیں گزرا تھا کہ اس نے اپنی دھاک جمالی اور اہل کوفہ میں لالچی اور سرداران قبائل اس کے اردگرد جمع ہوگئے اور اس نے چند امور انجام دیے:

۱۔ ایک جماعت کو اس نے گرفتار کرلیا اور فی الفور اس کو پھانسی کا حکم دے دیا کیونکہ وہ لوگ انقلابیوں کے اراکین تھے جس کا سبب یہ ہوا کہ لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا اور لوگ انقلاب سے دور ہونے لگے۔

۲۔ پسر زیاد ملعون نے مسجد جامع کوفہ میں ایک اور خطبہ دیا جس میں اس نے بہت سی دھمکیاں دیں اس خطبے کے بعض فقرے یہ تھے:

امابعد!" آگاہ ہو جاؤ کہ یہ امر بغیر سختی و شدت کے، بغیر تندی و قساوت کے سدھرنے والا نہیں ہے مجھے لگتا ہے بری کو مجرم کے بدلے، حاضر کو غائب کی جگہ اور رشتہ داروں کو دوسرے رشتے دار کی جگہ سزا دینا ہی پڑے گا"۔

مجمع کی پشت سے ایک شخص پسر زیاد کی تقریر کو روک کر بول پڑا اس نے کہا! "اے امیر! اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے "و لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ انسان اپنے فعل کا ذمہ دار ہے تلوار اپنی دھار سے اور گھوڑا اپنی چال سے پہچانا جاتا ہے آپ کا کام دستور صادر کرنا ہے اور ہماری ذمہ داری آپ کی باتوں کو سننا ہے لہذا آپ ہمارے درمیان اچھائی سے پہلے برائی کو نہ رکھیں" ابن زیاد خاموش ہو گیا اور ایک حرف بھی نہیں بولا بلکہ منبر سے اتر آیا اور قصر الامارہ میں جا گھسا لیکن اس کا خطاب قساوت و شدت اور شکنجہ سے بھرا ہوا تھا اس نے اپنی دہشت گردی پر مشتمل سیاست کا اعلان کر دیا تھا اور اس نے ایسا کیا بھی بری کو مجرم کی جگہ سزا دیتا تھا اور اس سے قبل اس کا ملعون باپ بھی ایسا کیا کرتا تھا۔

حضرت مسلمؑ حضرت ہانیؓ کے گھر میں

حضرت مسلم علیہ السلام کوفہ میں اچانک پسر زیاد کی آمد سے ان خطرات کو محسوس کر رہے تھے جو سامنے آنے والا تھا آپ ابن زیاد کی خباثت سے خوب واقف تھے کہ جانتے تھے کہ وہ ملعون کسی بھی قسم کے جرم و خباثت سے باز رہنے والا شخص نہیں ہے لہذا آپ نے حضرت مختارؓ کے گھر سے منتقل ہو جانا ہی بہتر سمجھا کیونکہ آپ کے پاس اب وہ طاقت اور لوگ باقی نہیں رہ گئے تھے جو آپ کی حفاظت کرتے اور آپ کو حفاظتی دستے کی طرح اپنی پناہ میں رکھتے لہذا آپ جناب ہانی بن عروہؓ، سردار قبیلہ مراد، سربراہ شہر کوفہ کے یہاں پناہ گزیں ہوئے جناب ہانیؓ کے پاس انقلاب کی حمایت اور حالات پر قابو پانے کی قوت و طاقت تھی اس لئے کہ تاریخ نگاروں نے لکھا ہے کہ جب جناب ہانیؓ سوار ہوتے تھے تو آپ کے ساتھ چار ہزار ذرہ پوش سوار اور آٹھ ہزار پیادہ نظام

ساتھ ہوتے تھے اور جب قبیلہ کندہ وغیرہ کے تعلق رکھنے والے آپ کے دیگر حلیفوں کے لوگ آ جاتے تھے تو اس وقت ذرہ پوش سپاہیوں کی تعداد 30 ہزار تک پہنچ جاتی تھی اس کے علاوہ آپ کے قبیلے اور خاندان کے لوگ آپ کے نہایت لطف و کرم کی وجہ سے اپنی جان چھڑکتے تھے۔

حضرت مسلم علیہ السلام اس عظیم عرب سردار کے گھر چلے گئے انہوں نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور اس طرح حضرت ہانیؒ کا گھر حضرت مسلم علیہ السلام کی سیاسی گرمیوں کے لئے مرکز اور آپ کے چاہنے والوں کے لیے اجتماع کے لیے ٹھکانہ بن گیا۔

بعض مصادر میں ایک بہت ہی بے ہودہ قول ذکر ہوا ہے وہ یہ کہ حضرت ہانیؒ پر بہت گراں گزر رہا تھا حضرت مسلمؑ کو اپنے گھر میں پناہ دینا اور اپنے گھر کو حضرت مسلمؑ کے ذریعہ انقلاب کا اڈہ اور حکومت کے خلاف اجتماعات کا مرکز قرار دینا اس لیے کہ ہانی بن عروہ نے اس اقدام سے اپنی ہی جان کو جوکھم میں ڈال دیا تھا اور بلا و مصیبت مول لے لی تھی مگر ہانیؒ نے عربی آداب و رسوم کے پیش نظر نہ چاہتے ہوئے بھی حضرت مسلمؑ کو اپنے گھر میں پناہ دی اس کے لیے انہیں چاہے جتنی مصیبتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا کیوں نہ پڑے"۔

میرے خیال میں اس رائے و قول کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس لیے کہ حضرت مسلمؑ کو اگر ذرا بھی حضرت ہانیؒ کی طرف سے کراہت و عدم رضایت کا تصور بھی پیدا ہو جاتا تو ان کی پناہ نہ لیتے اور ان کے گھر میں داخلے سے گریز کرتے اس لیے کہ حضرت مسلمؑ کے اندر موجود مذہبی تربیت اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ وہ کسی ایسے مکان میں پناہ لیں جہاں کے مالک راضی نہ

ہوں یا بیزاری و کراہت رکھتے ہوں اس کے علاوہ جناب مسلمؑ کی غیرت و حمیت مکمل طور سے مانع تھی کہ وہ کسی ناپسند کرنے والے کے گھر میں ایک پل بھی ٹھہریں گے۔

جناب ہانیؓ کی طرف سے مکمل خوشی و خالص ایمان اور آپ کی دعوت پر مکمل اطمینان ہوتا جو ان سخت ایام و ناگفتہ بہ حالات میں حضرت مسلمؑ کو لاحق تھا تو قطعا آپ حضرت ہانیؓ کی پناہ میں نہ آتے بلکہ اس کے برعکس یہ طے ہے کہ حضرت ہانیؓ نے حضرت مسلم علیہ السلام کا دفاع ان کی حمایت بخشی اور اپنے جذبہ ایمانی وعقیدت سے کی ہے۔

بہرحال جناب مسلم علیہ السلام حضرت ہانی کے گھر ٹھہر گئے ان کے گھر کو انقلاب کا مرکز قرار دیا جناب ہانی نے گرم جوشی سے استقبال کیا اور اپنے قبیلہ والوں کو حضرت مسلمؑ کی بیعت کی دعوت دی پھر کیا ۱۸ / ہزار لوگوں نے حضرت ہانیؓ کے گھر میں جناب مسلمؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور حضرت مسلمؑ نے بھی جناب ہانی کو انقلاب کے تمام نشیب و فراز سے آگاہ کیا اور انہیں اپنی تمام نمایاں ساتھیوں اور پشت پناہوں سے آگاہ کر دیا۔

حضرت مسلمؑ ابن زیاد کو دھوکہ سے قتل نہیں کرتے

تاریخ نگاروں کی اکثریت کا کہنا ہے کہ شریک بن اعور اپنے گھر میں یا ہانی بن عروہؓ کے گھر میں شدید بیمار پڑ گئے تھے عبد اللہ بن زیاد کو بیماری کی خبر ملی تو اس نے پیغام بھیجا کہ وہ عیادت کے لئے آنا چاہتا ہے اس موقع کو شریک بن اعور نے غنیمت جان کر حضرت مسلمؑ سے کہا: "آپ کا اور آپ کے حامیوں کا مقصد اس سرکش کا خاتمہ ہے اللہ نے یہ موقع فراہم کر دیا ہے وہ میرے پاس عیادت کے لئے آنا چاہتا ہے اٹھئے اور گودام میں چھپ جایئے یہاں تک کہ عبید اللہ میرے

پاس اطمینان سے بیٹھ جائے تو پھر آپ نکل کر اسے قتل کر ڈالیں پھر قصر عمارہ کی طرف روانہ ہوں اور وہاں تخت پر براجمان ہو جائیں پھر تو کوئی ایک شخص بھی آپ کے خلاف نہیں کھڑا ہو گا اور جب اللہ آپ کو عافیت عطا فرمائے تو بصرہ بھی چلے جائیں کہ وہاں کے امور آپ کے ہاتھوں میں ہوں گے اور اہل بصرہ آپ کی بیعت کر لیں گے"۔

حضرت ہانیؓ کو اس طرح سے اپنے گھر میں پسر زیاد کے قتل سے خوشی نہ تھی وہ عادتاً عرب کے مطابق کسی مہمان کو اپنے گھر میں قتل کے لیے ارادہ نہیں رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنی بات رکھتے ہوئے کہا: "میں یہ پسند نہیں کرتا کہ پسر زیاد میرے گھر میں مارا جائے"۔

شریک بن اعور نے کہا: "وہ کیوں؟ خدا کی قسم! اس کا قتل قرب الٰہی کا باعث ہے" ۔

شریک بن اعور نے ہانی کی بات پر توجہ نہ کرتے ہوئے حضرت مسلم علیہ السلام کو للکارا کہ آپ عبید اللہ کا خاتمہ کر دیں اور اس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ فرمائیں ابھی یہی گفتگو جاری تھی کہ دروازے پر شوروغل ہوا ابن مرجانہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ آ پہنچا حضرت مسلمؑ اٹھ کر گودام میں چلے گئے اور وہاں روپوش ہو گئے ابن زیاد داخل خانہ ہوا اور شریک سے حال احوال پوچھنے لگا اور شریک اس کے سوالات کے جوابات دیتے رہے اور جب اس نے یہ دیکھا کہ حضرت مسلم علیہ السلام تاخیر کر رہے ہیں تو انہوں نے یہ اشعار گنگنانے شروع کر دیے:

ما الانتظار بسلمی ان تحیوها حیوا سلیمی و حیوا من یحییها

کاس المنیة بالتعجیل فاسقوها

"کیا بات ہے کس چیز کا انتظار ہے سلمٰی کو کیوں سلام و درود نہیں بھیجا جاتا سلمٰی کو بھی سلام بھیجو اور جو اسے سلام کرے اس کو بھی سلام بھیجو اور اسے جلدی سے جام موت کے گھونٹ پلا دو"۔

اس کے بعد بلند آواز سے حضرت مسلمؑ کو سناتے ہوئے کہا: خدا تمہارا بھلا کرے! سلمٰی کو جلد سیر اب کرو چاہے اس میں میری بھی جان چلی جائے۔

پسر زیاد شریک کے مطلب سمجھنے سے عاجز رہا اس نے خیال کیا کہ شریک حزیان بک رہے ہیں لہذا پسر زیاد نے حضرت ہانی کو مخاطب کر کے پوچھا کیا یہ حزیان بک رہے ہیں؟ جناب ہانیؓ نے کہا: ہاں، اللہ امیر کا بھلا کرے آج صبح سے ہی ان کی ایسی حالت ہو گئی ہے"۔

پسر زیاد کا غلام مہران سمجھ گیا وہ اپنے مولا و آقا کے سلسلے میں بڑا ہوشیار تھا اس نے پسر زیاد کو آنکھوں سے اشارہ کیا وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو شریک نے اس سے کہا اے امیر میں چاہتا ہوں کہ اپنی وصیت میں آپ کو کروں؟ ابن زیاد نے کہا: میں آپ کے پاس دوبارہ آؤں گا، مہران ابن زیاد کی طرف گھبرایا ہوا ملتفت ہوا اور بولا کہ وہ آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ سن کر ابن زیاد مبہوت و ششدر رہ گیا اور بولا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ میں اس کے احترام میں اس کی عیادت کرنے کے لئے آیا ہوں؟ اور وہ ہانیؓ کے گھر میں جب کہ میرا ان کے اوپر بھی احسان ہے؟ جب پسر زیاد چلا گیا تو حضرت مسلمؑ گودام سے باہر تشریف لائے، شریک بن اعور حضرت مسلمؑ کی طرف حسرت و یاس سے کڑھتے ہوئے بولے: "کس چیز نے آپ کو اس کے قتل سے باز رکھا؟" تو حضرت مسلم علیہ السلام نے فرمایا: "دو خصلتوں نے مجھے اس کو قتل کرنے سے باز رکھا ایک تو یہ

کہ حضرت ہانیؓ اپنے گھر میں اس کے قتل کو ناپسند کرتے ہیں دوسرے قول رسول خداؐ ہے کہ ایمان نے دھوکا دھڑی کو قید وپابہ زنجیر کر دیا ہے مومن دھوکے سے کسی کو قتل نہیں کرتا"۔

شریک نے کہا: "خدا کی قسم !اگر آج آپ اسے قتل کر ڈالتے تو آپ کے امور مستحکم ہو جاتے اور اس کی سلطنت آپ کے قبضے میں آجاتی"۔

اس واقعہ کے بعد شریک زندہ نہیں رہ سکے اور تین دن کے بعد آپ کی وفات واقع ہو گئی ابن زیاد نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مقام ثویہ میں دفن کر دیے گئے اور جب پسر زیاد کو شریک کی مذکورہ چال کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے خدا کی قسم کھا کر کہا: بخدا اب میں کسی عراقی کی نماز جنازہ نہیں پڑھاوں گا اور اگر اس قبرستان میں میرے باپ زیاد کی قبر نہ ہوتی تو شریک کی نبش قبر کر ڈالتا۔

حضرت مسلمؑ کے موقف پر طائرانہ نظر

بہت سے لوگ حضرت مسلم علیہ السلام کے موقف پر سوال اٹھاتے ہیں اور اس موقع پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے بعد کے حادثات کا ذمہ دار جناب مسلمؑ کو ٹھہراتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر جناب مسلمؑ نے سرکش وخبیث پسر زیاد کو قتل کر دیا ہوتا تو مسلمین بہت بڑے شر سے محفوظ ہو جاتے اور انہیں جو مصائب و آلام اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑی ان سے سارے مسلمین بچ جاتے وغیرہ؟۔

یہ اعتراض اصلاً قابل قبول نہیں اور تحقیق و تدقیق سے خالی رائے ہے کیونکہ اس قسم کا اعتراض کرنے والے حضرت مسلمؑ کی سیرت و شخصیت سے بخوبی واقف نہیں ہیں حضرت مسلم علیہ السلام تقویٰ و پرہیز گاری، دینداری، ودینی معاملات میں ان کی پاسداری میں اسلام کی ایک عظیم شخصیت تھے انہوں نے اپنے چچا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے گھر میں پرورش پائی تھی اور اپنی زندگی کے تمام فکری علمی اور سیاسی مراحل میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کو اپنا نمونہ عمل قرار دیا تھا اور انہیں کی تابناک سیرت و کردار کو اپنا رکھا تھا اور حضرت امام امیر المؤمنین علیہ السلام کی زندگی خالص حق پر مبنی تھی اور آپ اپنے سلوک و کردار میں بہت محتاط تھے کبھی آپ نے اسلامی ہدایت و واقعیت سے دور اور بیگانہ ہو کر کوئی موقف اختیار نہیں کیا تھا آپ ہی کا ارشاد ہے: "دھوکہ باز اور حیلہ بہانے میں ماہر لوگوں کے پاس بہت سے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں لیکن تقوی الٰہی و پرہیز گاری میرے لیے مانع ہے یعنی میں دھوکہ بازی سے کام نہیں لے سکتا ہوں"۔

اسی سیرت طیبہ کے سائے میں فرزند عقیل حضرت مسلم علیہ السلام نے بھی اپنی فکری زندگی ڈھالی تھی یہی نہیں بلکہ تمام علویوں کی سیرت و کردار میں یہی صورتحال نمایاں اور سب کی یہی روش نظر آئے گی۔

ڈاکٹر محمد طاہر درویش کہتے ہیں: "بنی ہاشم کا ایک الگ میدان تھا کہ جس میں وہ زندگی بسر کر رہے تھے اور اس میدان کے علاوہ کسی اور چیز سے وہ آشنا نہیں تھے بلکہ وہ دور جاہلیت سے ہی دینی سربراہی رکھتے تھے ان کی طبیعت ہی میں ایمان، لہجے کی صراحت، سچائی، عفت و پاکدامنی،

شرف و فضیلت، سربلندی، مثالی اخلاق، ادبی خصوصیات، دینی شکل و شمائل اور نبوی آداب کوٹ کوٹ کے بھرے ہوئے تھے"۔

حضرت مسلم علیہ السلام نے اپنے مکار دغا باز دشمن کو دھوکہ سے قتل نہیں کیا کیونکہ ایمان نے دھوکہ بازی کو قید کر دیا ہے اور مومن دھوکہ باز نہیں ہو سکتا ہے علامہ ھبۃ الدین اس حدیث پر تعلیقہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں: " یہ فقرہ بہت پر مغز جملہ ہے بہت گہرا معنی رکھتا ہے آل علی علیہ السلام نے حق و صداقت سے بے حد تمسک و ارتباط کی وجہ سے مکر و فریب کو دور پھینک رکھا ہے انہوں نے دھوکہ کے ذریعے وقتی اور زود گذر مدد پر حق کی طاقت کے دور کی مدد کو فوقیت دی ہے حق کا ساتھ دینا باطل سے دور رہنا ان کے بزرگوں کی تاریخ میں مشہور رہا ہے اور ان کے بچوں اور اولاد میں نسلا بعد نسل صدق و صواب ورثے میں ملا ہے گویا انہیں پاک و صاف دل والے عرفاء کے دلوں میں عدل و انصاف اور فضیلت کی حکومت قائم کرنے کے لئے ہی خلق کیا گیا ہے اور تاریخ نے ان کی کرسئ حکومت کو لوگوں کے دلوں میں محفوظ کر رکھی ہے"۔

شیخ احمد فہمی لکھتے ہیں: کہ عبید اللہ بن زیاد اور اس کے جیسے دھوکہ باز اور سرکش چالبازوں کو ختم کرنے کا حضرت مسلمؑ کو موقع ہاتھ آیا تھا وہ ملعون حضرت مسلم کی دسترس میں تھا اور وہ اسے قتل بھی کر سکتے تھے اور اگر وہ اس ملعون کو قتل کر دیتے تو یزید پلید اپنی بہت بڑی طاقت، دھوکہ باز سیاست کے ستون اور غیر قابل انکار قوت کو کھو دیتا لیکن جناب مسلمؑ اپنے چچا حضرت امیر المومنینؑ کی سیرت و کردار سے متاثر تھے لہذا آپ نے اس روش کو باقی رکھا یعنی ملعون ابن زیاد کو دھوکہ سے قتل کرنے سے گریز فرمایا اور اپنی عزت و آبرو و عظمت کے تحت خود کو پسر زیادہ کو دھوکہ سے قتل کرنے سے باز رکھا۔

حضرت مسلمؑ کی اہم ترین ذمہ داری جسے آپ کے کاندھوں پر ڈالا گیا تھا وہ لوگوں سے بیعت لینا اور کوفہ کے حالات سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو باخبر کرنا تھا اس سے زیادہ ان کی کوئی ذمہ داری نہیں تھی لہذا اگر آپ پسر زیاد کو دھوکہ سے قتل بھی کر دیتے تو اپنے حدود ذمہ داری سے قدم باہر نکالنے کے مجرم ٹھہرتے اور جس مستقبل کی حکومت کے نمائندے بنا کر بھیجے گئے ہیں وہ ایک خالص دینی حکومت تھی جو ہر چیز سے پہلے اسلامی آداب اور احکام اور بنیادی عقائد کی تطبیق کرنا ہے اور اسلام میں کسی کو دھوکہ سے قتل کرنا ممنوع ہے۔

حضرات اہلبیت علیہم السلام جذباتی مسائل میں شدت سے احتیاط کیا کرتے تھے اور بنی امیہ کی طرف شریعت اسلامی سے تضاد رکھنے والے تمام اعمال کی شدت سے نکتہ چینی کرتے تھے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے عظیم انقلاب کو برپا ہی کیا تھا امت کے اندر پیدا ہوئے برے حالات اور فساد فتنوں کی اصلاح کے لئے اور لوگوں کے درمیان صحیح اسلامی راہ و روش کو واپس لانے کے لئے اور حضرت مسلم علیہ السلام ، نیکوکاروں اور دین کی شدت سے پابندی کرنے والوں سے کیا کہتے اگر وہ دھوکہ سے پسر زیاد کو قتل کر ڈالتے ؟ اور ایسے عمل کے مرتکب ہو جاتے جو دین اسلام قبول نہیں کرتا ہے۔

بہر حال حضرت مسلمؑ نے پسر زیاد کو قتل کرنے میں اپنے عقیدہ و دین کے فضائل کرامت اور شرف کو ترک نہیں کیا جب کہ وہ آپ کے بالکل نشانہ پر تھا لہذا اس مقام پر یہ کہنا کہ حضرت مسلمؑ نے کمزوری اور عدم شجاعت کے باعث پسر زیاد کو قتل نہیں کیا تھا نہایت گھٹیا اور بیہودہ رائے ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے تاریخ شاہد ہے کہ کوفیوں کی غداری کے باوجود حضرت مسلمؑ نے شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں

ہے یک و تنہا بھاری لشکر کے سامنے ڈٹے رہنا اور خوف و ہراس کا پہلو نہ نظر آنا بلکہ ثبات قدم کے ساتھ سپاہی پسر زیاد کے سروں کا کھیرے ککڑی کی طرح کاٹنا اور لشکر پے لشکر کو تہ و بالا کر دینا یہاں تک کہ کشتوں کی کثرت سے کوفیوں کا الامان و الحفیظ کہنا یہ سب شہید بنی ہاشم، فخر عدنان حضرت عقیلؑ کے بہادر لال، جناب مسلمؑ کا ہی کام ہے کیسی کمزوری اور کیسا خوف و ہراس!۔

خوفناک سازشیں

منحوس پسر زیاد نے میدان سیاست میں بھیانک سازشوں کے ذریعہ کوفہ کے دگرگوں حالات پر حضرت مسلم علیہ السلام کے کوفہ پر بھرپور تسلط کے بعد قبضہ جمالیا اور کوفہ کے حالات حضرت مسلمؑ کے تئیں بالکل الٹ پلٹ ہو گئے، مکار ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ سے جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اور ان کے ذریعہ برپا انقلاب پر قابو حاصل کرنے کے لیے بہت سی چالیں چلیں بعض کو ملاحظہ کریں:

حضرت مسلمؑ کے خلاف جاسوسی کرنا

سب سے پہلا کام جو پسر زیاد نے حضرت مسلمؑ کے خلاف انجام دیا وہ ہے ان کے خلاف جاسوسی کا جال بچھانا اور حضرت مسلمؑ کی تمام نقل و حرکت اور سیاسی سرگرمیوں پر نیز ان کے انقلاب کے تمام کمزور وضعیف نقاط کی معرفت حاصل کرنا اس مہم کو سر کرنے کے لیے اس نے غلام معقل کو چنا جو پسر زیاد کا پروردہ اور اس کی خباثتوں کا آئینہ دار تھا اور اس کے تمام کردار و مزاج پر پروان چڑھا تھا پسر زیاد کو اس پر سب سے زیادہ بھروسہ بھی تھا نیز وہ خود بھی بہت زیرک اور بلا کا ذہین تھا

پسر زیاد نے اسے تین ہزار درہم دیئے اور اسے حکم دیا کہ شیعوں سے رابطہ قائم کرے اور یہ ظاہر کرے کہ شام کا رہنے والا ہے اور دو کلاع حمیری کا غلام ہے۔

اس زمانے میں عام طور سے غلام طبقہ حضرات اہلبیت علیہم السلام کا مخلص ہوا کرتا تھا لہذا اس نے اہل بیتؑ کا غلام و خیر خواہ ہونے کو ظاہر کرنے کا دستور دیا تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ نہ کیا جا سکے پسر زیاد نے معقل سے کہا کہ جب وہ شیعوں سے ملاقات کرے تو یہ ظاہر کرے کہ اللہ نے اس کے اوپر کرم کیا ہے کہ محبت اہل بیتؑ کے نعمت سے اسے سرفراز کیا ہے اور اسے پتا چلا ہے کہ کوفہ میں کوئی امام حسین علیہ السلام کے گھرانے کا شخص آیا ہے جو لوگوں کو امام حسینؑ کی طرف دعوت دے رہا ہے میرے پاس شرعی رقم ہے جو میں ان کی خدمت میں پہنچانا چاہتا ہوں تاکہ وہ جنگ میں اس رقم سے اپنے دشمن کے خلاف استفادہ کر سکیں معقل اپنی مہم کو سر کرنے کے لیے چلا وہ مسجد کوفہ میں داخل ہوا وہاں وہ ایک ایک شخص سے حضرت مسلمؑ کا سراغ لیتا رہا یہاں تک کہ کسی نے اس کی رہنمائی حضرت مسلم بن عوسجہؒ کی طرف کی وہ اٹھ کے ان کے پاس آیا اور اہل بیت علیہم السلام سے نہایت محبت و ولایت کا اظہار کرنے لگا اور بولا میں آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ مجھ سے یہ مال وصول کر لیں اور اپنے صاحب (سردار یعنی حضرت مسلمؑ) تک میری رہنمائی کر دیں تاکہ میں ان کے پاس چل کر ان کی بیعت کر لوں اور اگر آپ چاہیں تو میرے ان کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میری بیعت لے لیں"۔

جناب مسلم بن عوسجہؒ نے فرمایا:" میں تمہاری ملاقات سے مسرور ہوا عنقریب جو تم چاہتے ہو اسے حاصل کر لو گے اللہ تمہارا بھلا کرے کہ تم اہل بیت نبیؐ کی نصرت کر رہے ہو لیکن اس بات سے مجھے تکلیف ہوئی کہ لوگ مجھے اس امر (حکومت عدل) کے قیام سے پہلے اس حوالے

سے جان گئے ہیں مجھے اس سرکش وطاغی (پسر زیاد) سے خوف لاحق ہے" یہ کہہ کر مسلم بن عوسجہؓ نے اس سے حضرت مسلمؑ کی نیابت میں بیعت لی اور اس سے شدید عہد و پیمان لیا اور اس کے کتمان وہ مخفیانہ رکھنے کا وعدہ لیا۔

دوسرے روز اسے حضرت مسلمؑ کی خدمت میں پہنچایا اس نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور اس سے مال لے کر ابو ثمامہ صائدیؒ کے حوالہ کر دیا گیا کیونکہ ابو ثمامہ ہی اموال کی وصولی پر مامور تھے اور اس سے اسلحہ جات خریدنے کی ذمہ داری ابو ثمامہ کی ہی تھی اس روز سے معقل کا دستور یہ تھا کہ سب سے پہلے حضرت مسلمؑ کے پاس پہنچتا تھا اور سب سے آخر میں ان کے پاس سے واپس ہوتا تھا اور شام تک جتنے بھی واقعات ملاقات اور حضرت مسلمؑ اور شیعوں کے درمیان جتنی بھی گفتگو ہوتی تھی سب کو ابن زیاد سے جا کر بیان کرتا تھا یہاں تک کہ ابن زیاد انقلاب اور انقلابیوں کے تمام اسرار و رموز سے اور سربراہوں سے واقف ہو گیا تھا۔

اراکینِ انقلاب کے ہمراہ

اراکین انقلاب کے اوپر یہ مواخزہ کیا جا سکتا ہے کہ:

۱۔ معقل کے اوپر کیسے بھروسہ کر لیا جب کہ وہ اپنے کو شامی بتلا رہا تھا اور شامی اہل بیت علیہ السلام سے بغض و کینہ رکھتے تھے اور وہ بنی امیہ کے طرفدار تھے اور ان کے اوپر جان چھڑکتے تھے۔

۲۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کے سلسلے میں چھان بین کی جاتی اور خاص طور سے جب وہ حضرت مسلم بن عوسجہؓ کو مال دے رہا تھا اور دیتے وقت رو رہا تھا رونے کا سبب کیا تھا؟ اور یہ رونے

کی جگہ یا رونے کی شکل و صورت بنانے کی جگہ تو تھی نہیں کیا اتنا ہی اس سلسلے میں شک و شبہ کے لیے کافی نہیں تھا۔

۳۔ جب وہ انقلابیوں سے ملحق ہو گیا تو اس روز سے وہ سب سے پہلا آدمی ہوتا تھا جو وہاں حاضر ہوتا تھا اور آخری فرد ہوتا تھا جو خارج ہوتا تھا اس قدر مرکز قیادت میں اس کا وجود اور مسلسل آمد و رفت کیا معنی رکھتا تھا؟ کیا یہ عمل اس کے سلسلے میں شک و شبہ پیدا کرنے کے لیے کافی نہیں تھا۔

۴۔ انقلابیوں کو چاہیے تھا کہ اس سے ہوشیار رہتے لیکن اس نے اپنے ظاہر داری اور دکھاوے سے انقلابیوں کو دھوکہ دے دیا اور یہ ماننا پڑے گا کہ وہ جاسوس اپنی فن جاسوسی میں مہارت رکھتا تھا اور جس کام پر تعینات تھا اسے اس کے نشیب و فراز سے خوب واقفیت تھی بہر حال ابن زیاد نے جاسوسی کے ذریعے بہت خطرناک امور پر دسترس حاصل کر لی تھی وہ ان عناصر اور نمایاں افراد سے بخوبی واقف ہو چکا تھا جو انقلاب میں پیش پیش اور مرکزی کردار ادا کر رہے تھے اور وہ انقلاب اور انقلابیوں کے کمزور پہلوؤں سے بھی آگاہ ہو چکا تھا اسی لیے وہ حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔

سرداروں اور سربراہوں کو بھاری رشوت

ابن زیاد کو کوفہ کی نبض معلوم ہو چکی تھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اہل کوفہ سے کس طرح نمٹا جا سکتا ہے اس کے لیے اس نے قبائل کے سرداروں اور سربرآوردہ شخصیات کو بھاری رقم دے کر ان کے دلوں کو اپنی طرف موڑ لیا اس نے ان کے اوپر خوب سخاوت سے کام لیا جس

کے نتیجے میں ان کی زبانیں پسر زیاد کی مدح و ثنا کرنے سے نہیں تھکتی تھیں اور یہی لوگ ابن زیاد کے پشت پناہ بنے اور حضرت مسلمؑ کے پاس سے لوگوں کو متفرق کرنے اور ان کی قوت کو توڑنے میں ابن زیاد کے مددگار بنے۔

ابن مرجانہ نے مال خرچ کر کے انہیں گویا اپنا غلام بنالیا تھا لہذا ان لوگوں نے پسر زیاد کی خیر خواہی و حمایت شروع کر دی اور جو عہد و پیمان انہوں نے حضرت مسلمؑ کے ساتھ باندھے تھے اسے توڑ دیا اور خیانت کر بیٹھے۔

اس سلسلے میں ایک کوفی نے امام حسین علیہ السلام سے راستے میں ملاقات کے دوران گزارش کی ہے اس نے امام حسینؑ سے عرض کیا: " جہاں تک اشرف اور سربراہان خاندان کا تعلق ہے تو ان کو رشوت دے کر خریدا جا رہا ہے ان کے مقاصد پورے کیے جا رہے ہیں اور ان کی محبت جلب کی جا رہی ہے اور وہ پسر زیاد کے حامی و مددگار ہو رہے ہیں اور بقیہ لوگوں کے دل تو آپ کی طرف مائل ہیں اور وہ آپ کے ساتھ ہیں لیکن کل ان کی بھی تلواریں آپ کے خلاف بلند ہو جائیں گی۔

کوفیوں نے جن خطوط کو لکھ کر امام کو بلایا تھا اور ان کے سفیر حضرت مسلمؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی ان سب کو حکومت کی طرف سے ملے مال و دولت کی خاطر بھول گئے کسی مؤلف نے کیا خوب کہا ہے:

" وہ لوگ کہ جنہوں نے بنی امیہ کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی اور امام حسین علیہ السلام سے خط و کتابت کر رہے تھے اور انہوں نے امام کی نسبت بڑے خلوص کا اظہار کیا تھا اور

حضرت مسلمؑ کے سامنے اپنے قیمتی آنسوؤں کے قطرے بہائے تھے یہ وہی گروہ ہے کہ جن کو پسرِ زیاد نے درہم و دینار کے بدلے خرید لیا تھا اسی طرح کوفہ والوں کو بعد میں مصعب بن زبیر نے خرید لیا تو انہوں نے جناب مختار کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ یکہ و تنہا رہ گئے یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے اس کے بعد کوفہ والوں کو اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے خرید لیا تو انہوں نے مصعب کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ پھر عبد الملک بن مروان کے سپاہیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

دارِ ہانیؓ پر حملہ سے گریز

ملعون ابن زیاد کو علم ہو چکا تھا کہ انقلابِ کوفہ کے نمایاں رکن حضرت ہانیؓ ہیں اس کے خطرناک جاسوس معقل نے اسے جناب ہانیؓ کے سرگرم کردار کی خبر دے دی تھی کہ وہ کس طرح اپنی پوری توانائی کے ساتھ انقلاب کی حمایت کر رہے ہیں اور یہ بھی بتلا دیا کہ ہانی کا گھر شیعوں کے لئے مرکز اور سفیر حسینؑ حضرت مسلمؑ کا اصلی ٹھکانہ ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ابن زیاد ملعون نے اپنے لشکر جرار کے ذریعہ ان کے گھر پر حملہ کر کے انقلاب کو کچل کیوں نہیں دیا؟۔

جواب یہ ہے کہ پسر زیاد ملعون اپنی بڑی فوجی طاقت نہیں رکھتا تھا وہ جناب ہانیؓ سے جنگ کا باب وا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا اس لیے کہ جناب ہانیؓ کا گھر ایک تو بہت سے گھروں سے گھرا ہوا تھا دوسرے چار ہزار لشکرِ جرّار جنہوں نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی ہمہ تن موجود ہونے کے علاوہ خود حضرت ہانیؓ کے ماننے والے اور کوفہ شہر میں ان کے مقبول و نافذ شخصیت مانع تھی اس لیے پسر زیاد ان کے گھر پر حملہ سے عاجز رہا اور برے رد عمل سے خطرہ محسوس کر رہا تھا۔

دھوکہ باز وفد کی آمدورفت

پسر زیاد ملعون رات رات بھر جاگ کر یہی سوچتا رہا اور اپنے حاشیہ نشینوں اور مشورہ دینے والوں سے یہی تبادلہ خیال کرتا رہا کہ کس طرح شہر کی سب سے عزیز شخصیت اور عظیم انسان جناب ہانی پر قابو پاسکتا ہے کہ جو انقلاب کی بھرپور حمایت کر رہے ہیں اور حضرت مسلم علیہ السلام کو دشمنوں کا شکار ہونے سے بچا رہے ہیں پسر زیاد سمجھ رہا تھا کہ اگر ہانی کا خاتمہ ہو جائے تو انقلاب کوفہ کی بنیاد اکھڑ جائے گی لیکن ان پر قابو پانے سے گریز کرتا رہا اور ان کے گھر پر حملہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا بالآخر پسر زیاد کے حاشیہ نشینوں کی یہ رائے ہوئی کہ ان کو دھوکہ سے قابو میں لیا جائے ان کے پاس حکومت کی طرف سے وفد جائے جو ان کے سامنے یہ تجویز رکھے کہ پسر زیاد آپ سے ملنا چاہتا ہے اگر وہ قبضہ میں آگئے ہر چیز قابو میں ہو گی اور پھر ان کے ماننے والوں اور پیروکاروں کو منتشر کرنا دشوار کام نہیں رہ جائے گا اس لئے کہ ان لوگوں نے وفد تشکیل دیا کہ جن میں سر فہرست ذیل کے افراد تھے:

۱۔ حسان بن اسماء بن خارجہ، قبیلہ فزارہ کے سردار۔

۲۔ محمد بن اشعث، قبیلہ کندہ کا سردار۔

۳۔ عمرو بن حجاج، قبیلہ مراد کا سردار۔

حسان بن اسماء، کو سازش کا علم نہیں تھا کہ یہ سب جناب ہانیؒ کے خلاف چال ہے مگر محمد بن اشعث اور عمرو بن حجاج بخوبی واقف تھے اور ان لوگوں کو پسر زیاد نے مامور کیا تھا کہ ہانی بن

عروہؒ کے پاس جا کر انہیں میری طرف سے قانع کریں کہ میں ان سے بڑی محبت کرتا ہوں ان کی ملاقات کو آنا چاہتا ہوں۔

جناب ہانیؒ کی گرفتاری

ایک شام کو یہ وفد جناب ہانیؒ کے گھر پہنچا آپ دروازے پر ہی بیٹھے تھے وفد نے سلام کیا اور کہا کہ امیر کی آپ ملاقات کو نہیں آئے وہ آپ کو یاد کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ بیمار ہیں تو میں ضرور عیادت کرنے کے لیے آتا۔

جناب ہانی نے کہا: بیماری ہی مانع ہے۔

ان لوگوں نے اس خیال کی تردید کی اور کہا کہ امیر کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ ہر شام کو اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتے ہیں اور انہوں نے تاخیر کو ناپسند کیا ہے اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ تاخیر وغیرہ کو بادشاہ لوگ برداشت نہیں کیا کرتے ہم آپ کو قسم دے رہے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ سوار ہو کر ابھی روانہ ہوں۔

یہ کہہ کر وافد نے بڑا اصرار کیا کہ امیر کی زیارت کو چلیں اور جناب ہانی نے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی باتوں کو مان لیا اپنا لباس طلب کیا انہیں زیب تن کیا اپنی سواری طلب کی اس پر سوار ہوئے اور چل پڑے جب قریبِ دربار پہنچے تو انہوں نے شر محسوس کیا اور واپسی کا عزم کر لیا اور حسان بن اسماء سے کہنے لگے اے بھتیجے! بخدا قسم میں اس شخص (پسر زیاد) سے خوفزدہ ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟۔

حسان بن اسماء نے کہا: اے چچا! واللہ میں آپ کے سلسلے میں کوئی خوف و شر محسوس نہیں کر رہا ہوں آپ کیوں اپنے ہی خلاف راستہ ہموار کر رہے ہیں؟۔

ادھر دوسرے افرادِ وفد بھی اصرار کرنے لگے یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہانی بن عروہؓ کو پسر زیاد کے پاس پہنچا دیا اس نے بڑے سخت لہجے میں اور بد تمیزی کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور بولا: خائن خود اپنے قدموں سے چل کر آیا ہے۔

شریح قاضی پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اس نے شاعر کا یہ شعر پڑھا:

ارید حیاته و یرد قتلی عذیرك من خلیلك من مراد

"میں تو اس کی زندگی کا خواہاں ہوں لیکن قبیلۂ مراد تمہارا دوست میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے"۔

حضرت ہانیؓ گھبرا گئے اور بولے: اے امیر وہ کیا ہے (میں نے کیا خیانت کی ہے)۔

پسر زیاد چلا کر بولا کہ اے ہانی خاموش رہو! یہ تم امیر المومنین یزید اور عوام مسلمین کے ساتھ اپنے گھر میں کیا کیا سازشیں کر رہے ہو؟ مسلم بن عقیلؑ کو تم نے اپنے گھر میں پناہ دے رکھی ہے اور ان کے لئے اسلحہ اور افراد جمع کر رہے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ سب باتیں مجھ سے مخفی ہیں۔

ہانی بن عروہؓ نے انکار کیا اور کہا کہ نہ تو مسلمؑ میرے پاس ہیں اور نہ میں ایسا کر رہا ہوں۔

پسر زیاد: جی ہاں تم نے ایسا کیا ہے۔

نفی و اثبات کی لفظی جنگ، جدال تک پہنچ گئی پسر زیاد نے بات کو ختم کرنے کے لیے معقل کو طلب کر لیا جسے اس نے جاسوس بنا کر بھیجا تھا جب وہ سامنے آ گیا تو پسر زیاد نے کہا کہ اے ہانی اس شخص کو پہچانتے ہو؟

جناب ہانیؓ نے کہا کہ ہاں۔

یہ کہہ کر جناب ہانیؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور اب کوئی صورت انکار کی باقی نہیں بچی تھی لیکن آپ نے ہمت نہیں ہاری اور آپ نے شجاعت و شہامت کے پیش نظر اپنا موقف صاف کرتے ہوئے شیر کی طرح دھاڑے اور فرمایا: جو تم نے سنا ہے سب سچ ہے میں اب وقت ضایع نہیں کروں گا اور تم کو اور تمہارے گھر والوں اور حوالی موالی کو سلامتی کے ساتھ واپس نہیں جانے دوں گا اس لئے کہ تم سے زیادہ اور تمہارے صاحب (یزید) سے زیادہ اس امر کا اہل اور مستحق آ پہنچا ہے۔

پسر زیاد کے اوسان خطا کر گئے وہ چیخ کر بولا: خدا کی قسم! تو اس وقت تک یہاں سے جائے گا نہیں جب تک کہ مسلم کو میرے پاس نہ لے آئے۔

جناب ہانیؓ نے پسر زیاد کا مذاق اڑایا اور اس کی بات کا انکار کر دیا اور ایک شریف و جلیل شخص کی سی گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: میں اپنے مہمان کو تیرے پاس ہر گز نہیں لا سکتا۔

جب جناب ہانیؓ اور پسر زیاد کے درمیان نزاع طولانی ہو گیا تو جناب ہانیؓ کے پاس مسلم بن عمرو باہلی آیا جو حکومت کا نوکر تھا اور اس وقت اس بزم میں سلمہ باہلی کے علاوہ کوئی پردیسی شخص تھا بھی نہیں اس نے پسر زیاد سے گزارش کی کہ مجھے ہانی بن عروہؓ سے علاحدہ گفتگو کرنے کا موقع

دے تاکہ ہانی کو میں قانع کر سکوں، ابن زیاد نے اسے اجازت دے دی وہ اٹھا اور جناب ہانیؓ کے ساتھ ایک ایسی خلوت کی جگہ بیٹھا کہ جہاں پر ان دونوں کو پسر زیاد دیکھ سکے اور آواز بلند ہو تو ان کی آواز کو بھی وہ سن سکے۔

مسلم باہلی نے ہانی بن عروہ کو حاکم وقت کی انتقامی کاروائی سے ڈراتے ہوئے اور یہ کہ حاکم حضرت مسلمؑ کے ساتھ کچھ برا نہیں کرے گا وغیرہ کے ذریعہ قانع کرنا چاہا اور بولا: اے ہانی! میں تمہیں خدا سے ڈراتا ہوں کہ تم اپنے کو قتل نہ کرو کہ اس طرح تمہاری قوم پر بھی بلا آجائے گی اور یہ شخص (یعنی حضرت مسلمؑ) ان لوگوں کے چچازاد بھائی ہیں وہ انہیں قتل نہیں کریں گے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچائیں گے آپ حضرت مسلمؑ کو پسر زیاد کے حوالے کر دیں پھر آپ کے اوپر کوئی ذلت ورسوائی اور ننگ و عار نہیں ہوگا کیونکہ آپ انہیں حاکم کے ہی سپرد کریں گے۔

حضرت ہانی بن عروہؓ پر یہ بیہودہ منطق مخفی نہیں تھی آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر انہوں نے حضرت مسلمؑ کو حاکم کے سپرد کر دیا تو وہ انہیں قتل کر ڈالیں گے اور اس سے ان کے دامن پر ایسا ننگ و عار کا دھبہ بیٹھ جائے گا کہ اپنے ہی مہمان کو اور حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کے سفیر کو دشمن کا شکار بنا دیا ہے لہذا جناب ہانی نے مسلم باہلی سے کہا: ہاں، خدا قسم! اس خیانت (حضرت مسلمؑ کی سپردگی) میں تو میرے اوپر بہت بڑی ننگ و عار ہوگی کہ میں اپنے مہمان اور پڑوسی بن جانے والے فرزند رسول خداؐ کے سفیر کو سپرد کر دوں جب کہ میں زندہ و سلامت ہوں میرے کثیر تعداد میں مددگار ہیں بخدا قسم! اگر میں یکہ و تنہا بھی ہوتا تو تب بھی انہیں اس کے حوالے ہرگز نہ کرتا۔

یہ کلام، ان آزاد منش لوگوں کا کلام ہے جو اپنی زندگانی کو بلند کردار اور اعلیٰ اقدار کے لئے قربان کر دیتے ہیں اور اپنی شرافت و بزرگواری میں خلل ڈالنے والی کسی چیز کے سامنے سر نہیں جھکاتے۔

مسلم باہلی حضرت ہانیؓ کو قانع کرنے میں ناکام رہا تو اٹھ کر پسر زیاد کے پاس جا کر بولا: اے امیر ہانی نے حضرت مسلمؑ کو سپرد کرنے سے منع کر دیا ہے چاہے ان کی جان چلی جائے۔

پسر زیاد وہیں سے چیخ کے بولا کہ حضرت مسلمؑ کو لاتے ہو یا میں تمہاری گردن مار دوں؟

ہانی بن عروہؓ اس کی گفتگو کو خاطر میں نہیں لائے اور فرمایا: پھر تو چمکدار تلوار تیرے ارد گرد کثرت سے چلیں گی، پسر زیاد کے اوسان خطا ہو گئے اس کی گردن کی رگیں غصہ سے پھول گئیں اور وہ بولا: وائے ہو تجھ پر کیا تو مجھے چمکدار تلواروں کی چمک سے ڈراتا ہے؟

اس نے اپنے غلام مہران کو پکارا کہ ہانی بن عروہ کو گرفتار کر لو اس نے حضرت ہانیؓ کے بالوں کو دو طرف سے پکڑ لیا ادھر پسر زیاد نے کوڑا اٹھایا اور ہانی بن عروہؓ کے چہرے پر زور سے مارا اور پھر بڑی بے رحمی سے مارتا چلا گیا یہاں تک کہ ان کی ناک ٹوٹ گئی رخسار اور پیشانی کے گوشت خون کے ساتھ آپ کی داڑھی پر گر رہے تھے یہاں تک کہ چھڑی ٹوٹ گئی اور خون کپڑوں پر گرنے لگا جناب ہانیؓ نے پہلو میں کھڑے سپاہی کا اسلحہ چھین کر اپنا دفاع کرنا چاہا لیکن اس نے اسلحہ نہیں دیا ابن زیاد چیخ کر بولا: اے ہانی! تم باغی ہو گئے ہو اور اب تمہارا قتل ہمارے لئے حلال ہو گیا ہے۔

ابن زیاد کے حکم سے جناب ہانیؓ کو قصر کے کسی حجرے میں قید کر دیا گیا یہ سارا منظر دیکھ کر حسان بن اسماء کو بہت غصہ آیا کیوں کہ وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضرت ہانیؓ کو امان دی تھی لہذا آپ ابن زیاد کے پاس آئے اور جناب ہانیؓ کے قبیلے کی طاقت و سطوت اور انتقام سے خائف تھے ابن زیاد کے پاس آکر ہانی کے ساتھ کیے گئے اقدامات کی مذمت کرتے ہوئے کہا: اے دھوکہ باز ،ہانی کو چھوڑ دے تو نے حکم دیا کہ ہم انہیں تیرے پاس لے آئیں اور جب ہم انہیں تیرے پاس لے آئے تو تو نے ان کا چہرہ لہولہان کر دیا اور اب یہ خیال رکھتا ہے کہ انہیں قتل کر ڈالے گا۔

ابن زیاد کو حسان کی باتوں سے غصہ آیا اس نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا کہ حسان کی پٹائی کرے اور پھر کیا تھا سپاہی نے انہیں مارا پیٹا پھر چھوڑ دیا ابن اشعث چاپلوس حقیر یہ سب منظر دیکھ کر اپنے سر کو ہلا رہا تھا اور سرکش پسر زیاد کو سنا کر بولا: ہم ہر اس عمل سے راضی وخوشنود ہیں جس سے امیر خوش ہیں چاہے وہ ہمارے موافق ہو یا مخالف امر و حاکم ہی کا کام ادب سکھاتا ہے"۔

ابن اشعث ملعون کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سرکش پسر زیاد اپنے منافع و اہداف کی راہ میں کتنے بھیانک جرم و خیانت کا مرتکب ہو رہا ہے۔

قبیلہ مذحج کی یلغار

حضرت ہانیؓ کی خبر اسارت سن کر ان کی قوم و قبیلہ کے لوگ کیڑے مکوڑوں کی طرح ٹوٹ پڑے اور ان کی بھیڑ کی قیادت ایک ابن الوقت ، فرصت طلب ڈرپوک عمرو بن حجاج کر رہا تھا جس کو شرف و مروت نے چھوا تک نہیں تھا وہ مذحج کے لوگوں کے ساتھ آگے بڑھا اور ڈینگ

مارتے ہوئے اپنی بات حکومت کے کارندوں تک پہنچاتے ہوئے بولا: "میں عمرو بن حجاج ہوں یہ میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے جیالے اور بزرگان ہیں ہم نے اطاعت حاکم کا لبادہ نہیں اتارا ہے اور نہ ہی جماعت سے کنارہ کش ہوئے ہیں"۔

ابن حجاج کا کلام، سلطنت سے تال میل اور ننگ و عار پر مشتمل ہے اس کے کلام میں کہیں سے حضرت ہانیؓ کو قتل سے رہائی دلانے کا زور نہیں دکھ رہا ہے اسی لیے ابن زیاد نے اس کے کلام کو کوئی حیثیت نہیں دی مگر قاضی شریح کی طرف متوجہ ہو کر بولا کہ ان کے آدمی (ہانی) کے پاس جاؤ اور اسے دیکھ کر باہر نکلو اور مذحج کے لوگوں سے کہو کہ ہانی زندہ ہیں۔

قاضی شریح اٹھا ہانیؓ کے پاس گیا جو نہی ہانی کی نظر اس پر پڑی چیخ کے مدد مانگنے کی طرح فرمایا مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے! اور کیا میری قوم و خاندان کے لوگ مر گئے ہیں؟ اہل دین و دیانت کہاں ہیں؟ شہر کے لوگ کہاں ہیں؟ کیا وہ سب کے سب مجھے اپنے دشمن کے پاس چھوڑ کر خاموش بیٹھے رہیں گے؟

اس دوران حضرت ہانیؓ نے لوگوں کی چیخ و پکار اور بلند آواز کو سن لیا اور شریح کی طرف متوجہ ہو کر بولے:" اے شریح! میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذحج کی آواز ہے میرے چاہنے والے مسلمانوں کی صدائیں ہیں اگر ان میں سے دس بھی دربار میں داخل ہو جائیں تو وہ مجھے یہاں سے نکال لے جائیں گے۔

قاضی شریح وہاں سے نکلا اس کے پیچھے پیچھے ابن زیاد کا جاسوس بھی تھا کیونکہ ابن زیاد کو خوف تھا کہ کہیں وہ اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہ بول دے اور ان کا کام بگاڑ نہ دے شریح نے

مذحج والوں کے پاس آکر کہا: "میں نے تمہارے سردار ہانی کو ابھی دیکھا ہے وہ زندہ و سلامت ہیں قتل نہیں کیے گئے ہیں۔

عمرو بن حجاج فوراً بول پڑا کہ اگر وہ قتل نہیں کئے گئے ہیں تو اللہ کا شکر ہے۔

قبیلہ مذحج کے لوگ ناکام و نامراد واپس ہو گئے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے کسی قید سے رہائی ملی ہو جب کہ وہ اپنے ساتھ ذلت و رسوائی ساتھ لے جا رہے تھے اور طول تاریخ میں خیانت و جبن کی بد نما مثال بن گئے، میرا خیال ہے کہ قبیلہ مذحج کی اتنی آسانی سے ہار اور اپنے سردار کی سلامتی پر یقین حاصل نہ کرنا وغیرہ کے پیچھے سرداران مذحج اور ابن زیاد کے درمیان ساز باز اور ہانی کے قتل پر اتفاق اور سوچی سمجھی سازش کے تحت تھا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو سارے مذحج کو اس وقت ٹوٹ پڑنا چاہیے تھا جب کہ دن کی روشنی میں حضرت ہانیؓ کو زندان سے باہر نکال کر بازار حذّائین میں پھانسی پر لٹکانے کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔

بہرحال قبیلہ مذحج کے لوگوں نے ہمیشہ کی ننگ و عار اور ذلت و رسوائی خرید لی جس کو ایک گمنام شاعر نے امویوں کے خوف سے اپنے نام کو ظاہر کیے بغیر حضرت ہانیؓ کا مرثیہ کے طور پر ان کے خاندان اور قبیلہ والوں کی مذمت کرتے ہوئے اشعار کہے ہیں جس میں اس نے مذحج کے اندر قبیلہ نوازی کی روح کو جگانے اور انہیں اپنے مقتول حضرت ہانیؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے للکارا ہے شاعر کہتا ہے:

فإن كنت لا تدرين ما الموت فانظری إلى هانی فی السوق وابن عقيل

إلى بطل قد هشم السيف وجهه وآخر يهوی من طمار قتيل

ترى جسدا قد غير الموت لونه ونضح دم قد سال كل مسيل

فتى هو أحيى من فتاة حيية وأقطع من ذي شفرتين صقيل

أير كب أسماء الهماليج آمنا وقد طلبته مذحج بذحول

تطيف حواليه (مراد) و كلهم على رقبة من سائل ومسول

فإن أنتم لم تثاروا بأخيكم فكونوا بغايا ارضيت بقليل

"اگر تو نہیں جانتی کہ موت کیا ہے تو پھر تجھے چاہیے کہ بازار میں جا کر ہانی اور فرزند عقیل (حضرت مسلمؑ) کو دیکھ لے اس سردار اور بہادر کو دیکھ لے کہ جس کے چہرے کو تلوار نے توڑ کر رکھ دیا ہے اور دوسرے بہادر کو قصر کی بلندی سے ذبح کر کے پھینک دیا گیا ہے تو دیکھ لے کہ موت نے ان کے جسم کے رنگ کو بدل کر رکھ دیا ہے اور ہر ہر زخم سے تازہ خون جوش مار رہا ہے ایسا خون جو غیرت داروں ، جوان لڑکیوں سے بھی زیادہ غیرت والا ہے اور دو دھاری تیز تلواروں سے بھی جس کی کاٹ تیز ہے کیا اسماء، خچروں پر پر سکون طریقہ سے سوار ہوتی رہے گی جبکہ مذحج اپنے مقتول کے خون کا بدلہ لینے کا قصد کر چکے ہیں اور ان کے اردگرد قبیلہ مراد کے بھی لوگ طواف کر رہے ہیں اور سب کے سب بھرپور طاقت کے مالک ہیں ان سب کے باوجود اے قبیلہ مذحج کے لوگو! تم نے اگر اپنے سردار کے خون کا بدلہ نہ لیا تو تم بدکارہ زانیہ عورتوں کی طرح اپنے گھروں میں بیٹھو جو کہ تھوڑی سی مزدوری پر راضی ہو جاتی ہے اور زنا کراتی رہتی ہے"۔

ان اشعار پر ڈاکٹر یوسف خلیف نے یہ تعلیقہ لگایا ہے :"یہاں لہجہ بڑا سخت ہے اور عبارت بڑی صریح ہے بلکہ صراحت ، جرأت کے پلے پر پہنچ گئی ہے اور شاعر کو اس جرأت پر پہنچانے والی شئ امویوں کی طرف اس کا خوف و ہراس کا محفوظ رہنا ہے شاعر اپنا نام مخفی رکھنے میں

کامیاب رہا یہاں تک کہ شعر کہنے والے کے سلسلہ میں آج تک راویوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ مکمل طور پر بعض کے نزدیک مخفی ہے وہ اس قصیدے میں نہ تو امام حسین علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے اور نہ ہی ان کی سیاست کے بارے میں وہ تو صرف یمنیوں کے دل میں قبائلی تعصب کو ہوا دے رہا ہے تاکہ وہ اپنے مقتول کے خون کا انتقام لینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اسی لیے شاعر نے جان بوجھ کر محمد بن اشعث کا ذکر نہیں چھیڑا ہے حالانکہ وہ بھی یمنی ہے اس نے صرف اسماء بن خارجہ فزاری کا نام لیا ہے جب کہ وہ بھی حضرت ہانیؓ کے خون میں برابر کا شریک تھا اور محمد بن اشعث و اسماء بن خارجہ دونوں ابن زیاد کی طرف سے وفد میں شریک تھے لیکن شاعر نے جان بوجھ کر ابن اشعث کا تذکرہ نہیں کیا ہے تاکہ کوئی فتنہ یا یمنیوں کے درمیان تفرقہ پیدا نہ ہو کیوں کہ ضرورت، یمنیوں کے درمیان اتحاد و یگانگت کی تھی تاکہ وہ خون کا انتقام لے سکیں۔

اس قصیدہ میں شاعر نے بڑی دردناک تصویر پیش کی ہے ایسے دو مقتول کہ جس میں ایک کے چہرے کو تلوار سے مار مار کر لہولہان کر دیا گیا ہے اور دوسرے کو دارالامارہ کی چھت سے پھینک دیا گیا ہے اور یہ داستان تمام لوگوں کے زبان زد ہے لہذا شاعر نے اس دردناک تصویر کو اشعار میں ڈھال کر حزن و ملال اور جذبۂ انتقام کو ان کے دلوں میں کریدا ہے ایسی دو لاشوں کا بھیانک منظر کے جن کے جسم کا موت کی وجہ سے رنگ متغیر ہو گیا ہے اور جو خون ہر زخم سے بہہ رہا ہے حالانکہ کہ اسماء بن خارجہ بڑے اطمینان سے اپنی سواری پر بیٹھ کر کوفہ کی گلی کوچوں میں بغیر کسی خوف بلکہ فخر و مباہات کے طور پر چل پھر رہا ہے لہذا شاعر سوال اٹھا رہا ہے کہ آخر کب تک یہ شخص امن و سلامتی اور تکبر کے ساتھ یونہی زندہ و سلامت رہے گا جبکہ اس کے اردگرد

مقتول کے ورثہ دار اور قبیلہ والے خون کا بدلہ لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں حالانکہ ان کی کرامت و شرافت کو اس سے بڑا دھچکا کیا لگے گا کہ ان کے قبیلہ والے کا قاتل بغیر کسی خوف و ہراس کے ان کے درمیان اٹھ بیٹھ رہا ہے۔

شاعر ان سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم اپنے مقتول کا بدلہ نہیں لوگے تو یاد رکھو کہ تم لوگ زانیہ عورت کے مانند ہو جو چند کھوٹے درہم و دینار کی خاطر اپنی عفت اور غیرت و شرافت کو بیچ دیتی ہے۔

مذحج نے اپنے قبیلے کے بڑے سردار سے روگردانی کرلی ان کے حق سرداری کو ادا نہیں کیا انہیں پسر زیاد کی قید میں یونہی چھوڑ دیا اور ان کی جان بچانے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا حالانکہ وہ پاور میں تھے اور کوفہ پر ان کا تسلط قائم تھا (جیسا کہ پروفیسر فلہوزن کا کہنا ہے)۔

بہر حال ہانی بن عروہ کی اسارت نے کوفیوں کے دلوں میں خوف و دہشت کی لہر دوڑادی جس کا نتیجہ یہ رہا کہ لوگ حضرت مسلمؑ سے جدا ہوگئے اور انقلاب کی آگ دھیرے دھیرے ڈوب گئی۔

انقلاب حضرت مسلمؑ

جب حضرت مسلم علیہ السلام کو حضرت ہانی کا ماجرا پتہ چلا تو آپ نے ابن زیاد کے خلاف انقلاب کا اعلان کر دیا اس لیے کہ آپ کو پتہ تھا کہ آپ کو انہیں حالات کا سامنا کرنا ہے جو حالات حضرت ہانیؒ کے لیے پیش آئے ہیں آپ نے عبید اللہ بن حازم کو حکم دیا کہ ان کے ساتھیوں کے

درمیان اعلان کر دیں پھر کیا تھا آپ کے پاس چار ہزار کوفی یا چالیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا اور وہ سب کے سب جنگ بدر کا نعرہ "یَامَنصُورُ اَمِت" لگا رہے تھے۔

حضرت مسلمؑ نے لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا اور لشکر کی سپہ سالاری ان لوگوں کے سپرد کی جو خلوص وولاء اہل بیتؑ میں معروف تھے جیسے:

۱۔ عبداللہ بن عزیز کندی، کو قبیلہ کندہ کا سپہ سالار مقرر کیا۔

۲۔ مسلم بن عوسجہ، کو قبیلہ مذحج کا سپہ سالار معین کیا۔

۳۔ ابو ثمامہ صائدی، کو قبیلہ بنی تمیم اور حمدانیوں کا سپہ سالار مقرر کیا۔

۴۔ عباس بن جعدہ جدلی، کو شہر کے باقی فوجیوں کا سپہ سالار مقرر کیا۔

حضرت مسلمؑ اپنے لشکر کے ساتھ قصر الامارہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس کو گھیر لیا ابن زیاد حضرت ہانیؓ کو اسیر کرنے کے بعد قصر الامارہ سے نکل کر مسجد کوفہ میں خطبہ دینے کے لیے نکلا تھا وہ منبر پر چڑھا اور اپنے ساتھیوں اور چاہنے والوں کے مجمع میں جو اس کے ارد گرد اور مسجد کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں نیزے اور تلواریں لہرا رہی تھیں جو اس کی حفاظت پر مامور تھے جس کے باعث اسے قدر سکون تھا لہذا وہ اہل کوفہ کو مخاطب کر کے بولا:

امابعد! "اے اہل کوفہ خدا اور رسول اور اپنے اماموں کی اطاعت کرو، اختلاف و افتراق نہ کرو کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے، ذلیل اور رسوا ہو جاؤ گے، پشیمان ہو گے، قہر کا شکار ہو گے، دیکھو تم میں

سے کوئی اپنی جان کا دشمن نہ بننے پائے، یاد رکھو کہ جسے ڈرایا دھمکایا جا چکا ہوتا ہے پھر اس کے بعد کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہ جاتا"۔

ابھی اس سرکش کا خطبہ مکمل نہ ہونے پایا تھا کہ شور و غل کی آواز بلند ہونے لگیں اور لوگوں کی آواز بلند تھی تو اس نے اس کی وجہ دریافت کی کسی نے کہا ہشیار ہشیار کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ اپنے ساتھیوں اور بیعت کرنے والوں کے ساتھ آرہے ہیں مارے خوف و رعب کے ابن زیاد کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اس کا پورا بدن خوف سے لرزنے لگا لہذا وہ ڈرپوک تیزی کے ساتھ قصر الامارہ کی طرف بھاگا اور خوف و کپکپاہٹ کے باعث اس کے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں قصر الامارہ پہنچ کر اس نے سارے دروازے بند کرا دئے ادھر مسجد کوفہ اور بازار حضرت مسلمؑ کے لشکریوں سے چھلک رہی تھی اور ابن زیاد کی نظروں میں دنیا اندھیری ہو گئی تھی وہ اپنی ہلاکت کا یقین کر چکا تھا کیونکہ اس کے پاس سوائے تیس سپاہیوں کے کوئی دفاعی قوت نہیں تھی اور صرف تیس لوگ جو اشرف کوفہ میں سے شمار ہوتے تھے اس کے پاس قصر الامارہ میں تھے۔

ادھر حضرت مسلمؑ کے لشکر میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ بعض مورخین کے بقول آپ کی فوج میں ۱۸/ ہزار لوگ تھے جنہوں نے پرچم اور تلواریں لہرا رکھی تھیں اور ان کی آوازیں ابن زیاد کو برا بھلا کہنے بلند ہو رہی تھیں پھر کیا تھا لشکر حضرت مسلمؑ اور ابن زیاد کے سپاہیوں میں شدید جنگ چھڑ چکی تھی جیسا کہ بعض مورخین نے تحریر کیا ہے۔

ادھر پسر زیاد نے اپنی حکومت بچانے کے لئے اور انقلاب حضرت مسلمؑ سے نپٹنے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کرنا شروع کر دیئے اس نے دیکھا کہ سوائے خوف و دہشت پھیلانے اور تعصب اور نفرت کی آگ بھڑکانے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے لہذا اس نے اسی روش کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔

نفسیاتی جنگ

سرکش پسر زیاد نے کوفیوں کے سربراہوں کو حکم دیا کہ وہ جاکر لوگوں کے مجمع میں خوف و ہراس اور دہشت پھیلائیں اس نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے ذیل کے لوگوں کو دعوت دی:

۱۔ کثیر بن شہاب حارثی

۲۔ قعقع بن شور ذھلی

۳۔ شبث بن ربعی تمیمی

۴۔ حجار بن ابجر

۵۔ شمر بن ذی الجوشن ضبابی

یہ لوگ حضرت مسلم علیہ السلام کی فوج کی صفوں میں در آئے اور ان کے درمیان خوف وہراس پھیلانا اور طرح طرح کی دہلانے والی افواھیں پھیلانی شروع کر دی اور حضرت مسلم علیہ

السلام کے لوگوں سے خلوص و محبت کا بھی اظہار کرتے اور انہیں اہل شام کے لشکروں کی آمد سے بھی ڈراتے تھے کثیر بن شہاب کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"اے لوگو! اپنے اہل و عیال سے ملحق ہو جاؤ، بدی میں جلدی نہ کرو، اپنی جان جوکھم میں نہ ڈالو امیر المومنین (یزید ملعون) کی فوجیں بس آنے ہی والی ہیں، امیر کوفہ (ابن زیاد ملعون) نے عہد کر رکھا ہے کہ اگر تم لوگ ان سے جنگ پر ڈٹے رہے اور آج شام تک واپس نہ ہو گئے تو وہ تمہارے اہل و عیال کا آب و دانہ بیت المال سے بند کر دیں گے اور بغیر کسی جھجھک کے تمہارے لڑاکو لوگوں کو شامی غازیوں کے درمیان بانٹ دیں گے (اور پھر وہ تمہارا کیا حشر کریں گے تم سوچ بھی نہیں سکتے) وہ بری شخص کو بھی گنہگار کے بدلے اور غائب کو بھی حاضر جنگجو کے بدلے سزا دیں گے یہاں تک کہ تمہارے درمیان کوئی ایک بھی نافرمان باقی نہیں بچے گا کہ جس نے اپنے جرم کی سزا نہ پالے اور اپنے کیے کا عذاب نہ چکھ لے"[26]۔

یہ دھمکی کوفیوں کے سروں پر بجلی کی طرح گری کیوں کہ اس دھمکی میں طرح طرح کی سخت دہشت و وحشت موجود تھی جیسے:

ا۔ شامی لشکروں کی آمد کی دھمکی کہ وہ آکر کوفیو کے درمیان قتل و شکنجہ پھیلائیں گے اگر کوفہ کے لوگ نافرمانی پر اڑے رہے۔

---

(26) تاریخ الطبری: ج٦، ص٢٠٨۔

۲۔ کوفیوں کو بیت المال سے مل رہی ہے بخششوں سے محروم کر دیا جائے گا اور اس زمانے میں کوفہ فوجی چھاؤنی بنا ہوا تھا کہ جہاں سے حکومت کے تمام اقتصادی و مالی امور کا بندوبست ہوا کرتا تھا۔

۳۔ شامیوں کے درمیان ان کو ڈال دیا جائے گا اور انھیں جنگ کے میدانوں میں جھونک دیا جائے گا۔

۴۔ وہ اگر سرکشی و بغاوت پر ڈٹے رہے تو ابن زیاد انھیں اپنے باپ زیاد کی سیاست کے مطابق سزا دے گا جو اس بات کی طرح کھلا اعلان تھا کہ انھیں ہر قسم کی خلاف ورزی پر طرح طرح کی سزا اور موت و بربادی برداشت کرنا ہو گی۔

اسی طرح حکومت کے دوسرے مزدوروں نے بھی کوفیوں کے درمیان دہشت پھیلائی ان میں سے ایک الفاظ ملاحظہ ہوں:

" اے اہل کوفہ ! خدا سے ڈرو اور فتنہ میں جلد بازی میں نہ کرو اس امت کے اتحاد کو نہ توڑو اور اپنے اوپر شام سے عنقریب آنے والی فوجوں کے ہاتھوں مارے جانے کا موقع نہ دوں کہ تم لوگ اس سے قبل ان کی سزاؤں کا مزہ چکھ چکے ہو اور تمھیں ان کی سختی و تلخی کا پہلے ہی تجربہ ہو چکا ہے "۔

خوف وہراس اور گھبراہٹ کی وباء

کوفیوں کے روح و جان میں خوف و دہشت اور گھبراہٹ کی لہر دوڑ گئی ان کے اوسان خطا

کر رہے تھے گویا کہ موت ان کے سروں پر خیمہ زن ہو گئی ہے وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: ہم فتنہ و فساد میں جلد بازی کر کے کیا کریں گے کل لشکر پر لشکر شام والوں کا آنے لگا تو کیا ہو گا؟ ہمارے لئے بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بیٹھیں اور ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ خداوند متعال ان کے درمیان اصلاح کرے۔

پھر کیا تھا عورتیں آئیں اپنے بیٹے یا بھائی یا شوہر کا ہاتھ پکڑتیں اور یہ کہہ کر واپس لے جاتیں کہ دوسرے لوگ کافی ہیں تم واپس چلو یہ اس حال میں کہ چہرہ ڈھکا ہوا ہوتا اور مارے خوف کے وظاہر نہیں کرتی تھیں کہ کون ہیں؟ اسی طرح مرد باہر آتے اور اپنے بیٹے یا بھائی کا ہاتھ تھامتے اور خوف وہراس کے باعث ان کا دل گھبرایا ہوا ہوتا اور اپنے بھائی یا بیٹے کو واپس لے جاتے تھے اس طرح ابن زیاد اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب ہو گیا تھا اور حالات بدل رہے تھے اور وہ کوفہ پر اپنی گرفت مضبوط کرتا چلا جارہا تھا یہاں تک کہ کوفیوں نے جو سرکشی و بغاوت کا لباس پہن لیا تھا بنی امیہ کے خوف سے انہوں نے اسے اتار دیا اور حکومت کی سرسختی، تشدد اور قہر و غلبہ کی وجہ سے انہوں نے ذلت ورسوائی اور غلامی کا لباس پہن لیا۔

فوج کی شکست

حضرت مسلم علیہ السلام کی فوج کو بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑا ایسی شکست کے طول تاریخ میں جس کی نظیر نہیں ملتی، گمراہ کن نعروں نے بغیر کسی لشکری قوت کا سامنا کیے ہوئے ہار مان لی، مورخین کا کہنا ہے کہ حضرت مسلمؑ جس کوفہ سے گزرتے وہاں سے آپ کے لشکر کی ایک

ٹکڑی فرار کر جاتی اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے ہوتے کہ ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم بادشاہوں اور حکمرانوں کے معاملات میں پڑیں۔

ابھی کوئی زیادہ مدت نہیں گزری تھی کہ آپ کی فوج کی اکثریت غائب ہوگئی اور جب آپ نماز عشاء کے لئے جماعت کے لئے کھڑے ہوئے تو بیچ نماز جماعت سے لوگ نکل نکل کر بھاگ رہے تھے اور جب آپ نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو سب کے سب بھاگ چکے تھے یہاں تک کہ سپہ سالاران لشکر بھی نہیں بچے بلکہ کوئی ایسا شخص آپ کو نہیں ملا جو آپ کو راستہ دکھا سکے اور رہنمائی کر سکے حضرت مسلمؑ حیران و سرگردان تھے کہ کہاں جائیں کیا کریں اور اس دوران آپ کو زخم بھی آئے تھے جیسا کہ بعض مورخین نے تحریر کیا ہے اور پھر یہ رات آپ کی سرگردانی و پریشانی کی رات تھی کوئی پناہ گاہ نہیں تھی کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

حضرت طوعہؒ کی مہمانی میں

عظیم رہبر، فرزندِ ہاشم، فخر عدنان حضرت مسلم علیہ السلام یکہ و تنہا کوفہ کے گلی کوچوں میں پھر رہے تھے چلتے چلتے آپ قبیلہ کندہ کی سمت نکل پڑے کسی ایسے گھر کی تلاش میں کہ جہاں رات کا باقی بچا حصہ آرام کر سکیں شہر کی گلیاں لوگوں سے خالی تھی ہو کا عالم تھا کوئی ایک شخص بھی راستہ نہیں چل رہا تھا آپ کے سارے لشکری اپنے اپنے گھروں میں گھس کر دروازے بند کر چکے تھے اس خوف سے کہ کہیں ابن زیاد کے جاسوس اور کارندے انھیں پہچان نہ لیں کہ فلاں ابن عقیل کے ساتھ تھا اور پھر وہ گرفتار کر لیا جائے۔

حضرت مسلمؑ کو طرح طرح ھم و غم لاحق تھے شدت رنج و غم سے آپ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا اور آپ اہل کوفہ کی بھیڑ اور پھر بیعت توڑ کر ان کے دھوکہ دینے پر غور کر رہے تھے آج حضرت مسلمؑ کو پتہ چلا کہ اس شہر میں کوئی ایک بھی شریف انسان نہیں ہے کہ جو آپ کی میزبانی کر سکے کم از کم راستہ بتا دیے حضرت مسلمؑ شہر کے راستوں سے ناواقف تھے۔

نڈال اور بوجھل طبیعت کے ساتھ چلتے چلتے آپ ایک خاتون کے دروازے پر پہنچے جس کا نام طوعہ بتلایا جاتا ہے یہ خاتون اس شہر کے تمام مردوں عورتوں کی سید و سردار تھی کیونکہ اس کے اندر انسانیت پائی جاتی تھی یہ خاتون اشعث بن قیس کی کنیز تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اور اس سے اسید حضرمی نے شادی رچالی تھی جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جس کا نام بلال تھا یہ خاتون اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی اور شہر کے پر آشوب ماحول اور خطرناک حالات سے آگاہ تھی حضرت مسلمؑ نے اس خاتون کو دیکھا کہ اس کی طرف چل پڑے سلام کیا اس نے مشکل سے سلام کا جواب دیا اور بولی: کیا حاجت رکھتے ہیں؟

حضرت مسلمؑ نے فرمایا: ہو سکے تو مجھے پانی پلا دیجئے۔

وہ خاتون گھر کے اندر گئی اور ایک جام آب لے کر آ گئی حضرت مسلمؑ نے پانی پیا پھر وہیں بیٹھ گئے اس خاتون کو عجیب سا لگا اور وہ بول پڑی: کیا آپ نے پانی نہیں پی لیا؟

حضرت مسلمؑ نے فرمایا: کیوں نہیں۔

وہ خاتون بولی: پھر آپ اپنے اہل و عیال کے پاس چلے جائیں آپ کا یہاں بیٹھنا ٹھیک نہیں ہے۔

حضرت مسلم علیہ السلام خاموش رہے تو اس خاتون نے دوبارہ اپنا مدعا دہرایا مگر حضرت مسلمؑ خاموش رہے پھر تیسری مرتبہ وہ خاتون بولی مگر حضرت مسلمؑ نے جب کوئی جواب نہ دیا تو وہ عورت گھبرا گئی اور ذرا بلند آواز سے بولی سبحان اللہ میں آپ کے لئے یہاں میرے دروازے پر بیٹھنا حلال نہیں سمجھتی۔

یہ سن کر کہ وہ اپنے دروازے پر حضرت مسلمؑ کا بیٹھنا حلال نہیں سمجھتی اب آپ کے لیے کوئی چارہ نہیں بچا تھا کہ وہاں سے چل پڑیں لہذا حضرت مسلمؑ نے ڈوبتی ہوئی آواز دکھ بھرے لہجے کے ساتھ فرمایا: اس شہر میں نہ تو میرا گھر ہے اور نہ ہی میرا کوئی قوم وقبیلہ! کیا تم میرے ساتھ ایک نیکی کر سکتی ہو کہ میں آج کے بعد (کل بروز قیامت) تمھیں اس کا اجر چکا سکوں؟

وہ خاتون سمجھ گئی کہ یہ شخص پردیسی ہے اور کوئی اہم و عظیم الشان شخص ہے کہ جو نیکی کا بدلہ اچھے انداز سے چکا سکتا ہے لہذا اس نے فورا کہا کہ وہ کیا نیکی ہے کہ جسے میں آپ کے ساتھ کر سکتی ہوں؟

حضرت مسلمؑ نے اشکبار آنکھوں سے فرمایا: میں مسلم بن عقیل ہوں اس قوم نے مجھے جھٹلایا اور مجھے دھوکہ دیا ہے۔

وہ خاتون حیرت و دہشت کے ساتھ بول پڑی: آپ مسلم بن عقیلؑ ہیں؟!

حضرت مسلمؑ نے فرمایا کہ ہاں میں مسلم بن عقیل ہوں۔

یہ سن کر وہ خاتون بھرپور خضوع و احترام کے ساتھ پیش آئی اور اس نے اپنے عظیم الشان مہمان کو اپنے گھر میں بلا لیا اور شرف ضیافت و بزرگی حاصل کرتے ہوئے فرزند عقیل، سلالۂ ہاشم، سفیر حسینی حضرت مسلم علیہ السلام کو اپنے گھر میں پناہ دیتی ہے اور ایک خاص حجرے میں حضرت مسلمؑ کو ٹھہرا کر کھانا پانی لاتی ہے مگر آپ کھانے سے انکار کر دیتے ہیں کیوں کہ آپ کا دل درد و غم سے ٹکڑے ٹکڑے تھا اور آپ مستقبل قریب میں کمر شکن مصیبت پر یقین کر چکے تھے اور آپ کو بھیانک واقعات اور پریشانیوں کا سامنا تھا سب سے زیادہ آپ کو یہ فکر تھی کہ آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر کوفہ تشریف لانے کی خبر دے دی تھی۔

رات کا کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ طوعہ خاتون کا بیٹا بلال آ گیا اس نے اپنی ماں کو کوئی خاص حجرے میں بار بار آتے جاتے دیکھ کر پوچھ لیا کہ وہاں کیا ہے خاتون نے انکار کیا کہ کچھ نہیں ہے اور جب بلال کا اصرار بڑھا تو طوعہ نے اصل ماجرہ کہہ سنایا مگر اس سے پہلے ماں نے بیٹے سے سخت عہد و پیمان لیے کہ خبردار کسی کو کچھ نہیں بتائے گا، یہ سن کر بلال دل ہی دل میں بہت خوش ہوا اور بڑی بے صبری سے صبح نمودار ہونے کا انتظار کرنے لگا تاکہ حکومت کے کارندوں کو جا کر حضرت مسلمؑ کے محل و مقام سے باخبر کر دے اس خبیث جوان نے عربی اخلاق و آداب یعنی مہمان کی خدمت اور حمایت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا جبکہ مہمان کی خدمت و حمایت جاہلیت کے دور میں بھی رائج تھی، ہم اس حرکت سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ کوفہ کا معاشرہ کس قدر اخلاقی اقدار اور انسانی تہذیب و تمدن سے بیگانہ ہو گیا تھا اور شہر کے لوگوں نے تمام عربی غیرت و حمیت اور عادات و آداب کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

بہر حال حضرت مسلمؑ نے وہ رات بڑے دکھ درد اور بے چینی و بیقراری میں بسر کی اور آپ کو نیند نہیں آئی مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت مسلمؑ نے رات کا کچھ حصہ عبادت پروردگار میں بسر کیا نماز اور تلاوت قرآن الٰہی کرتے رہے اور پھر تھوڑی دیر کے لئے آپ کی آنکھ جھپ گئی تو آپ نے اپنے چچا حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ جو حضرت مسلمؑ کو خبر دے رہے تھے کہ اے مسلم تم ہم سے بہت جلد ملحق ہونے والے ہو پھر کیا تھا حضرت مسلم علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ موت کی حتمی گھڑی آن پہنچی ہے۔

انقلاب کی ناکامی جاننے کی کوشش

اہل کوفہ ننگ و عار کے ہمراہ اپنے عظیم قائد کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور لشکر حضرت مسلمؑ ناکام ہو جاتا ہے لیکن مار خوف وہراس کے ڈرپوک و سرکش پسر زیاد مطمئن نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ کہیں کوئی دھوکہ و سازش تو نہیں ہے اس لیے وہ اپنے مزدوروں کو لشکر مسلم علیہ السلام کی پسپائی کا یقین حاصل کرنے کے لئے بھیجتا ہے اور انھیں حکم دیتا ہے کہ مسجد کوفہ کی فصیلوں سے دیکھیں کہ کوئی انقلابی شخص مسجد کے اندر ہے کہ نہیں؟ اس کے لئے اس کے ڈرپوک فوجیوں نے آگ کا گولا بنا بنا کر صحن مسجد میں پھینکنا شروع کر دیا اور قندیلوں کو رسیوں میں پھنسا کر ادھر ادھر گھوما رہے تھے یہاں تک منبر کی چھتری تک ان کے حربے پہنچنے لگے مگر انہیں وہاں کوئی انسان نظر نہیں آیا لہذا اس صورت حال سے پسر زیاد کو باخبر کر دیا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا کہ انقلاب ناکام ہو چکا ہے اور اس کو بغاوت پر مکمل قابو پانے کا یقین حاصل ہو گیا۔

ہنگامی حالت کا اعلان

پسر زیاد صبح سویرے سے ہی پورے شہر میں ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا اور اپنے رئیس پلیس حصین بن تمیم کو بھرپور طریقے سے درج ذیل قوانین کو نافذ کرنے کا سختی سے حکم دے دیا۔

ا۔ شہر کوفہ کے ایک ایک گھر کی تلاشی لی جائے تا کہ پتہ چلے کہ حضرت مسلمؑ کہاں روپوش ہیں۔

۲۔ شہر کے تمام گلی کوچوں کی ناکابندی کر دی جائے تا کہ حضرت مسلمؑ کہیں جا نہ سکیں۔

۳۔ بغاوت اور انقلاب کے تمام طرف داروں کو گرفتار کر لیا جائے اور اس طرح بڑے پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں آئیں جن میں چند چنندہ لوگوں کے نام یہ ہیں:

ا۔ عبد الاعلی بن یزید کلبی۔

۲۔ عمارہ بن صلخب ازدی۔

۳۔ عبد اللہ بن نوفل بن حارث۔

۴۔ جناب مختار ثقفی۔

۵۔ اصبغ بن نباتہ۔

٦۔ حارث بن اعور ہمدانی

امان نامہ

ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو پیغام بھیجا کہ پرچم امان بلند کردے اور لوگوں کے سامنے اعلان کرے کہ جو بھی میرے پرچم امان کے زیر سایہ آجائے گا وہ امان میں ہے اور شاید اس چرچہ کے ضرورت ذرج ذیل وجہوں کے تحت تھی:

ا۔ یہ جاننا مقصود رہا ہو کہ کون کون سے لوگ حضرت مسلمؑ کے طرفدار ہیں تاکہ ان کو گرفتار کیا جاسکے۔

۲۔ انتقام کا اعلان اور انقلاب کا خاتمہ کا اعلان مقصود رہا ہو۔

۳۔ مبارز تحریک کو کمزور بنانا اور شہر کے تمام علاقوں میں حکومت کی گرفت مضبوط ہے کا اعلان اظہار مقصود رہا ہو۔ بہرحال پرچم امان لہرایا گیا تو وہ کوفی جو چند گھڑی پہلے حضرت مسلم بن عقیلؑ کے ہمراہ تھے اپنے اوپر سے تہمت بغاوت ہٹانے کے لئے اور حکومت کے ساتھ مخلص ہیں کا اظہار کرنے کے لیے پرچم امان تلے جمع ہونے لگے اور دیکھتے دیکھتے سب کے سب پسر زیاد کے ساتھ ہو گئے۔

ایک شبہ کا ازالہ

جناب حر عاملی قدہ اور ابن قتیبہ دینوری نے ایک غریب شئ لکھی ہے ان دونوں کا کہنا ہے کہ حضرت مسلم علیہ السلام حضرت مختارؒ کے گھر پر تھے پھر پسر زیاد سے جنگ کرنے کے لئے باہر نکلے تھے اور جب انقلاب ناکام ہوا اور لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا تب حضرت مسلمؑ نے حضرت ہانی

بن عروہؓ کے یہاں پناہ لی تھی اور حضرت ہانیؓ نے انہیں پناہ دی اور عرض کیا کہ: پسر زیاد میرے گھر آئے گا آپ اس کی گردن مار دیجئے گا تو حضرت مسلم علیہ السلام نے ابن زیاد کو دھوکہ سے قتل کرنے سے منع کر دیا تھا اور اس کے بعد پسر زیاد نے ہانی بن عروہؓ کو گرفتار کیا اور حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کے لیے حضرت ہانیؓ کے گھر فوج بھیجی تو حضرت مسلمؑ نے باہر نکل کر ان فوجیوں سے جنگ کی یہاں تک کہ آپ کی قوت و توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا اور آپ ان فوجیوں کے ہاتھوں اسیر کر لیے گئے۔

مگر ان دونوں لوگوں نے جو بیان کیا ہے اس کی مورخین میں سے کسی ایک کے قول سے بھی تائید نہیں ہوتی بلکہ حادثہ کوفہ کی تفصیل وہی درست ہے جسے ہم نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ اقوال شاذ و نادر ہیں جو کم چھان بین کی وجہ سے ظاہر کئے گئے ہیں۔

پسر زیاد کا خطبہ

ابن زیاد ملعون کو جب یہ یقین ہو جاتا ہے کہ حضرت مسلمؑ کا انقلاب ناکام ہو چکا ہے اور ان کی فوجی طاقت ختم ہو چکی ہے تو اس نے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع ہونے کا حکم صادر کر دیا پھر کیا تھا گروہ در گروہ لوگ اکٹھا ہونے لگے در حالانکہ ان کے اوپر خوف و ہراس طاری تھا اور خود سرکش پسر زیاد بھی کانپ رہا تھا لیکن اپنے خوف و ہراس پر پردہ ڈالتے گن گرج آواز نکال رہا تھا اور دھمکیاں دیتے ہوئے منبر پر جا پہنچا اور بولا:

"اے لوگو! مسلم بن عقیل اس شہر میں داخل ہوئے انہوں نے دشمنی و عناد پھیلایا اس شہر کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا، وہ ہمیں جس شخص کے گھر مل جائیں گے اس سے ہمارا ذمہ بری ہے اور

جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اس کو مسلم کی دیت دے دی جائے گی لہذا اے بندگان خدا، خدا سے ڈرو، اپنی اطاعت اور بیعت کا پاس ولحاظ رکھو اور اپنے اوپر قتل وغارت کا راستہ ہموار نہ کرو اور جو بھی مسلم بن عقیلؑ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو دس ہزار درہم انعام دیا جائے گا اور اسے یزید بن معاویہ کے نزدیک بڑی منزلت حاصل ہو گی اور اس کی ہر روز ایک ضرورت پوری کی جائے گی"۔

اس خطاب میں پسر زیاد کی قصاوت قلبی و دہشت گردی آشکار ہے اور اس مختصر خطبہ میں چند باتیں نمایاں ہیں:

۱۔ جو بھی حضرت مسلمؑ کو پناہ دے گا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا چاہے وہ اس شہر میں کتنی بڑی شخصیت اور سماجی عزت کا مالک کیوں نہ ہو۔

۲۔ حضرت مسلمؑ کی دیت اسے ہی سونپ دی جائے گی جو انہیں گرفتار کر لائے گا۔

۳۔ حضرت مسلمؑ کو گرفتار کرنے والے کو حکومت کی طرف سے دس ہزار درہم انعام دیا جائے گا۔

۴۔ جو بھی حضرت مسلمؑ کو گرفتار کر کے لائے گا وہ یزید پلید کا مقرب بارگاہ بن جائے گا اور حکومت کا معتمد بن جائے گا۔

۵۔ حکومت اس شخص کی روز کوئی نہ کوئی ضرورت پوری کرے گی جو حضرت مسلمؑ کو گرفتار کر کے لائے گا۔

اس اعلان کے بعد کوفی بدبختوں اور اوباشوں کی اکثریت نے ابن زیاد کا انعام اور یزید پلید کا قرب حاصل کرنے کے لیے حضرت مسلمؑ کو ڈھونڈ نکالنے اور انہیں گرفتار کرنے کی تمنا ولالچ کی اور ان کو تلاش کرنے لگے۔

حضرت مسلمؑ کے ٹھکانہ کا پتہ

محترم و معظم خاتون حضرت طوعہ کے منحوس بیٹے بلال کے لئے وہ رات بڑی طولانی ثابت ہوئی ماں نے حضرت مسلمؑ کو بخوشی پناہ دی لیکن منحوس بیٹا رات بھر بڑی بے صبری سے صبح کا انتظار کرتا رہا کہ صبح نمودار ہو تو وہ جاکر حکومت کے کارندوں کو حضرت مسلمؑ کا پتہ بتادے وہ مارے خوشی کے رات بھر جاگتا رہا کیونکہ اسے اپنی آرزوئے انعام کالالچ سونے نہیں دے رہا تھا اور پیسے کی چمک نے اس کی نیند حرام کردی تھی۔

صبح نمودار ہوئی تو وہ تیزی کے ساتھ قصر ابن زیاد کی طرف روانہ ہوا محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمن کے پاس پہنچا یہ وہی خبیث گھرانے کا پلا تھا کہ جس گھرانے میں عہد وپیان، شرف و مروت نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس سے سرگوشی کی اور حضرت مسلمؑ کے ٹھکانے کا پتہ بتادیا تو عبدالرحمن نے بلال کو چپ رہنے کا حکم دیا کہ کہیں کوئی اور نہ سن لے اور انعام کسی اور کے ہاتھ لگ جائے پھر وہ اپنے باپ محمد بن اشعث کے پاس تیزی کے ساتھ آیا اور صورتحال سے مطلع کیا ادھر ابن زیاد نے معاملہ کی نزاکت کو بھانپ لیا اور پسر اشعث سے پوچھ بیٹھا کہ تم سے تمہارے بیٹے عبدالرحمن نے کیا سرگوشی کی ہے؟

پسر اشعث بولا: اللہ امیر کا بھلا کرے بڑی بھاری بشارت ہے۔

پسر زیاد: وہ کیا؟

تمہارے جیسا بھی خیر کی بشارت کب سے دینے لگا!

پسر اشعث: میرے بیٹے نے آکر مجھے خبر دی ہے مسلم بن عقیلؑ طوعہ کے گھر میں ہیں۔

پسر زیاد کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ خوشی سے اچھل پڑا اور پسر اشعث کو بھاری رقم اور مقام و منزلت دینے کا وعدہ کرتے ہوئے بولا: اٹھو اور مسلمؑ کو گرفتار کر کے لے آؤ کہ تمہیں منہ مانگا انعام ملے گا اور بھرپور طریقے سے نوازا جائے گا۔

پسر زیاد خاندان ہاشم کے نور نظر کو گرفتار کر کے اپنی اموی منحوس نسبت کو مضبوط بنانے کے لیے حضرت مسلمؑ کو قرب یزید پلید کا وسیلہ بنانا چاہتا ہے زیاد بن ابیہ اور اس کے منحوس بیٹے ابن زیاد نے اموی نسبت حاصل کرنے کے لیے تمام تر انسانی اقدار کو ذبح کر ڈالا اور تمام حرام ،فساد اور تباہی کو جان و دل سے خرید لیا تا کہ یزید اور اموی نسبت بر قرار رہے۔

حضرت مسلمؑ پر حملہ

پسر زیاد ملعون نے اپنی فوج کے کمانڈر عمر بن حریث مخزومی اور اور محمد بن اشعث کو ۳۰۰ کی فوج دے کر اور بڑے بڑے پہلوانوں کا لشکر دے کر حضرت مسلمؑ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا اور وہ وحشی بھیڑیے حضرت مسلمؑ جیسے قائد عظیم الشان سے جنگ کرنے کے لئے نکل پڑے جس شخص نے انہیں ذلت و رسوائی اور غلامی کے بندھن سے نکالنے اور ظلم و ستم کی آندھی سے نکالنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔

ادھر حضرت مسلمؑ نے جونہی گھوڑوں کی ٹاپوں اور لوگوں کی آوازوں اور شور و غل کو سنا سمجھ گئے کہ وقت آخر آن پہنچا ہے لہذا آپ تیزی کے ساتھ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھے زین کسی، جسم مبارک پر زرہ ڈالی، تلوار کو حمایل کیا اور پھر اس معظمہ مکرمہ خاتون طوعہ کی طرف متوجہ ہو کر ان کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی خبر دی کہ اے خاتون یہ تیرے باغی و ملعون بیٹے کی کارستانی ہے: "خدا تمہارے اوپر رحمت نازل فرمائے اور میری طرف سے خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔۔۔ اور جان لیں کہ مجھے آپ کے بیٹے کی طرف سے مصائب و آلام کا سامنا ہے"۔

پسر زیاد کی فوج نے طوعہ کے گھر پر دھاوا بول دیا تو حضرت مسلمؑ بڑی دلیری کے ساتھ اپنی تلوار سے ان پر حملہ آور ہوئے فوجی پسپا ہو کر بھاگنے لگیں پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئیں تو حضرت مسلمؑ نے انہیں طوعہ کے گھر سے باہر بھگا دیا اور خود بھی گلی میں نکل پڑے تلوار لہراتے ہوئے حضرت مسلمؑ اس طرح حملہ کر رہے تھے کہ آپ کے دل میں ذرہ برابر بھی خوف و ہراس نہ تھا اور ان ملعونوں کے سروں کو کھیت کی فصل کی طرح کاٹ رہے تھے اور آپ نے تلوار کے ایسے جوہر دکھائے کہ تاریخ نے ایسی جنگ مشاہدہ نہیں کی ہے آپ ان سے لڑتے جاتے تھے اور زبان پر یہ رجز تھا:

هو الموت فاصنع ويك ما انت صانع　　فانت بكاس الموت لا شك جارع

فصبرا لامر الله جل جلاله　　فحكم قضاء الله فى الخلق ذايع

"وہ سامنے موت ہے تمہیں جو کرنا ہے کرلو مگر یہ یاد رہے کہ کاسۂ موت کا گھونٹ بلاشک وشبہ تمہیں پیناہی ہے لہذا صبر و شکیبائی سے امر الٰہی پر راضی رہو کہ خلائق کے درمیان اللہ کا حتمی فیصلہ نافذ ہونا مشہور ہے"۔

حضرت ہاشم کے لال جناب مسلم بن عقیلؑ نے ایسی شجاعت و بہادری دکھائی کہ عقلیں حیران ہیں، اور صاحبان خرد انگشت بدندان ہیں حضرت مسلمؑ نے جیسا کہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے عرب کے ۱۴۱/ بڑے بڑے بہادروں اور پہلوانوں کو تہہ تیغ کرڈالا اور زخمیوں کی تعداد تو بہت تھی حضرت مسلمؑ کی قوت و طاقت اور نادر شجاعت کا عالم یہ تھا کہ آپ اپنے دست زبردست سے لوگوں کو پکڑتے تھے اور اسے گھروں کی چھتوں پر پھینک دیتے تھے ہمیں تاریخ بشریت میں کہیں ایسی شجاعت دیکھنے کو نہیں ملی اور نہ ہی ایسی طاقت کا مالک نظر آیا اور یہ کوئی عجیب و غریب چیز بھی نہیں ہے کہ حضرت مسلمؑ کے چچا حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ سارے لوگوں میں شجاع ترین شخص سب سے زیادہ قوی اور سب سے زیادہ بہادر انسان تھے۔

اہل کوفہ کے پست فطرت ڈرپوک فوجیوں نے حضرت مسلمؑ کے ساتھ طرح طرح کی قصاوت قلبی اور جنگ کے گھٹیا چالوں کو استعمال کرنا شروع کردیا وہ ملاعین گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور وہاں سے حضرت مسلمؑ پر اینٹ اور پتھر پھینک کر مارنا شروع کردیا اور آگ کے گولوں سے آپ کو مارنے لگے حقیقت تو یہ ہے کہ اگر حضرت مسلمؑ کو کھلا میدان جنگ ملا ہوتا تو آپ ان میں سے ایک ایک پہلوان کو ختم کرڈالتے لیکن یہ جنگ حضرت مسلمؑ کو کوفہ کی گلیوں اور کوچوں میں لڑنا پڑرہی تھی۔

لشکریوں کی ناکامی

پسر زیاد کا کوفی لشکر، عظیم بہادر حضرت مسلم علیہ السلام کے مقابلے سے عاجز اور ناکام رہا اس کے بہت سے بہادر تہہ تیغ ہو گئے اور فوج میں اچھی خاصی کمی واقع ہو گی تو خائن ڈرپوک محمد بن اشعث نے اپنے آقا و مولیٰ ابن زیاد سے فوج کی مزید ٹکڑی طلب کی کیونکہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ اکیلے حضرت مسلمؑ کا مقابلہ کرنے سے ناکام رہ گیا ابن مرجانہ نے پسر اشعث کی یہ کہہ کر ملامت کی کہ :" سبحان اللہ ہم نے تجھے صرف ایک شخص کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا اور تیرے لشکر میں اتنی بھاری کمی واقع ہو گئی ہے "؟!

پسر اشعث کو یہ سرزنش بہت کھلی اسے پسر زیاد کی ملامت بھی بہت گراں گزری لہٰذا اس نے حضرت مسلم فرزند عقیلؑ کی تعریف میں کہا:" اے پسر زیاد کیا تو سمجھتا ہے تو نے مجھے کوفہ کے بقالوں میں سے کسی ایک سے، یا حیرہ کے کسی بنیا سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہے، یاد رکھ تو نے مجھے شیر نر، کاٹ کھانے والی تلوار، جو ایک زبردست بہادر کے ہاتھ میں ہے اور وہ بہادر بھی خیر الانام سید انبیاء کی آل سے تعلق رکھتا ہے کے مقابلے کے لیے بھیجا ہے "۔

ابن زیاد نے مزید فوج کی ٹکڑی روانہ کی اور پسر اشعث کی قوت میں اضافہ کیا مگر اکیلے شیر حضرت مسلم بن عقیلؑ ان اشعار اور رجز کو پڑھتے ہوئے حملہ آور ہوئے:

اقسمت لا اقتل الا حرا وان رایت الموت شیئا نکرا

کل امری یوما ملاق شرا ویخلط البارد سخنا مرا

ردشعاع الشمس فاستقرا اخاف ان اکذب او اغرا

"میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ مروں گا تو آزاد مرد مروں گا اگرچہ موت کوئی پسندیدہ چیز نہیں بلکہ ناپسندیدہ شئ ہے یقیناہر شخص کو ایک دن موت سے ملاقات تو کرنی ہی ہے اور ٹھنڈا گرم ایک دن تو مخلوط ہو کے رہے گا اے سورج کی تپش تو مجھ سے منہ موڑ لے اور ٹھہر جا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھے جھٹلانہ دیا جائے یا دھوکہ نہ دے دیا جائے"۔

یقینافرزند عقیل، آزاد لوگوں کے سید و آقا تھے آپ نے عزت و کرامت کا پرچم اٹھار کھا تھا، حریت اور آزادی کا نعرہ بلند کر گئے جبکہ آپ کے دشمن بڑے حقیر و پست فطرت غلام تھے کہ جو ذلت ورسوائی اور پستی پر راضی و خوشنود تھے۔۔۔

جناب ڈاکٹر یوسف خلیف اس رجز کی تشریح و تحلیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس رجز کو اگر نفسیاتی پہلو سے دیکھا جائے تو سراسر سچ رجز ہے جو حضرت مسلم علیہ السلام کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہی نفسیاتی موجوں کی ترجمانی کر رہا ہے حلانکہ آپ اس وقت تنگ ماحول اور گلی کوچے کی مختصر فضا میں گرفتار تھے مگر اس کے باوجود اپنی حریت و آزادی منشی پر عزم بالجزم کئے ہوئے تھے چاہے انہیں قتل ہی کیوں نہ کر دیا جائے اور آپ علی الاعلان فرمارہے تھے کہ موت یقیناکڑوی اور ناپسندیدہ چیز ہے، بعض غلط بیانی کرنے والوں کی طرح حضرت مسلمؑ موت کو پسندیدہ چیز نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنے وجود کی گہرائیوں میں جو بات برحق تھی اسی کا سچا اظہار کر رہے تھے یقیناموت کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے لیکن حضرت مسلمؑ اپنی حریت اور آزاد

منشی کے بچاؤ میں موت سے فرار بھی نہیں کر رہے تھے بلکہ اپنی اپنی حریت کے تحفظ میں پابرجا رہے۔

اس کے بعد آپ اپنی روح و جان کو تسکین دیتے ہوئے اور موت کی بھیانک موجوں سے نہ ڈر کر، گھبرہٹ اور پریشانی کی لہروں کو نظر میں نہ لاتے ہوئے اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ:" یہ دنیابڑی نیرینگ باز ہے اور طرح طرح کے کپڑے بدلتی ہے، اور ہر شخص کو ایک دن اپنی ناپسند ترین شئ (موت) سے ملاقات کو جانا ہی پڑتا ہے اور اس طرح جناب مسلمؑ اپنی اس نفسیاتی گفتگو کو بڑی پیاری شکل و صورت میں ڈھال دیتے ہیں"۔

ڈاکٹر یوسف خلیف آگے فرماتے ہیں:

"حضرت مسلمؑ زندگی کے حریص نہیں تھے بلکہ وہ آزاد منشی اور حریت کے حریص تھے جس کی وجہ سے وہ متردد تھے اور خوف کھا رہے تھے کہ کہیں انہیں دشمن دھوکہ سے گرفتار نہ کر لیں اور آپ اپنی آزاد منشی اور حریت کی راہ میں قتل ہو جائیں تو ہو جائیں مگر آپ کی حریت و آزادی منشی اسیری کی نذر نہ ہو جائے حریت برقرار رہے چاہے زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے"۔

آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اس مرد مجاہد نے تنگ ترین موقف میں بھی اپنی آزاد منشی کی تصویر کتنی پیاری اور فنی خوش اسلوبی سے پیش کی ہے اور اپنی نفسیات کو برملا کر دیا ہے کہ جس میں نہ تو کوئی ریا کا پہلو ہے اور نہ گمراہ کرنے کا، یہی وہ راز ہے کہ اس مختصر سی رجز خوانی نے کتنے لوگوں کے نفسوں پر بھاری اثر گذاری کی ہے اور ہمیں یہ شعور دیا ہے کہ ان اشعار کا کہنے والا اور اس

رجزخوانی کو کرنے والا اندرونی طور پر بھی ویسے ہی بہادری و شجاعت کے ہنر دکھا رہا ہے کہ جس طرح وہ باہر اور ظاہری دشمنوں کے چھکے چھڑا رہا ہے۔

پسر اشعث کا امان نامہ

جب محمد بن اشعث نے حضرت مسلمؑ کا یہ دلیرانہ رجز سنا کہ جس میں آپ قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ آزاد منشوں کی موت مریں گے انہیں دھوکہ نہیں دیا جا سکتا تو اس ملعون نے بڑی چالاکی سے حضرت مسلمؑ سے کہا کہ: "یقیناً آپ کو جھٹلایا نہیں جائے گا اور نہ ہی آپ کو دھوکہ دیا جائے گا یہ لوگ تو سب کے سب آپ کے چچازاد بھائی بند ہیں یہ لوگ آپ کے قاتل تھوڑی ہیں"۔

جناب مسلمؑ نے اس کی بکواس پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ مزید بہادری و شدت کے ساتھ حملہ کرتے رہے اور کوفی بار بار آپ کے مقابلہ سے شکست کھا کر فرار ہوتے رہے اور پھر گھروں کی چھت پر چڑھ کر وہاں سے حضرت مسلمؑ کو پتھروں اور اینٹوں سے مارنے لگے جناب مسلمؑ نے ان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: "وائے ہو تم پر، تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے مجھے تم پتھروں سے ویسے ہی مار رہے ہو جس طرح کفار و مشرکین کو مارا جاتا ہے جبکہ میں اہل بیت ابرارؑ میں سے ہوں، تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تم کیوں رسول خداؐ اور ان کی ذریت کے حق کی رعایت نہیں کرتے ہو"؟۔

فوج کوفہ حضرت مسلمؑ کا مقابلہ نہیں کر سکی وہ ان کے مقابلے سے ڈر گئی جس کی وجہ سے پسر اشعث کا دل بہت تنگ ہوا اور وہ فوجیوں کو چلا کر بولا کہ ٹھہرو میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

پسر اشعث، حضرت مسلمؑ سے قریب ہوا اور انہیں مخاطب کرکے بولا: "اے فرزند عقیل! اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں آپ کو امان دی جاتی ہے اور میں آپ کا خون اپنی گردن پر لیتا ہوں (یعنی اگر آپ کو قتل کیا گیا تو میں ذمہ دار ہوں) حضرت مسلمؑ نے اس کی باتوں پر التفات نہیں کیا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ اشعث اور اس کا منحوس گھرانہ طول تاریخ میں کسی شرافت و مردانگی اور وفاداری کا حامل نہیں رہا ہے لہذا آپ نے اس سے فرمایا: "اے پسر اشعث! میں جب تک جہاد کی قدرت رکھتا ہوں اپنا ہاتھ تیرے ہاتھ میں کبھی نہیں دے سکتا بخدا قسم! ایسا کبھی نہیں ہوگا" یہ کہہ کر حضرت مسلمؑ نے پسر اشعث پر حملہ کیا وہ ملعون دم دبا کر بھاگا اور کتوں کی طرح ہانپنے لگا ادھر حضرت مسلم علیہ السلام پر پیاس کا شدید غلبہ ہوگیا اور آپ پیاس سے جاں بلب ہونے لگے لہذا آپ نے فرمایا: "خدایا! پیاس مجھ پر غالب آچکی ہے"۔

ادھر فوج پر فوج آنے لگی مگر حضرت مسلمؑ پر ذرہ برابر بھی خوف طاری نہیں ہوا پسر اشعث نے فوجیوں کو چیخ کر کہا: " یہ بہت بڑی ننگ و عار کی بات ہے کہ تم لوگ ایک شخص سے مقابلہ کرنے میں اس طرح ناکام اور گھبرائے ہوئے ہو تم سب مل کر ایک ساتھ ان کے اوپر حملہ کرو"۔

پھر کیا تھا سب نے مل کر ایک ساتھ حضرت مسلمؑ پر حملہ کر دیا اور بکیر بن حمران احمری نے آپ کے اوپری ہونٹوں پر حملہ کیا اور تلوار نیچے کے ہونٹوں پر اتر آئی جناب مسلمؑ نے ایک ہی وار میں بکیر احمری کو زمین بوس کر دیا۔

حضرت مسلمؑ کی گرفتاری

حضرت مسلمؑ زخموں سے بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے بہت نڈھال ہو گئے آپ کی قوت و طاقت جاتی رہی اور مقابلہ کی طاقت باقی نہ رہ گئی نتیجے میں ان بدمعاش و سرکشوں کے ہاتھوں گرفتار کر لئے گئے اور وہ لوگ آپ کو تیزی کے ساتھ ابن زیاد کے پاس لے چلے تاکہ اس مرد مجاہد کی خوشخبری ابن زیاد ملعون کو دے سکیں ادھر پسر زیاد بہت مسرور تھا کہ اس نے اپنے دشمن پر فتح حاصل کر لی ہے اور انقلاب کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے البتہ حضرت مسلمؑ کی گرفتاری کی کیفیت کے بارے میں مورخین کے اقوال میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض اقوال ملاحظہ ہوں:

ا۔ ابن اعثم کوفی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مسلمؑ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر کر اپنے زخموں کی وجہ سے دم لے رہے تھے کہ پیچھے سے کسی کوفی نے آپ کے اوپر کاری ضرب لگائی جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور اسی دوران جلدی سے آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔

۲۔ شیخ بزرگوار مفیدؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت مسلمؑ پتھروں کی ضرب سے بہت مجروح ہو گئے تو جنگ کرنے سے عاجز ہو گئے لہذا آپ نے ایک دیوار سے ٹیک لگا لیا اور پسر اشعث نے آگے بڑھ کر کہا کہ آپ کو امان دی جاتی ہے حضرت نے فرمایا: کیا میں تمہاری امان پر بھروسہ کر لوں

اس نے کہا کہ ہاں، حضرت مسلمؑ نے فوجیوں کو بھی مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا مجھے امان ہے؟ وہ سب کے سب بولے کہ ہاں۔

مگر عبید اللہ سلمی نے کہا کہ مجھے نہ اس معاملہ میں نہ اونٹنی چاہیے اور نہ اونٹ (میں امان کی ضمانت نہیں دے سکتا) یہ کہہ کر وہ کنارے ہٹ گیا حضرت مسلمؑ نے فرمایا: اگر تم لوگ مجھے امان نہ دیتے تو میں ہر گز اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہ رکھتا (یعنی مرتے دم تک جہاد کرتا) پھر ایک خچر لایا گیا جس پر آپ کو سوار کیا گیا اور فوجی ارد گرد جمع ہو کر آپ کے ہاتھوں سے تلوار چھین لیتے ہیں اس موقع پر جناب مسلمؑ بہت مایوس ہو جاتے ہیں اور آپ کی زبان پر یہ فقرہ جاری ہوتا ہے "یہ پہلی دھوکہ بازی ہے"۔

۳۔ ابو مخنف ازدی نے ذکر کیا ہے کہ کوفیوں نے حضرت مسلمؑ کو دھوکہ سے گرفتار کرنے کے لیے گڑھا کھودا اور پھر اس کے اوپر گھاس پھوس اور مٹی ڈال دی آپ ان کے اوپر حملہ کر رہے تھے اور وہ لوگ آپ کے سامنے سے بھاگ رہے تھے آپ آگے بڑھ رہے تھے کہ اس گدھے میں گر پڑے فوجیوں نے گھیر لیا اور پھر آپ کو اسیر کر لیا لیکن ابو مخنف کے اس قول کو کسی دوسرے کے قول سے تائید حاصل نہیں ہے۔

عبید اللہ سلمی اور حضرت مسلمؑ

جناب مسلم علیہ السلام شدید زخموں و شکنجوں اور عبید اللہ بن زیاد ملعون کے ہاتھوں قتل ہونے کی فکر نہیں تھی وہ تو مسلسل حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے ذریعہ بھیجے گئے خط اور امام حسینؑ کی کوفہ تشریف لانے کی دعوت کے بارے میں سوچ رہے تھے آپ کو یقین ہو چکا تھا کہ

کوفی لوگوں کے ہاتھوں امام حسینؑ کا انجام وہی ہوگا جو آپ کا ہوا اس لئے آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے عبید اللہ سلمی نے خیال کیا کہ حضرت مسلمؑ اپنی اسیری کی وجہ سے بے تاب ہو کر رو رہے ہیں اس لیے اس نے حضرت مسلمؑ کے رونے پر بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: جس چیز کے آپ خواہش مند ہیں اس چیز کے خواہشمند پر ویسی ہی مصیبت آن پڑتی ہے جو آپ پر آن پڑی ہے مگر ایسے لوگ رویا نہیں کرتے جناب مسلمؑ نے اس کے توہم کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ :" بخدا قسم! میں اپنے لئے نہیں رو رہا ہوں اس لئے کہ قتل و شہادت میری میراث ہے اور اگرچہ پلک جھپکنے بھر بھی بلاوجہ تلف ہونے کو پسند نہیں کرتا ہوں لیکن میں اپنے ان اہل و عیال کے لئے رو رہا ہوں جو اس طرف آرہے ہیں۔۔۔ میں امام حسینؑ کے لیے آنسو بہا رہا ہوں"۔

کوفہ کی گلیاں اور سڑکیں لوگوں کی بھیڑ سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی یہ مجمع صرف یہ دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑا تھا کہ دیکھیں عظیم رہنما حضرت مسلمؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے اور اموی حکمران سے انہیں کس انجام سے روبرو ہونا پڑتا ہے مگر افسوس کہ ان میں سے کوئی ایک سرکش سلطنت کے خوف سے لب نہیں ہلا سکا اور حضرت مسلمؑ کے دفاع میں نہیں کھڑا ہوا۔

مسلم باہلی اور جناب مسلمؑ

حضرت مسلم علیہ السلام کو اسیر کئے ہوئے لے جایا جا رہا تھا اور فوجی آپ کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے اور ان کی تلواریں لہرا رہی تھیں جب حضرت مسلم کو قصر الامارہ میں لایا گیا تو آپ کی نظر وہاں موجود پانی کے ایک گڑھے پر پڑی جس میں تھوڑا پانی تھا آپ شدید پیاس سے جاں بلب تھے لہذا اپنے پاس موجود لوگوں سے فرمایا مجھے اس گڑھے سے تھوڑا سا پانی پلا دو۔

مسلم بن عمرو باہلی مردود پست فطرت نے فوراً حضرت مسلمؑ کو مخاطب کرکے کہا: آپ نے پانی کے گڑھے کو دیکھا کہ اس کے اندر کتنا ٹھنڈا پانی ہے بخدا قسم! تمہیں اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں چکھنے کو ملے گا مگر یہ کہ تم جہنم کی آگ کا مزہ چکھ لو۔

انسان کے ظلم و ستم کی کوئی حد نہیں ہے اس کی وحشی گری و جفاکاری کی کوئی انتہا نہیں ہے اگر وہ سرکش جفاکار حضرت مسلمؑ کو تھوڑا سا پانی پلا دیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا آخر وہ تو ان کے ہاتھوں میں اسیر تھے اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے یقیناً شہر کوفہ کے اندر صالحین کے قاتلوں میں اس قدر اخلاقی پستی اور منحوس طبیعت اور لئیم مزاجی آگئی تھی کہ حضرت مسلمؑ نے جاننا چاہا کہ آخر اس طرح کی خباثت کرنے والا ظالم کون ہے کہ جو معمولی انسانی اقدار سے بھی گر چکا ہے لہٰذا آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟

مسلم باہلی ملعون نے بڑے فخر سے سلطنت امیہ کی نمک خواری اور اس کا مزدور ہونے کو ظاہر کرتے ہوئے بولا: " میں وہ ہوں کہ جس نے حق کو پہچان لیا ہے جب کہ تم اس کے منکر ہو اپنے زمانہ کے امام کا خیر خواہ جبکہ تم اس کو دھوکا دے رہے ہو میں اپنے وقت کے امام کی بات سننے اور اطاعت کرنے والا ہوں جب کہ تم اس کی نافرمانی کرنے والے ہو میں مسلم بن عمرو باھلی ہوں"۔

آخر اس ملعون نے کون سے حق کو پہچان لیا تھا؟ یہ کون سا حق تھا کہ جس کی شناخت کا مسلم باہلی دعویدار تھا اس ملعون سرکش پست فطرت شخص نے امت اسلامیہ کی کونسی خیر خواہی کی تھی جو کہ خود باطل میں ڈوبا ہوا اور گمراہی کی لہروں میں تھپیڑے کھا رہا تھا؟

اس ملعون کا سب سے بڑا افتخار یہی تھا کہ پسر مرجانہ کی خدمت کر سکے کہ جو انسانیت کی تاریخ کے اوراق کا سنگین اور پست ترین صفحۂ تاریخ ہے اس لیے حضرت مسلمؑ نے اپنی فیض رساں منطق کے ساتھ اس ملعون کے جواب میں فرمایا: "تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے آخر تو کس قدر جفاکار اور بدمزاج ہے اور تیرا دل کتنا سخت اور غلیظ ہے! اے فرزند باہلی! مجھ سے کہیں زیادہ تو آتش جہنم میں ہمیشہ رہنے کا سزاوار ہے"۔

باہلی ملعون کی قساوت قلبی اور جفاشعاری کو دیکھ کر عمارہ بن عقبہ کو حیا آگئی اس نے جام آب طلب کیا اور لا کر حضرت مسلمؑ کے سپرد کر دیا حضرت مسلم نے جام آب اٹھایا اور اپنے دہن سے لگا کر پانی پینا چاہا کہ پورا جام خون سے رنگین ہو گیا دوسرا پانی لایا گیا یہاں تک کہ تین بار ایسا ہی ہوا حضرت مسلمؑ کا دل پیاس سے گھل رہا تھا (مگر آپ نے خون آلود پانی نہیں پیا) اور تڑپ کر فرمایا: "اگر یہ پانی میرے رزق مقسوم میں ہوتا تو میں اسے ضرور پی سکتا"۔

شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ حضرت پیاسے رہ جائیں اور پانی سے محروم ہی دنیا سے رخصت ہوں کہ جس طرح آپ کے ابن عم سید شباب اہل جنت، باغ رسالت کے پھول حضرت امام حسین علیہ السلام بھی پانی سے محروم رہے اور پیاسے شہید کر دیے گئے۔

ابن زیاد ملعون اور حضرت مسلمؑ

حضرت مسلمؑ کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ مصیبت یہ تھی کہ آپ کو اسیر کر کے پسر زیاد، زنازادہ، فرزند زنازادہ کے سامنے پیش کیا جا رہا تھا حضرت مسلم کی تمنا تھی کہ زیر خاک دفن ہو جائیں مگر اس ملعون کے سامنے آپ کو پیش نہ ہونا پڑے مگر قدرت کو یہی منظور تھا کہ آپ کو

اس جفاکار ،زنازادہ کے سامنے جانا پڑا جبکہ فوجی آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے حضرت مسلم علیہ السلام نے ابن مرجانہ کا کچھ خیال نہیں کیا وہاں موجود لوگوں کو تو آپ نے سلام کیا لیکن پسر زیاد کو سلام نہیں کیا ایک فوجی نے جو کہ کوفہ کے فقیروں، غلاموں میں سے تھا بول پڑا کہ :"اے مسلم !تم نے امیر کو سلام نہیں کیا"؟

حضرت مسلمؑ نے بڑی حقارت کے ساتھ اس کو دیکھا اور اس کے امیر کی حقارت کو برملا کرتے ہوئے فرمایا:" چپ ہو جا تیری ماں مر جائے، تجھے بولنے کا حق کس نے دیا ہے ؟ بخدا قسم کہ وہ میرا امیر نہیں ہے کہ میں اسے سلام کروں"۔

بھلا ابن مرجانہ، آزاد منشی لوگوں کے سید و سردار حضرت مسلمؑ کا امیر و سردار کیوں کر ہو سکتا ہے وہ مسلمؑ جو راہ انسانیت و راہ کرامت میں شہید ہونے والوں میں سے ایک تھے ان کا امیر کوئی حرام زادہ کیوں کر ہو سکتا ہے، پسر زیاد ملعون تو بس ان مردودوں اور بابکاروں کا سرغنہ ہے کہ جنہیں سوائے ذلت ورسوائی اور ننگ وعار کے کسی اور چیز سے کوئی انس والفت ہے ہی نہیں۔

حضرت مسلمؑ کی تحقیر سے پسر زیاد بھڑک اٹھا اور اپنی جباریت و شیطنت ظاہر کرتے ہوئے چیخ کے بولا:" کوئی بات نہیں سلام کرو یا نہ کرو تمہیں قتل کر دیا جائے گا"۔

اس سرکش کے پاس سوائے محترم خون بہانے کے اور تھا ہی کیا؟ وہ سمجھتا تھا کہ اس کی اس طرح دھمکی سے حضرت مسلمؑ ڈر جائیں گے یا ان کی شہامت و مردانگی میں کمی واقع ہو جائے گی اور اس کے سامنے گڑگڑائیں گے جبکہ عدنان کا شیر، بھرپور اطمینان اور عزت نفس کے ساتھ

گویا ہوتا ہے: "اگر تو مجھے قتل کر دے گا تو کیا ہوا مجھ سے پہلے تجھ سے زیادہ بدتر لوگوں نے مجھ سے زیادہ بہتر لوگوں کو قتل کر ڈالا ہیں"۔

تلوار کی دھار کے مانند اس کلام نے ابن زیاد کو کاٹ کر رکھ دیا اور اس کے اوسان خطا ہو گئے اس ملعون کو حضرت مسلمؑ نے جلا دو اور ناحق خون بہانے والے خونخواروں اور صالحین و آزاد منشی لوگوں کو قتل کرنے والوں سے ملحق کر دیا تھا لہذا بوکھلا کر وہ ملعون حضرت مسلمؑ پر چیختا ہے اور کہتا ہے: اے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والے، اے عاق ہو جانے والے، تو نے اپنے زمانے کے امام پر خروج کیا ہے مسلمانوں کے اتحاد کو توڑا ہے اور فتنہ برپا کیا ہے۔

آخر حضرت مسلمؑ نے کس امام کے خلاف خروج کیا تھا؟ انھوں نے مسلمانوں کے کون سے اتحاد کو پارہ پارہ کیا تھا؟ آخر انھوں نے کون سا فتنہ برپا کیا تھا؟ انھوں نے بس، بندروں اور ریچھوں کے ساتھی کے خلاف قیام کیا تھا وہ نکلے ہی تھے کہ امت کو اس کی مشقتوں اور اذیتوں سے بچا لیں اور زمانے کی تاریک سلطنت کے ایام کو صبح عدل و انصاف میں تبدیل کر دیں اس لئے جب حضرت مسلمؑ نے ابن زیاد کے ان کلمات کو سنا تو آپ چپ نہیں بیٹھے اور فرمایا: "بخدا قسم! معاویہ امت کے اجماع سے خلیفہ نہیں بنا تھا بلکہ اس نے مکر و حیلہ سے وصی محمد مصطفیؐ پر غلبہ حاصل کیا تھا اور اس نے امیر المومنینؑ سے خلافت غصب کر لی تھی اور اسی طرح اس کا بیٹا یزید ہے۔

اور یہ جو فتنہ و فساد کی بات کر رہا ہے تو در حقیقت فتنہ و فساد تو نے اور تیرے باپ زیاد بابکار نے برپا کیا ہے اور میں آرزو رکھتا ہوں خدا سے کہ وہ مجھے اپنی خلائق میں سے بدترین شخص کے ہاتھوں پر شہادت نصیب فرمائے، بخدا قسم! نہ تو میں نے کوئی مخالفت کی ہے نہ کفر کیا ہے اور نہ

ہی کوئی حکم خدا تبدیل کیا ہے میں تو بس مومنین کے آقا و مولا حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام کی اطاعت میں ہوں اور ہم اہل بیتؑ، معاویہ اور اس کے بیٹے یزید سے زیادہ مستحق خلافت ہیں"۔

یہ کلمات ابن مرجانہ کے لئے موت سے زیادہ کڑوے تھے ان کلمات نے ابن زیاد کی حقیقت کو اس کے کارندوں، غلاموں اور فوجیوں کے سامنے ہر انسانی اقدار سے ننگ کر گئے اور اسے روئے زمین پر حقیر ترین مخلوق ثابت کر گئے جس کی وجہ سے اس کے پاس کوئی چارہ نہیں بچا تھا کہ وہ حضرت مسلم علیہ السلام کے خلاف سوائے تہمتوں اور جھوٹی نسبتوں کے اور کچھ بول سکے ابن زیاد ہو یا اس کا باپ زیاد بن ابیہ ان دونوں کے پاس جھوٹ اور افتراء پردازی جیسی پونجی کے علاوہ تھا ہی کیا؟ لہذا اس نے حضرت مسلمؑ پر تہمت لگاتے ہوئے کہا: اے فاسق! کیا تم مدینہ میں شراب نہیں پیتے تھے؟ (معاذ اللہ)۔

حضرت مسلمؑ نے چیخ کر اس کو ڈانٹا اور فرمایا: " بخدا قسم! شراب پینے کا سزاوار تو وہ ہے جو نفس محترم کا قاتل ہے اور وہی لہو ولعب کرتا ہے اس طرح کہ جیسے اسے کچھ سنائی ہی نہیں پڑتا"۔

سرکش پسر زیاد نے سوچا کہ ان الزامات سے کچھ بننے والا نہیں ہے لہذا اس نے پینترا بدلتے ہوئے کہا: اے مسلم تمہارے نفس نے ایک ایسی چیز کی تمنا کر ڈالی کہ جس کے اور تمہارے درمیان خدا حائل ہو گیا اور اس نے اس شئی کو اس کے اہل کے سپرد کر دیا (پسر زیاد کا مقصد حکومت تھا) لہذا حضرت مسلمؑ نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے پوچھا کہ اس کا اہل کون ہے؟

پسر زیاد: یزید بن معاویہ۔

حضرت مسلمؑ : خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور وہی ہمارے اور تمہارے درمیان بہترین فیصلہ کرنے کے لیے کافی ہے۔

پسر زیاد: اے مسلم کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہارا بھی اس امر حکومت میں کوئی حصہ ہے۔

حضرت مسلمؑ : نہیں بخدا قسم گمان نہیں بلکہ یہ یقین ہے۔

پسر زیاد: خدا مجھے قتل کر دے اگر میں تمھیں اس طرح قتل نہ کروں کہ کسی کو اسلام میں اس طرح قتل نہیں کیا گیا ہے۔

حضرت مسلمؑ: تو بدترین طریقہ سے قتل کرنا، بری طریقہ سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا، اپنی باطنی خباثت کو ظاہر کرنا کہاں چھوڑنے والا ہے؟ بخدا قسم اگر میرے پاس دس قابل اعتماد ساتھی ہوتے اور میں ایک گھونٹ پانی پئے ہوتا تو تجھے اس قدر میں مجھے دیکھنا طول پکڑ جاتا (یعنی میں تجھے بری طرح پچھاڑ کر قتل کرتا) لیکن اگر تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہے تو میرے لئے ایک قریشی فرد کو مہیا کر دے کہ جس سے میں جو چاہوں وصیت کر سکوں۔

پسر زیاد نے حضرت مسلمؑ کو وصیت کرنے کی اجازت دے دی کہ وہ جو چاہیں وصیت کر لیں۔

حضرت مسلمؑ کی وصیتیں

دربار ابن زیاد میں حضرت مسلمؑ نے نظر دوڑائی تو آپ کی نظر پسر سعد پر پڑی آپ نے

اس کو وصیت کرنا پسند کیا لہذا اس سے مخاطب ہو کر فرمایا مجھے نہیں لگتا کہ اس دربار میں تیرے علاوہ کوئی قریشی ہے مجھ کو تجھ سے ایک حاجت ہے اور وہ راز کی بات ہے۔

یہ سن کر ابن زیاد بوکھلا گیا کیونکہ حضرت مسلمؑ نے اپنے اس کلام کے ذریعے اس کے قریشی ہونے کی نفی کر دی تھی اور اس کے بنی امیہ سے ملحق ہونے کو نکال دیا تھا اور اس کے حسب ونسب کو جسے ابو مریم شرابی نے اس کے باپ زیاد بن ابیہ کو بنی امیہ سے ملحق کر دیا تھا باطل کر دیا تھا مگر پسر زیاد کچھ نہیں کر سکا اور نہ ہی کچھ بول سکا۔

پسر سعد نے اپنے مولا و آقا کا ابن زیاد ملعون کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے حضرت مسلمؑ کی وصیت سننے سے انکار کر دیا اور یہ وہ مرحلہ تھا کہ جسے پسر زیاد نے محسوس کیا اور اچھی طرح سمجھ گیا کہ پسر سعد اپنی حقارت و پستی کے باعث بڑے کام کا آدمی ہے مگر اس کا اس نے اظہار نہیں کیا مگر خوب اچھی طرح اندازہ کر لیا کہ فرزند رسول خدا حضرت سید الشہداء امام حسینؑ سے جنگ کرنے اور میری فوجوں کی قیادت و سپہ سالاری کے لئے یہی شخص (پسر سعد) بہت مناسب شخص واقع ہو گا ابن زیاد نے پسر سعد کو حکم دیا کہ اٹھ کے مسلم بن عقیلؑ کے پاس جائے اور ان کی وصیت کو سن لے پسر سعد اٹھا اور حضرت مسلمؑ کے پاس آیا تو حضرت مسلمؑ نے اسے چند وصیتیں کیں:

ا۔ کوفہ میں سات سو درہم کا قرضدار ہو گیا ہوں میری تلوار اور زرہ بیچ کر اسے ادا کر دینا۔

حضرت مسلمؑ کی یہ وصیت آپ کے شدت احتیاط اور دین کی نہایت پابندی کا پتہ دیتی ہے آپ نے اس وصیت میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر قرض کی ادائیگی سے کچھ پیسہ باقی بچے تو اسے طوعہ کے سپرد کر دینا۔

۲۔ میری لاش کو ابن زیاد سے حاصل کر کے دفن کر دینا کیونکہ حضرت مسلمؑ کو پتہ تھا کہ بنی امیہ اپنی خباثتوں کے باعث اگر ان کی لاش پڑی رہی تو ان کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ضرور کر دیں گے لہذا ان کے دفن کی وصیت کر دی۔

۳۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر انھیں باخبر کر دے کہ میرے اوپر کیا بیتی ہے اور میں انھیں کوفہ آنے کی دعوت دے چکا ہوں اور مصروفیتِ جنگ وغیرہ کی وجہ سے امام حسینؑ کو باخبر نہیں کر سکا ہوں۔

یہ سن کر پسر سعد کتوں کی طرح پسر زیاد کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے اے امیر آپ نے سنا کہ مسلم نے مجھ سے کیا کیا وصیتیں کی ہیں انھوں نے مجھ سے یہ کہا ہے اور ساری وصیتیں کہہ سنائیں۔

ابن زیاد کو پسر سعد کا اس طرح راز فاش کرنا پسند نہیں آیا لہذا وہ یہ بولنے سے نہیں چوکا کہ اے مسلم تم سے امین شخص نے خیانت نہیں کی مگر کیا کیا جائے کہ کبھی کبھی خائن کو امین سمجھ لیا جاتا ہے جہاں تک حضرت مسلمؑ کے مال کی بات ہے تو اے پسر سعد تم اس کے ساتھ جو چاہو کرو اور جہاں تک حسینؑ کی بات ہے اگر وہ ہم سے نہیں الجھیں گے تو ہم بھی ان سے نہیں الجھیں گے اور اگر وہ ہم سے ٹکرائے تو ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے اور جہاں تک ان کے لاش کی بات ہے تو ہم

تمہیں اس میں شریک نہیں بناتے (یعنی ہم جو چاہیں گے وہ ان کی لاش کے ساتھ کریں گے تمھیں نہیں دیں گے)۔

حضرت مسلمؑ کے لاشہ کو پسر سعد کے سپرد کرنے سے ابن زیاد نے منع کر دیا کیونکہ وہ حضرت مسلمؑ کے لاشہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی ٹھان چکا تھا تاکہ اپنی بھڑاس نکال سکے اور اس گھنونے فعل کے ذریعہ کوفہ والوں کے دلوں میں مزید خوف و دہشت پھیلا سکے۔

حضرت مسلمؑ اور پسر زیاد

پسر مرجانہ ، حضرت مسلمؑ سے چیخ کر کہتا ہے کہ تم اس شہر میں کیا کرنے آئے تھے تم نے ان کے اتحاد کو توڑا اور ان کی یگانگت کو پارہ پارہ کیا اور بعض کو بعض سے لڑا دیا۔

فخر ہاشم، فرزند عقیلؑ نے بڑی عزت نفس اور مکمل اعتماد کے ساتھ فرمایا "میں اس شہر میں ان سب کے لئے نہیں آیا تھا تم لوگوں نے منکرات کو ظاہر اور نیکیوں اور معروف کو دفن کر دیا اور لوگوں کی گردنوں پر ان کی خوشی کے بغیر مسلط ہو گئے اور حکم خدا کے خلاف انھیں ورغلایا اور قیصر و کسریٰ کے رویہ پر ان کے درمیان حکومت کی ہے ہم آئے تاکہ امر بالمعروف کریں نہی عن المنکر کریں اور ان لوگوں کو خدا کی کتاب اور رسولؐ کی سنت کے فرمودات سے کی طرف دعوت دیں اور ہم اس کے اہل ہیں اس لئے کہ جس روز سے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو شہید کیا گیا ہے یہ خلافت ہمارا ہی حق ہے اور یہ خلافت ہمارے لئے ہی ہے مگر ہمیں قہر و غلبہ کے ذریعہ خلافت سے دور کر دیا گیا ہے۔

وہ تم لوگ ہو کہ جنہوں نے امام ہدایت کے خلاف خروج کیا مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور امر حکومت کو ہم سے غصب کرلیا اور اہل خلافت سے تم لوگ ظلم و جور کے ذریعہ جھگڑتے رہے"۔

حضرت مسلمؑ نے اپنے اس کلام کے ذریعہ آشکار کر دیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا اموی سلطنت کے خلاف انقلاب کے اسباب کیا ہیں لہٰذا سرکش پسر زیاد حضرت مسلمؑ کی بات سن کر بوکھلا جاتا ہے اور اپنی جیت کے پرخچے اڑتے دیکھ کر اس کے اوسان خطا کر جاتے ہیں لہذا وہ اپنے غیض و غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لیے سوائے عترت رسول خداؐ کو برا بھلا کہنے کے اور کوئی چارہ نہیں پاتا اس لئے وہ حضرت امام علیؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسین علیہ السلام کو سب و شتم کرنا شروع کر دیتا ہے اس موقع پر حضرت مسلمؑ اس کے اوپر برس پڑتے ہیں اور فرماتے ہیں: "اے پسر زیاد تو اور تیرا باپ ان بزرگواروں سے کہیں زیادہ سب و شتم کے مستحق ہو تجھے جو فیصلہ کرنا ہے کرلے لیکن یاد رکھ ہم اہل بیت پر بلاؤں کو موکل کر دیا گیا ہے"۔

حضرت مسلم علیہ السلام اپنی آخری رمق حیات تک سربلند، عالی ہمت رہے انہوں نے پسر زیاد کو بڑی کھری کھری سنائی اور اس ملعون کے خلاف بڑی بہادری کے ساتھ اور منطقِ حق کا دفاع کیا اور آپ شجاعت و بہادری کی بے پناہ مثالیں چھوڑ کر گئے ہیں۔

رفیق اعلی کا سفر

قائد عظیم الشان حضرت مسلم علیہ السلام کے اس دنیائے فانی سے منتقل ہونے کا وقت آن پہنچا جب کہ آپ نے بڑے ہی خلوص اور امانت داری کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نبھا دیا تھا

اور آپ کو منحوس و پلید، پسر مرجانہ کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی، پسر زیاد ملعون نے بکیر بن حمران کو کہ جس شخص کو حضرت مسلمؑ نے ضرب لگا کر زخمی کر دیا تھا قتل کرنے کے لیے طلب کیا اور اس سے کہا کہ مسلم بن عقیلؑ کو لے جاؤ قصر کی بلندی پر اور وہاں اپنے ہاتھوں سے ان کی گردن کاٹ دو تا کہ تمہارے دل کو تشفی ہو جائے۔

حضرت مسلمؑ اس دوران پسر اشعث کی طرف متوجہ ہوئے کہ جس نے امان دی تھی آپ نے فرمایا: اے پسر اشعث! بخدا قسم اگر تو نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو میں ہرگز تمہارے سامنے تسلیم نہ ہوتا اب اٹھو اور اپنی تلوار سے میرا دفاع کرو کہ تم اپنے عہد و پیمان کو توڑ رہے ہو"۔

پسر اشعث ملعون کچھ نہیں بول سکا۔

مسلم نے مسکراتے ہوئے موت کا استقبال کیا قصر الامارہ کی اوپر تسبیح پروردگار کرتے ہوئے اور بڑے اطمینان و خوشی کے ساتھ استغفار کرتے ہوئے چل رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں: "خدایا! تو ہی ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر کہ جس نے ہمیں دھوکہ دیا اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیا"۔

قصر کی فصیل پر جلاد حضرت مسلمؑ کو لے کر آتا ہے سر و تن میں جدائی کرتا ہے اور پھر سر اور لاش دونوں کو قصر کی بلندی سے زمین پر پھینک دیتا ہے اور اس طرح اس عظیم الشان مجاہد کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے کہ جو اپنے وجود میں اپنے چچا حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے صفات اور اپنے چچازاد بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کے صفات کے حامل تھے حضرت مسلمؑ

حق کا دفاع اور مظلوموں اور کمزوروں کے حقوق کے دفاع میں شہید ہو گئے گنہگار خبیث قاتل جب نیچے اترا تو ابن زیاد نے اس کا استقبال کیا اور بولا: مسلم بن عقیلؑ کو جب تم لوگ قصر امارہ کی چھت پر لے جا رہے تھے تو وہ کیا کہہ رہے ؟

جلاد: وہ تسبیح و تہلیل پروردگار کر رہے تھے اور استغفار کر رہے تھے اور جب میں نے ان کی گردن کاٹنی چاہی تو میں نے ان سے کہا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے تم پر مسلط کر دیا ہے اور میں تم سے اپنا بدلہ لے رہا ہوں پھر میں نے ایک ضرب میں ان کا کام تمام کرنا چاہا تو وہ بولے: اے غلام تجھے اپنا بدلہ چکانا ہے لے تو میرے زخموں کو دیکھ رہا ہے کسی زخم کو کرید لے اور اپنا بدلہ چکا لے۔

یہ سن کر ابن زیاد بڑا متعجب ہوا اور بولا مرتے وقت بھی فخر و مباہات !!

اور اس طرح صفحہ تاریخ کا ایک منور وضیاء بار ورق کہ جس میں راہ اسلام میں جہاد اور عقیدہ کے دفاع کا انوکھا ورق حضرت مسلمؑ کی شہادت کے ساتھ سمٹ گیا حضرت مسلم سماجی عدالت کی راہ میں شہید کر دیئے گئے انہوں نے امت کو ظلم و ستم سے نجات دینے کے لیے قربانی دے دی آپ خاندان نبوت کے وہ پہلے شہید ہیں کہ جنھیں مسلمانوں کے سامنے علانیہ طور پر شہید کر دیا گیا اور مسلمان کھڑے تماشائی بنے رہے اور کسی نے آپ کا دفاع اور حمایت نہیں کی۔

آلات حرب کی لوٹ

پسر اشعث خاندان خیانت کا چشم و چراغ، حضرت مسلم علیہ السلام کے آلات حرب و

ضرب کو لوٹ لیتا ہے وہ آپ کی تلوار، ذرہ جسم اطہر سے نکال لیتا ہے اور ننگ و عار کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اس کی یہ حرکت شدید نکتہ چینی کا سبب بنی اور شاعروں اور اہل کوفہ کے بہت سے لوگوں نے خوب ہجو کی ہے ایک شاعر کہتا ہے:

و ترکت ابن عمك ان تقاتل دونه   فشلا ولولا انت کان منیعا
و قتلت وافد آل بیت محمد   وسلبت اسیافا له ودروعا

"اے اشعث کے پلے تو نے اپنے ہی چچازاد کو چھوڑ دیا اور ان کے دفاع میں نہیں لڑے تو ناکام رہا اگر تو نہ ہوتا تو وہ خود اپنا دفاع کر سکتے تھے (تیرے امان نامہ سے حضرت مسلمؑ نے جنگ روک دی تھی) اہل بیت محمدؐ کے سفیر کو تو نے قتل کر ڈالا اور پھر بڑی بے غیرتی کے ساتھ ان کی تلوار اور ذرہ بھی تو نے چھین لی"۔

ادھر بعض بدکاروں اور نابکاروں نے حضرت مسلمؑ کی ردا اور لباس بھی کھینچ لئے۔ خدا کی لعنت ہو ان سب پر۔

حضرت ہانیؒ شہید کر دئے جاتے ہیں

ملعون پسر زیاد حکم دیتا ہے اور عظیم سردار قبیلہ، جناب ہانی بن عروہؒ کو پھانسی دے دی جاتی ہے اور آپ حضرت مسلم سے جا ملتے ہیں پسر زیاد نے کوفہ کے سرداروں کو بڑا ذلیل کیا اور ان کے درمیان بہت خوف و ہراس پھیلایا حالانکہ محمد بن اشعث نے ان کے قبیلہ سے خوف کھاتے ہوئے حضرت ہانیؒ کے لئے یہ کہہ کر شفاعت کرنی چاہی تھی: "اللہ امیر کا بھلا کرے اللہ آپ تو ہانی کے قبیلہ کی شرافت و عظمت سے واقف ہیں اور آپ جانتے ہیں اور ان کے قبیلے والے

بھی کہ میں اور اسماء بن خارجہ، ہانی کو آپ کے پاس لائے تھے میں آپ سے خدا کا واسطہ دے کر مطالبہ کرتا ہوں کہ ہانی کو بخش دیں مجھے ان کے گھر والوں سے دشمنی وعداوت کا خوف ہے وہ لوگ اہل کوفہ کے سردار ہیں اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے"۔

ابن زیاد نے پسر اشعث کی باتوں کو نہ صرف ان سنی کر دی بلکہ پسر اشعث کو ڈانٹا بھی اور چیخ کر بولا تو وہ خاموش ہو گیا ادھر مجاہد حضرت ہانیؓ کو بازار میں اس مقام پر لایا گیا جہاں بھیڑ بکریوں کی خرید وفروخت کی جاتی تھی یہ صرف اس لئے کہ حضرت ہانی کی اور زیادہ تذلیل ہو اور جب حضرت ہانیؓ کو یقین ہو گیا کہ شہید کر دیے جائیں گے تو آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو للکارا اور قدموں کو اٹھا اٹھا کر پکار رہے تھے کہ اے قبیلہ مذحج والوں تم کہاں ہو، میری فریاد کو کیوں نہیں پہنچتے اے میرے قبیلہ والوں آج کوئی مذحجی میری مدد کو کیوں نہیں آتا۔

اگر قبیلہ مذحج والوں میں ذرہ برابر بھی غیرت وشرفت پائی جاتی ہوتی تو وہ ضرور اپنے سردار کو بچانے کی کوشش کرتے لیکن وہ لوگ بھی کوفہ کے دیگر قبیلہ والوں کی مانند تھے گویا ان لوگوں نے بھی غیرت وشرافت کو دیگر قبیلہ والوں کی طرح تین طلاق دے دی تھی۔

ادھر حضرت ہانیؓ نے بندھن سے اپنا ہاتھ نکال کر اسلحہ کی طرف لپکنا چاہا تاکہ اپنا دفاع کر سکیں اس کیفیت کو وہاں موجود فوجیوں نے دیکھ لیا اور تیزی سے لپک کر ان کی زنجیروں کو مزید کس دیا اور بولے اے ہانی اپنی گردن بڑھاؤ۔

جناب ہانیؓ نے فرمایا نہیں بخدا قسم میں اپنے قتل میں تم لوگوں کی کوئی مدد نہیں کروں گا

ابن زیاد کے فوجیوں میں سے ایک خبیث جس کا نام "رشید ترکی" تھا حضرت ہانیؓ کی طرف لپکا اس نے اپنی تلوار سے حضرت ہانیؓ پر وار کیا مگر انہیں کوئی زخم نہیں آیا حضرت ہانیؓ نے پکار کر کہا: خدایا! تیری رحمت ورضوان کی طرف آرہا ہوں خدایا آج کے دن کو میرے لئے میرے گناہوں کے کفارے کا دن قرار دے دے اس لیے کہ میں نے تیرے نبی حضرت محمد مصطفیؐ کے لال کی طرفداری و حمایت کی ہے"۔

ادھر اس ملعون نے دوسرا وار کیا تو حضرت ہانیؓ زمین پر گر کر اپنے پاکیزہ خون میں لت پت ہو گئے اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ جسم مبارک سے روح پرواز کر گئی۔

شہادت کے روز آپ کی عمر 99 سال تھی آپ اپنے عقیدے اور ایمان کی راہ میں شہید ہو گئے ان کی شہادت پر آزاد منش اور صالح لوگ سوگوار ہیں جناب ابوالاسود دوئلیؒ نے آپ کا مرثیہ کہا ہے وہ کہتے ہیں:

اقول و ذاك من جزع ووجد   ازال الله ملك بني زياد

هم جدعوا الانوف و كن شما   بقتلهم الكريم اخا مراد

"میں بڑے کرب و دکھ کے ساتھ کہہ رہا ہوں خدایا تو بنی زیاد کی حکومت کو مٹا دے ان لوگوں نے قبیلہ مراد کے کریم النفس سردار ہانی کو شہید کر دیا ان کے قبیلے والوں کی ناک رگڑ ڈالی ہے جب کہ ان کی ناک قوت استشام رکھتی تھی"۔

ایک اور شاعر اخطل نے ہانی بن عروہؓ کا مرثیہ ان الفاظ میں کہا ہے:

ولم يك عن يوم ابن عروة غائبا　　كما لم يغب عن ليلة ابن عقيل

اخو الحرب صراها فليس بناكل　　جبارا ولا وجب الفواد ثقيل

"مرد میدان شخص، حضرت ہانی بن عروہؓ کے روز شہادت سے اسی طرح غفلت نہیں برتنا جس طرح حضرت مسلم بن عقیلؑ کے شب شہادت سے بے تفاوت نہیں ہے وہ موت کے منہ میں چلے گئے انہوں نے شکست تسلیم نہیں کی ان کا قاتل مھدوم الدم ہے"۔

لاشیں گھسیٹی جاتی ہیں

سرکش پسر زیاد نے اپنے کارندوں اور مزدوروں کو حکم دیا کہ حضرت مسلمؑ اور حضرت ہانیؓ کی لاشوں کو کوفہ کی گلیوں اور کوچوں میں گھسیٹا جائے ان ملعونوں نے دونوں شہیدوں کے پیروں میں رسیاں باندھیں اور پھر دونوں شہیدوں کی لاشوں کو راستوں میں کھینچتے پھر رہے تھے تاکہ کوفیوں کے دلوں میں مزید خوف و دہشت پھیل جائے اور اموی سلطنت کے خلاف خروج انقلاب کی کسی میں ہمت نہ ہو۔

حیرت ہے کہ ہانی بن عروہؓ کی قوم اور قبیلہ والوں کے سامنے ان کی لاش کے ساتھ اس طرح بے حرمتی کی گئی اگر ان میں ذرہ برابر غیرت و حمیت اور شرف و عزت نفس ہوتی تو وہ اپنے سردار قبیلہ کے لاش کو غوغائیوں اور مزدوروں کے ہاتھ سے کھینچ لیتے جو ہانی بن عروہؓ کی لاش کے ساتھ اس طرح کی نہایت توہین کر رہے تھے۔

لاشیں سولی پر لٹکادی جاتی ہیں

پسر زیاد طاغی و خبیث نے دونوں شہیدوں کی لاشوں کو کوفہ کی گلیوں میں گھسٹوانے کے بعد پھانسی پر لٹکادینے کا حکم دے دیا بس کیا حضرت مسلمؑ و حضرت ہانیؓ کے لاشوں کو کنانہ کے مقام پر الٹا پھانسی پر لٹکادیا گیا۔

بعض مورخوں کے بقول حضرت مسلمؑ بنی ہاشم میں وہ پہلے شہید ہیں جن کے لاشے کو پھانسی پر لٹکایا گیا اس بھیانک حادثہ کو مسلمانوں نے سخت تنقید کا نشانہ بنایاہے کیونکہ اس طرح کی بھاری سزا تو ان مجرموں کو دی جاتی ہے جو خدا اور رسولؐ سے بر سرِ پیکار ہوتے ہیں اور روئے زمین پر فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں جبکہ جناب مسلمؑ اور جناب ہانیؓ حق کے علمبردار روئے زمین پر اصلاح کے داعی تھے۔

بہرحال پسر زیاد خبیث نے شہادت حضرت مسلمؑ اور شہادت حضرت ہانی بن عروہؓ ، سردار و منتقمِ عراق کے حق میں تمام انسانی اقدار کو اپنے پیروں تلے کچل دیا اور بغیر کسی جنگ و مبارزہ کے سب کی نگاہوں کے سامنے اس طرح کا بھیانک ظلم و ستم ہوتا رہا۔

سروں کی دمشق روانگی

پسر مرجانہ نے حضرت مسلمؑ، حضرت ہانیؓ ، حضرت عمارہ ازدی کے سر کو اپنے مولا و آقا یزید پلید کے پاس بھیج دیا تا کہ اس ملعون سے انعام حاصل کر سکے اور اموی حکومت سے اپنے اخلاص کو جتا سکے ابن زیاد نے سروں کے ہمراہ اس خط کو روانہ کیا:

"اما بعد! خدا کا بے حد شکر ہے کہ اس نے امیر المومنین یزید کے حق کو (دشمنوں سے) چھین لیا اور ان کے دشمنوں کا صفایا ہو گیا میں امیر المؤمنین (خدا ان کو مکرم و معظم رکھے) کو خبر دیتا ہوں کہ مسلم بن عقیل نے ہانی بن عروہ مرادی کے یہاں پناہ لے رکھی تھی اور میں نے ان دونوں پر جاسوس لگا دیا تھا اور دونوں کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجے تو مجبور ہو کر ان دونوں کو گھر سے باہر نکالا اللہ نے مجھے توفیق دی کہ میں ان دونوں کی گردن مار سکا اور اب میں آپ کے پاس ان کے سروں کو ابن ابی حیہ واعی ہمدانی اور زبیر بن اروح تمیمی کے ہمراہ بھیج رہا ہوں یہ دونوں ہمارے بڑے مطیع و فرمابردار بندے ہیں امیر المومنین ان دونوں سے جو کچھ حالات دریافت کرنا چاہیں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ دونوں کافی معلومات رکھتے ہیں یہ سمجھ دار ہیں سچے ہیں اور متقی و پرہیز گار ہیں"۔ والسلام

یہ خط ظالم و سرکش پسر زیاد کی جنگی کارکردگی اور بغاوت و انقلاب کو کچلنے کی داستان کے بیان پر مشتمل ہے اور اس میں دو اہم پہلو قابل توجہ ہیں:

۱۔ انقلاب کے حالات دریافت کرنے پر ابن زیاد کی طرف سے تعینات جاسوسوں سے مدد لینا اور انقلاب کے اسرار و رموز اور سربر آوردہ شخصیات سے باخبر ہونا اور اس عمل میں سرفہرست ابن زیاد کا غلام معقل کی جاسوسی ہے۔

۲۔ انقلاب کی اہم اور نمایاں شخصیت کے پیچھے جاسوسوں اور آدمیوں کو تعینات کرنا کہ جس کی بدولت حضرت ہانیؒ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا اسی طرح حضرت مسلمؑ کے ساتھ بھی کیا جب کہ آپ نے انقلابی تحریک شروع کی تھی ابن زیاد نے کوفہ کے سرداروں اور نمایاں لوگوں

کے ہمراہ جاسوس لگا دیے تھے جو لوگوں کے درمیان خوف و دہشت پھیلا رہے تھے یہاں تک کہ لشکر مسلمؑ کو شکست ہو گئی۔

یزید پلید کا جواب خط

شہیدوں کے سردار جو نہی دربارِ یزید پلید میں اس کے سامنے رکھے گئے وہ ملعون بہت خوش ہوا اور ابن زیاد کو شکریہ کا خط ان الفاظ میں روانہ کیا:

"امابعد! میں تمہارے سلسلے میں جیسی توقع رکھتا تھا تم اس پر پورے اترے بڑی جرأت کے ساتھ تم نے معاملہ کو سر کیا ہے اور ایک مضبوط بہادر کی طرح حملہ کیا ہے تم نے میری امید پوری کی اور میرا خیال سچ کر دکھایا کہ میں اپنی رائے میں غلطی پر نہیں تھا میں نے تمہارے دونوں نامہ بروں کو طلب کیا ان سے ضروری باتیں دریافت کیں اور جیسا کہ تم نے ان دونوں کے بارے میں کہا تھا ویسا ہی عقلمند، سمجھدار، بافضل اور مذہبی پایا میں نے ان دونوں کو دس دس ہزار درہم عطا کر دیے ہیں اور واپس تمہارے پاس روانہ کر دیا ہے اور تمہیں بھی ان کے ساتھ نیکی کی سفارش کرتا ہوں۔

مجھے خبر ملی ہے کہ حسین بن علی عراق کی طرف سفر پر نکل چکے ہیں ایسا کرو کہ ان کے اوپر جاسوسوں کو لگا دو، ہر علاقہ میں فوجی چھاؤنیوں پر پہرہ بٹھا دو اور بڑی چوکسی کے ساتھ ظن و گمان پر لوگوں کو گرفتار کرو اور ہر روز کی نئی خبر جو بھی تمہیں ملے اچھی ہو یا بری میرے پاس لکھ کر بھیجتے رہو، والسلام"۔

اس خط میں ابن زیاد کی بے پناہ شکر گزاری کی گئی ہے اور اسے بیدار اور چوکس شخص قرار دیا گیا ہے اور اس نے یزید کے وہم وگمان کو سچ کر دکھایا ہے کہ وہ اس طرح کے بھاری اقدام کے لائق ہے اسی لئے یزید پلید نے ابن زیاد کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے عراق کی طرف سفر سے باخبر کرتے ہوئے ذیل کی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے:

۱۔ تمام راستوں اور سرحدوں پر جاسوس بٹھا دیے جائیں شدید قسم کی نگرانی کی جائے۔

۲۔ اپنے سارے اعمال میں خوب چوکسی برتی جائے اور بھرپور طریقے سے ہوشیاری، بیداری کا خیال رہے۔

۳۔ لوگوں کو خوب ڈرا دھمکا کے رکھا جائے اور قہر و غلبہ کی سیاست اپنائی جائے۔

۴۔ مرکزی حکومت یزید پلید سے مسلسل رابطہ میں رہا جائے اور اس کے شہر میں جو بھی حالات رونما ہوتے ہیں تمام کی خبر یزید کو پہنچائی جائے، پسر مرجانہ نے اپنے مولا و آقا کی یزید پلید کے تمام دستورات کو من و عن پورا کیا اور اس نے درج ذیل فیصلے نافذ کیے:

عرفی احکام و دستور کا اعلان

حضرت مسلمؑ کے انقلاب کو کچلنے کے بعد سرکش پسر زیاد نے عراق کو اپنے فولادی ہاتھوں میں جکڑ لیا اور پورے عراق میں عام دستور جاری کر دیئے اور بڑی سختی و قساوت کے ساتھ نقشہ نافذ کرنے کا حکم دے دیا اور اس طرح ایسا ظلم و جور پیدا اور خوف و ہراس طاری ہوا کہ ناقابل بیان ہے ابن زیاد کا صرف نام لینا ہی عراقیوں کے دلوں میں خوف و ہراس اور گھبراہٹ

پھیلانے کے لیے کافی تھا جیسا کہ اس کے خبیث باپ زیاد بن ابیہ کا نام ظلم اور دہشت کا عنوان بن چکا تھا۔

ادھر مرکزی حکومت، دمشق نے بھی پسر زیاد کو مزید وسیع اختیارات سونپ دیے تھے اور اسے حکم دے رکھا تھا کہ لوگوں کو شک کی بنیاد پر بھی گرفتار کرلو اور جو کہ اموی حکومت سے عناد رکھتا ہے یا کسی طرح کی سازش میں حکومت کے خلاف شریک ہوتا ہے اسے پھانسی پر لٹکادو اور پھر اس طرح کے بھیانک طرز عمل کے ذریعہ لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے پر آمادہ اور مجبور کیا گیا اور ابن زیاد نے جس کسی کو خلاف ورزی کرتے ہوئے پایا اور وہ معرکہ کارزار میں جانے سے کتراتا ہوا ملا اسے موت کے منھ میں پھینک دیا۔

عراقی سرحدوں پر قبضہ

پسر زیاد نے عراق کی سرحدوں پر سخت فوجی پہرہ بیٹھا دیا اور کسی بھی شخص کو عراق سے باہر جانے یا اندر داخل ہونے کے لئے سرحدی فوج سے خصوصی اجازت لینا لازم قرار دیا سرحد پر تعینات فوجی جس کسی شخص کو پکڑ لیتے جب تک پوری تحقیق نہ کرلیتے اسے نہیں چھوڑتے تھے اور اگر اس شخص کو متہم پاتے یا شک کے دائرے میں کوئی آجاتا تھا تو اسے پابہ زنجیر کرکے کوفہ کی مرکزی سلطنت کے پاس روانہ کر دیتے تھے تاکہ اس کے ساتھ مزید چھان بین ہو سکے اس کڑی چھان بین کا مقصد صرف یہ تھا کہ عراق یا عراق سے باہر کا کوئی بھی شیعہ امام حسینؑ سے ملحق نہ ہو سکے۔

مورخین کا بیان ہے کہ پسر زیاد نے تمام راستوں کے موڑ پر اور بلند عمارتوں کے اوپر جگہ جگہ فوجیوں کو جاسوسی پر لگا دیا تھا اسی طرح اس نے تمام فوجی ٹھکانوں پر اور خشکی کے مختلف علاقوں پر لوگوں کی تمام حرکات وسکنات پر نظر رکھنے کے لئے جاسوس مقرر کر دیے تھے پسر زیاد نے اپنے رئیس پلیس حصین بن نمیر کو پہلے قادسیہ پھر وہاں سے خفّان پھر قطقطانہ پھر جبل لعلع بھیجا اور اس کے ذریعہ ہر جگہ بڑے بڑے بہادروں اور چھان بین کرنے والوں کو مقرر کر دیا تاکہ ہر آنے جانے والے کی چھان بین ہو سکے۔

مذکورہ علاقوں میں اس قدر حفاظتی دستوں کی تعیناتی صرف اس لئے تھی کہ حکومت کے خلاف کوئی کسی قسم کی بغاوت نہ کر سکے اسی طرح اس نے کوفہ اور دمشق کے درمیان خطوط اور مواصلاتی امور پر کڑی نگرانی کرائی کہ جس کا ایک نمونہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سفیر جناب قیس بن مسہر صیداویؓ کی گرفتاری ہے جنہیں پابہ زنجیر کر کے کوفہ بھیج دیا گیا اور انھیں ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا (اور پھر انھیں شہید کر دیا گیا)۔

بھاری پیمانے پر گرفتاریاں

شیعیان اہل بیتؑ کی صفوں کو منتشر کرنے کے لیے ابن زیاد نے بڑی تعداد میں شیعیان کوفہ کو گرفتار کر لیا جن کی تعداد بقول مورخین بارہ ہزار بتلائی جاتی ہے کہ جن میں سرفہرست سلیمان بن صرد خزائیؓ، مختار بن ابی عبیدہ ثقفیؓ اور اسی طرح کے چار سو رؤوساء اور سربر آوردہ شخصیات تھیں، اس طرح کی کڑی دھر پکڑنے نہ صرف کوفہ کے لوگوں میں بلکہ پورے عراق میں دہشت وگھبراہٹ کا ماحول چھا گیا نتیجہ میں کوئی کسی بھی سیاسی قضیہ میں دخالت سے کتراتے

تھے اور حکومت کے خلاف کسی بھی قسم کی خلافت و تحریک سے دور بھاگتے تھے اور انھیں یقین ہو چلا تھا کہ ان کے پاس اموی حکومت کو ہٹانے کی بالکل قدرت باقی نہیں رہی ہے اور وہ حکومت کی قساوت قلبی اور دھر پکڑ سے بچنے کے لیے سوائے سکوت کے اور کچھ ان کے بس میں نہیں تھا۔

انقلاب مسلمؑ کیوں ناکام ہوا

بہت سے لوگ ان اسباب و علل سے واقف ہونا چاہتے ہیں کہ جن کی وجہ سے حضرت مسلم علیہ السلام اپنے انقلاب میں کامیاب نہیں ہوسکے آپ کے پاس بھاری فوجی طاقت جمع ہو چکی تھی جبکہ مقابل میں دشمنوں کے پاس اتنی قوت نہیں تھی کہ وہ خود اپنا دفاع کر سکتا چہ جائے کہ حملہ آور ہوتا اور جنگ و قتال کی سوچتا۔

بعض لوگوں نے یہ خیال کرلیا ہے کہ اس کا سبب حضرت مسلمؑ کی سیاسی مسائل میں قلت معلومات تھی اور آپ موقف و حالات پر گرفت مضبوط کرنے سے عاجز رہے اور آپ نے دشمن کے سامنے میدان خالی چھوڑ دیا جس کی وجہ سے وہ حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا ۔

یہ رائے بالکل سطحی فکر پر مبنی ہے اور اس رائے میں کوئی تحقیق کا رنگ نظر نہیں آتا کیونکہ اس رائے میں گہرائی و گیرائی کے ساتھ حالات و حادثات پر غور نہیں کیا گیا ہے اور خاص طور سے اس رائے میں کوفہ کے سماج کا مطالعہ اور کوفیوں کے اندر شخص و سماجی تناقضات کا بغور مطالعہ نہیں کیا گیا ہے اور ابن زیاد نے حالات پر قابو پانے کے لیے جو سیاسی حربے استعمال کئے ہیں اور حضرت مسلمؑ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے جو صلاحیت اور اختیارات عطا کیے گئے تھے ان سب کا باریک بینی سے جائزہ نہیں لیا گیا ہے اس لیے کہ ان تمام زاویوں اور نکات

پر احاطہ ہی ہمارے سامنے انقلاب کی ناکامی کے اسباب واضح کر سکے گا ذیل میں ان امور پر توجہ فرمائیں:

کوفی سماج

ہم پر لازم ہو جاتا ہے کہ ہم اس زمانے کے کوفی سماج کی کیفیت وطبیعت کی مزید تحقیق کریں اس لئے کہ یہی وہ آئینہ ہے کہ جس میں بھیانک اور بڑے بڑے حادثات منعکس ہوتے ہیں کہ جس نے اسلام کی سیاسی تاریخ میں بڑا ابھاری کردار ادا کیا ہے اور ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم چھان بین کریں کہ کون کون سے عناصر و اشخاص کوفہ میں سکونت پذیر تھے اور یہ دیکھیں کہ ان افراد کے سماج کے دیگر لوگوں سے کیسے روابط تھے اور ان کی اقتصادی زندگی کیسی تھی اس لیے کہ ان امور میں بحث و تحقیق سے ہی انقلاب حضرت مسلمؑ کی ناکامی پر روشنی پڑے گی اور اسی طرح ہمیں اس سماج کے اندر فکری تذبذب اور انحراف کا بھی اندازہ ہو گا کہ جس کے نتیجے میں وہ لوگ تاریخ انسانیت کے اس قدر بھیانک جرم کے مرتکب ہو سکے یعنی جگر گوشہ رسول خدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا اقدام اور جرم ان سے سرزد ہوا قارئین محترم کی توجہ بعض امور کی طرف جلب کی جاتی ہے:

سماجی حالات

جہاں تک کوفہ کے سماجی و معاشرتی حالات میں بعض سماجی بحران کی بات ہے تو یہ جان لیں کہ کوفی سماج بقیہ قوموں اور معاشروں سے منفرد سماج تھا اور وہ انفرادی امور درج ذیل ہیں:

ا۔ رفتار و کردار میں تضاد

اہل کوفہ کے اندر جو ایک عجیب و غریب کیفیت تھی وہ یہ کہ کوفی سماج اپنی واقعی زندگی میں بہت تضاد کا شکار تھا وہ لوگ کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ اور تھے عقیدہ کسی چیز پر رکھتے تھے اور عمل اس کے برخلاف کرتے تھے جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ انسان اپنے معتقدات کے حساب سے اپنے اعمال و کردار انجام دیتا ہے شاعر اہل بیتؑ فرزدق نے اس تناقض و تضاد کی طرف اشارہ کیا ہے جب ان سے امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے متعلق سوال کیا تو فرزدق نے امامؑ سے عرض کیا: "میں نے انھیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں آپ کے خلاف لہرا رہی ہیں"۔

جبکہ ان کے اوپر لازم تو یہ تھا کہ وہ اپنے ایمان اور عقیدے کا اپنی تلوار کے ذریعہ دفاع کرتے اور راہ عقیدہ میں مبارزہ کرتے! یہ وہ کیفیت ہے جو ہمیں کسی قوم کے اندر طول تاریخ میں نہیں نظر آئی، اس تناقض کی عجیب و غریب چیز یہ ہے کہ کوفی سماج سیاسی مسائل میں مثبت دخالت کرتا تھا اور وہاں کی پارٹیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا، کوفی سماج اموی سلطنت کا تختہ الٹنے کا نعرہ لگا رہا تھا ان لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ کر اپنے کو اموی ظلم و ستم سے بچانے کا شور مچا رکھا تھا انہوں نے امام کے پاس وقت وفد بھی بھیجے اور اپنے شہر بلانے کے لئے ہزاروں خطوط لکھ ڈالے۔

اور جب امامؑ نے اپنے سفیر حضرت مسلمؑ کو ان کے پاس روانہ کیا تو انھوں نے حضرت مسلمؑ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور بھرپور تعاون کا اظہار کیا یہاں تک کہ سفیر امام نے

امامؑ کو ان کے پاس آنے کے لئے خط روانہ کر دیا لیکن جب پسر مرجانہ نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور ان کے شہر میں رعب و دہشت کا ماحول پیدا کیا تو ان لوگوں نے حضرت مسلمؑ کو چھوڑ دیا اور اپنے گھروں کو بند کر کے اندر بیٹھے رہے اور یہ کہنے لگے کہ ہمارا سلاطین کے معاملات سے کیا لینا دینا ہے"۔

ان کی عملی زندگی ان کے عقیدہ و ایمان کی آواز نہیں تھی اس لیے کہ وہ اپنے سربراہوں پر ظاہر تو یہی کرتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ ہیں لیکن فیصلہ کن مراحل میں ان کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے اس کی نمایاں مثال اور کھلا ہوا تضاد یہ ہے کہ انھوں نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو معاویہ کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور کر دیا اور جب امام ان کا شہر چھوڑ کر جانے لگے تو اپنی کوتاہیوں پر نوحہ و فریاد بھی کرنے لگے اسی طرح جب انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر ڈالا اور امام کے اہل حرم اسیر ہو کر ان کے شہر میں داخل ہوئے تو بے تحاشہ رونے لگے اور فریاد کرنے لگے جس سے امام سجادؑ کو تعجب ہوا اور آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: "یہ لوگ ہمارے لئے رو رہے ہیں ہم پر گریا کر رہے ہیں تو پھر ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟"

اس سماج میں توازن کا فقدان اور ان کی زندگی میں نشیب و فراز نے ہی انھیں کہیں کا نہیں چھوڑا اور بھیانک مصیبتوں اور خطرناک حالات کا انہیں شکار بنایا ہے۔

۲۔ دھوکہ بازی کرنا اور تذبذب کا شکار ہونا

کوفی سماج میں دوسری ناگفتہ بہ کیفیت ان کی دھوکہ بازی اور بے وفائی ہے کہ جس کے ذریعہ وہ معروف ہیں اور یہ ان کی دیرینہ خصوصیات میں سے ہے بلکہ ضرب المثل مشہور ہے کہ

جسے کلام عرب میں دھوکہ باز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے: "کوفی سے زیادہ دھوکہ باز" یا ان کی بے وفائی کے لیے ضرب المثل مشہور ہے: " الکوفی لا یوفی یعنی کوفی وفادار نہیں ہوتا"۔

امام امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے ایک ارشاد میں ان کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے: "وہ دھوکہ دینے والے شیر اور دھوکہ دینے والی لومڑی بھی ہیں" دوسری جگہ ان کی توصیف میں فرماتے ہیں: " وہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے بدن تو جمع ہوتے ہیں لیکن ان کے دل پراکندہ ہوتے ہیں جو انکی مدد سے کامیاب ہو جائے تو وہ معمولی کامیابی سے ہمکنار ہوا ہے میں نہ تو ان سے مدد کی توقع رکھتا ہوں اور نہ ہی ان کی باتوں کو سچ سمجھتا ہوں"۔

ان کی عملی زندگی کا ایک پہلو رنگ بدلنا، شش و پنج میں مبتلا رہنا اور ساتھ چھوڑ دینا ہے ان لوگوں نے جناب زید بن علی علیہ السلام عظیم انقلابی شخصیت کو دھوکہ دیا اور ان سے کہا کہ "آپ کے ساتھ ہم اہل کوفہ کی ایک لاکھ تلواریں ہیں جو آپ کے دفاع میں لہرا رہی ہیں"۔

جناب زیدؓ کے رجسٹر میں ۱۵/ ہزار لوگوں کے نام ثبت تھے کہ جنہوں نے نصرت پر بیعت بھی کی تھی پھر جب آپ نے انقلاب کا اعلان کیا تو یہ تعداد بڑھ کر دو لاکھ ۱۸ / ہزار تک پہنچ گئی، داؤد بن علی نے زید شہیدؒ کو نصیحت کی کہ آپ اہل کوفہ سے دھوکہ میں نہ رہیں داؤد نے کہا تھا کہ اے میرے چچازاد بھائی! کہیں یہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دے دیں کیا ان لوگوں نے آپ سے زیادہ عزیز و مکرم لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا ہے آپ کے جدِ بزرگوار حضرت علی بن ابی طالبؑ کو دھوکہ دیا یہاں تک کہ وہ شہید کر دیے گئے اس کے بعد امام حسنؑ کو دھوکہ دیا پہلے تو ان کے ہاتھوں پر بیعت کرلی پھر انہیں کے اوپر حملہ آور ہو گئے اور آپ کی رداتک کھینچ لی خیمہ کو لوٹ لیا

اور امام کو زخمی کر دیا اور کیا ان لوگوں نے آپ کے جدِ بزرگوار امام حسین علیہ السلام کو ان کے وطن مدینہ سے نکلنے پر نہیں زور دیا اور حلف تک اٹھایا اور بڑی بڑی قسمیں کھائیں لیکن پھر ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور انہیں دشمن کے سپرد کر دیا اور پھر اس پر راضی نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ کو قتل کر ڈالا۔

اہل کوفہ یکے بعد دیگرے بیعت پر بیعت توڑتے رہے اس کیفیت کو معروف ادیب اعشی ہمدانی نے آشکار کیا ہے جو محمد بن اشعث کے خروج کا شاعر تھا جس نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا تھا اہل کوفہ کو پکارتے ہوئے کہتا ہے:

ابی اللہ الا ان یتمم نورہ ویطفی نور الفاسقین فیخمدا

وینزل ذلا بالعراق واھلہ لما نقضوا العھد الوثیق المؤکدا

وما احدثوا من بدعۃ وعظیمۃ من القول لم تصعد الی اللہ مصعدا

وما نکثوا من بیعۃ بعد بیعۃ اذا ضمنوھا الیوم خاسوا بھا غدا

"اللہ عزوجل نے ٹھان لیا ہے کہ وہ اپنے نور کو پائے تکمیل تک پہنچا کے ہی رہے گا اور فاسقوں کے شعلہ کو گل کر دے گا اور وہ عراق اور عراقیوں پر ذلت ورسوائی نازل کرے گا کیونکہ انھوں نے مضبوط عہد وپیمان باندھنے کے بعد توڑ ڈالا ہے ان لوگوں سے بڑی بڑی بدعتیں اور بھاری بھاری باتیں کی ہیں مگر ان کی باتوں کی خدا تک رسائی نہیں ہوتی کیا ان لوگوں نے ایک کے بعد ایک بیعتوں کو نہیں توڑا ہے وہ آج ضمانت دیں تو کل اس سے مکر جائیں گے"۔

اہل کوفہ کی اس صفت کو سبھی مورخین جانتے ہیں فلھوزن کہتا ہے: "اہل کوفہ شش و پنج میں مبتلا رہنے والے، رنگ بدلنے والے لوگ ہیں انہوں نے کسی بھی نظام حکومت کا ساتھ نہیں دیا اور اطاعت میں نہیں رہے ان کے یہاں مطلق طور پر سیاسی و فوجی اخلاص نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں"۔

اس بات کی تائید ایک دوسرا متفکر واتر شلین بھی کرتا ہے وہ کہتا ہے: "اہل کوفہ کی مشہور و معروف اور نمایاں صفت دھوکہ بازی اور عدم اعتماد اور بھروسہ توڑنا ہے"۔

کوفیوں کی زندگی میں صرف عوام الناس کے اندر یہ تذبذب نہیں تھا بلکہ ان کے اندر موجود صاحبان فکر و ادب بھی تذبذب کا شکار تھے میں سراقہ نامی مشہور شاعر حضرت مختارؒ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے کہ جس نے جنگ جبانہ میں ان کے خلاف جنگ میں شریک تھا لیکن جب حضرت مختارؒ کو کامیابی حاصل ہوگی تو سراقہ مختارؒ کے ساتھیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا اور پھر زندان میں ڈال دیا گیا وہاں اس نے پینترا بدلا اور حضرت مختارؒ کی مدح شروع کر دی اور قصیدے پر قصیدہ کہتا اور ان کے انقلاب کا تذکرہ کرتا اور خوب تعریفیں کرتا انہیں مدحیہ اشعار میں سے یہ بھی ہے:

نصرت علی عدوك كل يوم	بكل كتيبة تنعى حسينا
كنصر محمد فی يوم بدر	ويوم الشعب اذلاقى حنينا
فاسجح اذملكت فلو ملكنا	لجرنا فی الحكومة واعتدينا
تقبل توبة منی فانی	ساشكر ان جعلت النقد دينا

"تم اپنے دشمن پر ہر روز کامیاب ہوتے رہو اور ہر لشکر کے ساتھ حسینؑ پر گریہ کرو ٹھیک اسی طرح سے کہ جس طرح بدر کے دن شعب ابی طالب میں اور جنگ حنین میں رسول خداؐ کی مدد ہوئی تھی آپ نے حکومت حاصل کرلی ہے تو اب اچھی طرح سے معاف بھی کردیں کہ اگر ہم نے حکومت پائی ہوتی تو شاید ظلم وجور ہی کرتے آپ میری توبہ کو قبول فرمائیں اور اگر آپ میرے قرض کو نقد میں بدل دیں گے تو میں آپ کا شکر گزار رہوں گا"۔

اور جب حضرت مختارؒ نے سراقہ کو معاف کردیا تو وہ کوفہ سے باہر نکلا ابھی کچھ دور بھی نہیں گیا ہوگا کہ اس نے حضرت مختارؒ کی ہجو اور مذمت کرنی شروع کردیں اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانے لگا حضرت مختارؒ کی ہجو میں وہ کہتا ہے:

الا ابلــــغ ابا اسحـــــاق انی	رایت الشهب کمتا مصمتات
کفرت بدینکم و برئت منکم	علی قتـــالکم حتی الممـــات
اری عیـــنی مـــا لم تبصـــراه	کلانا عــــالم بالترهـــات
اذا قـالوا اقـول لهـم کـذبتم	وان خرجوا البست لهم اداتی

"کوئی ابو اسحاق (جناب مختار کی کنیت) کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ میں نے چمکتے ستاروں کو دیکھا ہے میں تمہارے دین کا منکر ہوں اور تم سے برأت کرتا ہوں اور میں تم سے مرتے دم تک برسرِ پیکار رہوں گا میری آنکھوں کو وہ منظر دکھلایا گیا کہ جس سے تم نہیں دیکھ سکے ہم دونوں بیکار کی باتوں کے عالم ہیں جب وہ بولتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ تم سب نے جھوٹ بولا ہے اور جب وہ خروج کرتے ہیں تو میں ان کے لئے آلہ حرب وضرب کو پہن لیتا ہوں"۔

سراقہ نے حضرت مختارؒ اور ان کے اصحاب و انصار کے سلسلے میں اور ان کے قیام و انقلاب کے بارے میں اسی طرح ہجو اور مسخرہ کیا ہے جس جوش اور ولولہ کے ساتھ اس نے سابقہ قصیدہ کو نظم کیا تھا ظاہر سی بات ہے کہ اہل کوفہ کی زندگی میں اس طرح کا تضاد، در حقیقت ان کے ذہنی وروحی اضطراب کے باعث اور رفتار و کردار میں عدم توازن کے باعث تھا۔

ایک غریب قسم کا تضاد ان کے اندر یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ وہ معمولی سے معمولی امور میں احتیاط کرتے نظر آئے جبکہ بڑے بڑے گناہ کے ارتکاب سے کوئی پرواہ نہیں، کوفیوں میں سے ایک شخص عبد اللہ بن عمر کے پاس آکر پوچھتا ہے کہ اگر کسی لباس پر مچھر کا خون لگ جائے تو وہ لباس پاک ہے یا نجس ؟تو ابن عمر نے اس سے کہا: تم کہاں کے رہنے والے ہو ؟ وہ بولا: عراق کا باشندہ ہوں، عبد اللہ بن عمر کو حیرت ہوئی اور وہ بولا: اس شخص کو دیکھو کہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کر رہا ہے حالانکہ ان لوگوں نے دختر رسول خداؐ کے لال امام حسینؑ کو شہید کر ڈالا ہے میں نے خود جناب رسول خداؐ کو امام حسینؑ اور ان کے بھائی امام حسنؑ کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا ہے "یہ دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں"۔

بعض لوگوں نے اہل کوفہ کے درمیان اضطراب اور تضاد کی وجہ ان کے اوپر گزری شکنجہ و قساوت کی سیاست پر مبنی حالات کی طرف نسبت دی ہے اس لئے کہ اموی سلطنت نے نہایت قساوت قلبی اور سختی برتی ہے ان کے اوپر بڑے بڑے دہشت گرد حکمران حکومت کرتے تھے اور وہ ان سے بڑی شدت اور وحشت کے ساتھ پیش آتے تھے جیسے کہ مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیہ وغیرہ، ان لوگوں کی سختیاں اور شکنجے سبب بنے کہ کوفیوں کے اندر اور کردار میں اس طرح کا تضاد اور اضطراب عروج پا گیا۔

۲۔ گورنر کے خلاف بغاوت

ایک خاص قسم کی صفت میں کوفی سماج اور بھی مشہور ہوا ہے اور وہ ہے گورنروں کے خلاف ان کی سرکشی اور بغاوت، کتنی بار ایسا ہوا ہے کہ کوفیوں نے گورنر و حاکم کوئی بن کر آیا نہیں کہ یہ لوگ اس کے اوپر طعن و اعتراض کرنے لگتے تھے کوفیوں نے اپنے شہر کی بنیاد رکھنے والے سعد بن وقاص کو بھی نہیں بخشا اور ان کے اوپر الزام لگایا وہ صحیح طریقے سے نماز ہی نہیں پڑھتے۔

پھر کیا تھا عمر نے ان کو گورنری سے معزول کر دیا اور ان کی جگہ جلیل القدر صحابیٔ رسول جناب عمار یاسرؓ کو گورنر بنا کر بھیجا مگر کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ان کی بھی شکایت عمر کے پاس کی اور اس نے عمار یاسرؓ کو بھی معزول کر دیا اور ان کی جگہ ابو موسی اشعری کو گورنر بنا کر بھیجا ابھی اس کی بھی گورنری کے چند روز گزرے تھے کہ ابو موسیٰ کے خلاف آواز اٹھائیں اور کہنے لگے کہ ہمیں ابو موسیٰ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

عمر بن خطاب کی پریشانی بڑھی اور اس نے ابو موسیٰ کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تو مغیرہ نے وجہ دریافت کر لی اور بولا: لگتا ہے کہ آپ کو کوئی بڑی پریشانی لاحق ہے کیا بات ہے کون سی مصیبت آن پڑی ہے ؟۔

عمر نے اہل کوفہ سے ملے دکھ کا تذکرہ کیا کہ اس سے بڑی مصیبت کیا ہو سکتی ہے کہ ایک لاکھ لوگ اپنے امیر سے ناراض ہیں اور امیر بھی ان سے خوش نہیں ہے۔

عمر نے اہل کوفہ کے سلسلے میں تبادلۂ خیال کیا اور بولا کہ میں اہل کوفہ کے ساتھ کیا کروں؟ اگر ان کے اوپر کسی طاقتور کو حکمران بناتا ہوں تو وہ اسے بدکار بناڈالتے ہیں اور اگر کسی کمزور کو گورنر بناکر بھیجتا ہوں تو وہ اس کی تذلیل وتحقیر کرتے ہیں ان لوگوں کی فطرت میں سرکشی شامل ہے وہ سکون واطمینان کی استطاعت ہی نہیں رکھتے۔

"دیموبین" کہتا ہے:" اہل کوفہ کی یہ حالت اس روز سے ایسی رہی ہے کہ جس روز سے ان کے اوپر فارسیوں نے سلطنت کی ہے وہ لوگ اپنے حاکم کو تبدیل کرنے کے عادی ہو گئے تھے"۔

"فان فلوتن" کہتا ہے:" کوفہ میں رہنے والے عرب لوگوں کی صحرا نشینی کی عادت رہی ہے اور صحراؤں میں بغض وکینہ، انتقام لینے کا جذبہ، تخریب کاری وغیرہ موجود رہی ہے اسی لیے کوفیوں کی عادت بن گئی تھی کہ وہ سرکشی وبغاوت پر اتاولے ہو جاتے اور کسی بھی نظام حکومت کی اطاعت نہیں کرتے تھے"۔

۴۔ ہار مان لینا

ایک اور عجیب وغریب حالت وعادت کوفیوں کی یہ تھی کہ وہ سماجی طور پر بڑی جلدی ہار مان لیتے تھے اور حادثات کے مقابلے میں ذرا سا بھی شہامت نہیں دکھاتے تھے اگر کوئی شہامت و مردانگی دکھانے والا ان میں پایا جاتا تو دوسرے اس کا ساتھ نہیں دیتے تھے بلکہ پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے انہوں نے حضرت مسلم علیہ السلام کی بیعت بڑی گرم جوشی سے کی اور ان کی نصرت کا اعلان کیا لیکن جب حضرت مسلمؑ نے پسر مرجانہ کے خلاف قیام کیا تو اہل کوفہ ان کے

ارد گرد سے ہٹ گئے یہاں تک کہ ایک بھی شخص ان کے پاس نہیں بچا کہ جو انھیں راستہ بتلاتا ایسا ہی رویہ، اہل کوفہ کا جناب زید شہید کے ساتھ بھی رہا ہے اہل کوفہ نے انہیں بھی یکہ وتنہا امویوں کے لشکر سے لڑتا چھوڑ دیا اور جناب زیدؒ نے فریاد کی کہ "تم لوگوں نے میرے ساتھ ویسا ہی کیا جو تم امام حسینؑ کے ساتھ کر چکے ہو" اہل کوفہ نے عبد اللہ بن معاویہ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور کہنے لگے " بنی ہاشم، بنی مروان سے زیادہ حکومت کے لائق اور سزاوار ہیں"۔

اور اسی طرح اہل کوفہ نے عبد اللہ کو قیام کرنے پر مجبور کر دیا اور وارد قصر کر کے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی لیکن جونہی وہ والی اموی عبد اللہ بن عمر کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نکلے اہل کوفہ انھیں چھوڑ کر فرار کر گئے عبد اللہ بن معاویہ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میدان خالی تھا حتی کہ ان کے لشکر کے سربراہوں اور سپہ سالاروں تک نے ساتھ چھوڑ دیا تھا وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ عبد اللہ بن عمر والی اموی سے ساز باز کیے ہوئے تھے بالآخر عبد اللہ بن معاویہ کو اور ان کے مختصر سے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

جناب زید شہیدؒ کے فرزند عیسیٰ بن زید کوفیوں کے بارے میں کہا کرتے تھے "میں نے کوفیوں میں کسی کو قابل اعتماد اور اپنی بیعت پر وفادار نہیں پایا اور نہ ہی وہ جنگ کے وقت ثابت قدم رہتے ہیں۔

۵۔ اکثریت بد اخلاق

اہل کوفہ کی اکثریت بڑی بد تمیز اور بد اخلاق رہی ہے عبد اللہ محض بن حسن کا کہنا ہے کہ اہل کوفہ علانیہ طور پر پھونک مارنے والے، اندر سے خالی، آسودگی کے زمانے میں شور شرابا کرنے

والے، میدان نبرد میں چیخ و پکار کرنے والے ہیں ان کی زبانیں ان سے آگے چلتی ہیں اور ان کے دل ان کا ساتھ کبھی نہیں دیتے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے کوفیوں کی توصیف میں فرمایا ہے "اگر تمہیں آزاد چھوڑ دیا جائے تو تم بیکار کی باتیں بناتے ہو اور اگر ان سے جنگ کی جائے تو پیٹھ دکھاتے ہو اگر لوگ کسی پیشوا پر اتفاق کر لیں تو تم پیشوا پر نکتہ چینی کرتے ہو اور اگر تمہیں جنگ کی دعوت دی جائے تو الٹے پاؤں بھاگ لیتے ہو"۔

جناب مختارؓ نے عبداللہ بن زبیر کے سامنے کوفیوں کے بارے میں فرمایا تھا جبکہ اس نے کوفیوں کے بارے میں پوچھا تھا" اہل کوفہ تمہاری سلطنت کے لیے ظاہر میں تو تمہاری دوستی کا دم بھرتے ہیں لیکن اندر سے وہ تمہارے دشمن ہیں"۔

عبداللہ بن زبیر نے جناب مختارؓ کے کلام پر حاشیہ لگاتے ہوئے کہا" یہ تو برے نوکروں کی صفت ہے کہ جب وہ اپنے مالکوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی خدمت و اطاعت کرتے ہیں اور جب وہ ان کی نگاہوں سے او جھل ہو جاتے ہیں کہ سب و شتم اور گالیاں دیتے ہیں۔

اہل کوفہ کی ہجو و مذمت میں "اعشیٰ ہمدانی" نے کیا خوب کہا ہے:

وجبنا حشاه ربهم فی قلوبهم　　فما یقربون الناس الا تهددا
فلا صدق فی قول ولا صبر عندهم　　ولكن فخرا فیهم و تزیدا

"خداوند متعال نے ان کے دلوں میں ڈر بھر دی ہے لہذا وہ لوگ کسی سے قریب نہیں ہوتے مگر یہ کہ انہیں ڈرایا دھمکایا جائے، نہ تو وہ زبان کے سچے ہیں اور نہ ہی ان کے اندر صبر نام کی کوئی چیز پائی جاتی ہے ہاں بس فخر و مباہات کرنا ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے"۔

ابو سرایا کوفیوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں:

مارست القطار البلاد فلم اجد لکم شبھا فیما وطئت من الارض

خلفا وجھلا و انتشار عزیمۃ وھنا و عجزا فی الشدائد والخفض

لقد سبقت فیکم الی الحشر دعوۃ لا عنکم راض ولا فیکم مرضی

سابعد داری من قلی عن دیارکم فذوقوا اذا ولیت عاقبۃ البعض

"میں نے بہت سے شہروں اور ملکوں کا سفر کیا ہے کہیں کسی قوم کو میں نے تمہارے مانند وعدہ خلاف، جاہل، بدعہد، پست، مصیبتوں میں عاجز اور گرا ہوا نہیں پایا ہے تمہارے بارے میں قیامت تک کے لیے بد دعا[27] کارگر ہو گئی ہے اب نہ تو تم کسی سے کبھی خوش ہو گے اور نہ ہی کوئی تم سے خوشنود و راضی ہو گا میں اپنا بوریا بستر تم سے دور لے جا رہا ہوں اور تمہارے شہر سے مجھے نفرت ہے یاد رکھو کہ اگر میں کبھی واپس بھی آیا تو تم مجھ سے بغض و کینہ کا مزا ہی چکھو گے"۔

ڈاکٹر یوسف خلیف نے ان اشعار کی تحلیل اپنے الفاظ میں یوں فرمائی ہے: "ابو سرایا نے اپنے ان اشعار میں اس قدیم تفکر کو دہرایا ہے جو کہ اہل کوفہ کے درمیان قدیم زمانہ سے معروف

(27) شاعر نے امام حسینؑ کی روز عاشوراء کوفیوں کے حق میں بد دعا کی طرف اشارہ کیا ہے امام حسینؑ نے کوفیوں کے بارے میں فرمایا تھا: "ولا یرضی الولاۃ عنکم ابدا" اور کبھی تمہارے حکام تم سے راضی و خوشنود نہ ہوں۔

ہے کہ وہ اہل شقاوت و بد بختی اور اہل نفاق اور بد اخلاق ہیں لہذا شاعر ابو سرایا نے انھیں شقاوت، جہالت، بدعہد، کمزور اور عاجز وناتواں جیسے اوصاف سے متصف کیا ہے۔

شاعر نے ان اوصاف کو اہل کوفہ میں ہر زمانے میں پایا ہے چاہے جنگ ہو یا صلح اور یہ وہ صفات ہیں جس کی بنیاد پر کبھی کوئی رئیس یا حاکم ان سے خوش نہیں رہا اور انھیں اوصاف کے ذریعہ وہ سارے بشریات میں نمایاں نظر آئے اور پھر آخر میں شاعر ان سے اپنے بغض و کینہ اور ان سے دوری اختیار کرنے کو برملا کر رہا ہے کہ وہ اپنے برے انجام اور بھیانک ٹھکانے کو پہنچ جائیں۔

ابو بکر ھذلی اہل کوفہ کی توصیف میں کہتا ہے:

" اہل کوفہ نے قطع رحم کیا اور برائیوں سے رشتہ جوڑ لیا انھوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہماری تعداد ایک لاکھ ہے ان لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کو دھوکہ دیا یہاں تک کہ جب وہ ان کی طرف آن پہنچے تو اہل کوفہ جنگ کرنے کے لئے نکل پڑے اور پھر ان لوگوں نے انھیں اور ان کے اہل بیتؑ میں سے ہر چھوٹے بڑے کو قتل کر ڈالا اور پھر کچھ روز کے بعد وہی کوفی ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بھی نکل پڑے کیا تاریخ سننے اور پڑھنے والوں نے ایسے لوگوں کے مانند کسی اور قوم کو دیکھا ہے "۔

۶۔ حرص ولالچ

ایک اور بہت بری صفت جو کوفہ کے پورے سماج میں عام طور سے رائج تھی وہ مادیات پر

انکا اتاولہ رہنا اور دنیاداری پر حریص و بے حد لالچ ہونا اور وہ کسی بھی شکل و صورت سے مال و دولت کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور اس راہ میں انہیں کسی ننگ و عار کی بھی پرواہ نہیں تھی اسی خطرناک صفت نے حضرت مسلمؑ کے انقلاب کو دبانے اور ناکام بنانے میں بھاری کردار ادا کیا ہے۔

ابن زیاد نے بے تحاشہ کوفہ کے سربر آوردہ اشخاص اور روؤساء قبائل پر مال لٹایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ ابن زیاد کے خیمے میں آگئے اور حضرت مسلمؑ کو دھوکہ دے دیا اور ان کے ساتھ کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ابن زیاد نے انہیں خوب نوازا اور پھر مال و دولت کی لالچ میں انھیں فرزند رسول خداؐ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کر دیا حالانکہ وہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کرنے کے لیے بھاری بھاری قسم کھا چکے تھے اور سخت قسم کے عہد و پیمان باندھ چکے تھے۔

۷۔ افواہوں کا جادو چل جاتا ہے

ایک اور بری صفت اہل کوفہ میں یہ بھی تھی کہ کوفی سماج بہت جلد اور بغیر کوئی غور و فکر کئے ہوئے طرح طرح کی افواہوں سے متاثر ہو جاتا تھا اس کیفیت کو امویوں نے بھانپ لیا تھا لہذا انہوں نے عراقی فوجیوں یعنی حضرت مسلم کے لشکریوں میں یہ بات پھیلا دی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی ہے بس کیا تھا یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح اہل کوفہ میں پھیل گئی اور ان کے درمیان سیاسی طور اتھل پتھل اور ہیجانی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ لوگ امام حسن مجتبیٰؑ کے ساز و سامان پر ٹوٹ پڑے اور آپ کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور آپ کو زخمی بھی کر دیا۔

اسی طرح ابن زیاد کے لشکریوں اور نمک خواروں نے حضرت مسلم علیہ السلام کے لشکریوں کے درمیان یہ افواہ پھیلا دی کہ شام کی جانب سے ایک بھاری لشکر کوفہ پہنچنے والا ہے لہذا اے کوفیو! تم اپنے کو لشکر شام کا لقمہ نہ بناؤ اور ان کے قتل و عذاب سے بچنے کی کوشش کرو جو نہی یہ خبر ان کے درمیان پھیلی ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وہ الٹے پاؤں اپنے اپنے گھروں کو بھاگنے لگے یہاں تک کہ حضرت مسلمؑ نے شام اس حالت میں کی کہ آپ کے پاس ایک شخص بھی نہیں رکا جو کہ آپ کو راستہ کا پتہ بتا سکے یہ سبھی کوفیوں کی بعض سماجی حالات جو بتلائی ہے کہ کوفی معاشرہ کس قدر پست تھا اور وہ حادثات کے سامنے کتنی جلدی گھٹنے ٹیک دیتے تھے اور ہار مان لیا کرتے تھے ان میں قوت ارادی نہیں پائی جاتی تھی اور قوی سوجھ بوجھ نام کی چیز کا ان میں فقدان تھا اور ان بری صفتوں کی وجہ سے ان کے اوپر آفتیں آیا کرتی تھی اور ان کے فیصلہ کن حالات بھی تباہی کا شکار ہو جاتے تھے اور اپنے حقوق سے محروم ہو جاتے تھے بلکہ اپنا اختیار بھی سرکشوں اور باغی حکمرانوں کے ہاتھ میں دے دیتے تھے اور پھر وہ جیسے چاہتے اپنے ظلم و ستم اور دردناک عذاب و سزا کا انہیں شکار بناتے تھے ۔

اقتصادی اور مالی حالات

جہاں تک مال و اقتصادی حالات کی بات ہے تو کوفہ میں اقتصادی حالت کبھی متوازن نہیں رہی وہاں ایک طبقہ مال و دولت سے مالا مال تھا ثروت و دولت میں ڈوبا ہوا تھا یہ وہ طبقہ تھا جس کے اوپر عثمان نے بیت المال کا دہانہ کھول دیا تھا اور پھر اس کے بعد معاویہ نے بھی اپنے خزانے کا دروازہ ان پر کھول دیا تھا انہیں خوب عطایا سے نوازتا اور وہ لوگ حکمرانوں کی طرف سے خاص امتیازات اور نوازشوں سے سرفراز ہوا کرتے تھے اور یہ سب کمزوروں اور محروموں کے حصے سے

نوازش ہوتی جس کی وجہ سے کمزور طبقہ اور بھی کمزور ہوتا چلا جارہا تھا اموی جباروں سے مستفید ہونے والے چند افراد کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

ا۔ اشعث بن قیس

اشعث بن قیس نے عثمان کے دور اقتدار میں سرزمین عراق کے اندر بڑی بڑی اراضی خرید لی تھی اور یہ شخص اس زمانے کے ان خاص الخاص افراد میں سے تھا جس کو بڑی بڑی جاگیریں حکام کی طرف سے ملی ہوئی تھی یہی وہ ملعون ہے کہ جس نے حضرت امام علی علیہ السلام کو تحکیم کو قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اس لئے کہ شامی سلطنت کی طرف سے اسے مسلسل دھمکیاں مل رہی تھیں اور اس کی جاگیروں اور عطایا پر آنچ آرہی تھی،

۲۔ عمرو بن حریث

کوفیوں کے درمیان سب سے بڑا مالدار شخص یہی عمرو بن حریث تھا اس شخص نے حضرت مسلم کے انقلاب کو ناکام بنانے میں اور ان کے انقلابی اقدام کو سست کرنے میں بڑا بھاری کردار ادا کیا ہے۔

۳۔ شبث بن ربعی

یہ ملعون بھی کوفہ کی نمایاں فریبکار شخصیتوں میں سے ایک ہے یہ بھی حضرت مسلمؑ کے انقلاب کو ناکام بنانے میں بڑا پیش پیش رہا ہے اور آخر کار ابن زیاد کی طرف سے ایک لشکر کی

قیادت حاصل کرتا ہے کہ جس نے فرزند رسول خدا حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی ہے۔

یہ تھے کوفہ کے چند مالدار لوگ اور یہ لوگ ابن مرجانہ کے مددگار تھے اور انہوں نے ابن زیاد کو بڑی تقویت پہنچائی ہے کہ جس نے حضرت مسلمؑ کے انقلاب کا پانسہ پلٹ دیا یہ لوگ کوفہ میں بڑا اثر ورسوخ رکھتے تھے اور انہی لوگوں نے قیام حضرت مختارؒ میں بھی مخالفت کی تھی اور حضرت مختارؒ کی بھاری فوجی طاقت اور غلاموں اور دیگر اقوام کی بھاری مدد کے باوجود ان کی حکومت کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

کوفہ کی بھاری اکثریت سماجی طور پر حکومت سے وابستہ تھی اور ان کا ذریعہ معاش حکومت کی رحم وکرم پر چلتا تھا اور ویسے بھی کوفی سماج حکومت کے لیے بنیادی فوجی چھاؤنی تھا جو حکومت کے نان ونفقہ پر چل رہا تھا اور بسا اوقات محرومیوں کا شکار ہوتے تھے ان کی حالت زار کو برملا کرتے ہوئے ایک اسدی شاعر اپنی جیب گرم کرنے کے لئے بعض اہل کرم کوفیوں کی مدح کرتا ہے اور اپنی بری اقتصادی حالت کو اپنے اشعار میں برملا کر دیتا ہے وہ کہتا ہے:

"اے سخاوت کرنے والے ابو طلحہ میری مدد اور فریاد کو پہنچو کہ اللہ نے تمہیں بڑی بھاری نوازشوں کا مستحق بنایا ہے مجھے زندگی بخش دو کہ میں تمہارے اوپر قربان ہونے کو تیار ہوں تم جانتے ہو کہ میں کس قدر مفلس اور نادار شخص ہوں ہو سکے تو تم مجھے ایک بوری آٹا سے ہی نواز دو کہ اگر تم نے ایسا کیا تو یقینا اس کا اجر عظیم ہوگا آپ مجھ سے اپنی عطا ونوازش سے دریغ نہ کرو کہ اللہ نے یتیم کی خوراک مہیا کرنے کا فیصلہ سنایا ہے میرے پاس صرف ایک گھڑا، ایک گلدان اور

کچھ کتابوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے ہاں ایک چادر بھی ہے جس کو ایک روٹی کے بدلے میں بیچ سکتا ہوں کہ جس چادر میں جانوروں کی کھال کے بہت سے پیوند لگے ہوئے ہیں ہاں ایک لحاف کسی شخص نے عاریتاً دی ہے جسے میں دو معزز مہمان کے اوڑھنے کے لیے مانگ کر لایا ہوں"۔

کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کی کمر توڑ دینے والے فقر و تنگدستی نے شاعر کو کس قدر ذلت ورسوائی برملا کرنے پر مجبور کر دیا ہے یہ وہ مشکل ہے کہ جس نے شاعر کا گلا اور ادب دونوں گھونٹ دیا ہے۔

شوقی ضیف، اس قصیدہ پر تعلیقہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں:" اس اموی قصیدے میں مال و منال کی آواز بلند ہے اور اس نے بہت زیادہ اثر ڈالا ہے مال و دولت نے انسانوں کی زندگی میں بنیادی کردار ادا کیا ہے لہذا طبعی بات ہے کہ ان کے فن و ادب اور شعر و سخن میں بھی بنیادی کردار ادا کرے، کیا حقیقت میں مال و دولت زندگی کے اہم ستونوں میں سے ایک نہیں ہے ؟ تو پھر ان کی شاعرانہ اور فنی زندگی میں بھی اہم ستون کیوں نہ بن جائے؟ مال و منال زندگی کے آنگن میں پوشیدہ ہے تو شعر و سخن کے آنگن میں بھی براجمان ہے اس لیے کہ اشعار و قصیدے تو زندگی کی حالت نمایاں کرنے کے لیے ہوتے ہی ہیں"۔

بے شک سماج کی ساخت میں اور ان کے اندر اثر و رسوخ پیدا کرنے میں اقتصادی حالت بڑا گہرا اثر رکھتی ہے اور معاشرے کو اچھائی اور برائی کی طرف کھینچ لے جانے میں مال و دولت اور اقتصادیات کا بڑا گہرا اثر اور بھاری کردار ہوتا ہے اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ بہت سے جرائم جنہیں باز مجرمین ارتکاب کرتے ہیں ان کا براہ راست تعلق فقر و فاقہ اور ناداری

سے ہوتا ہے یا پھر مال و منال کی لالچ اور حرص انہیں ایسے گناہوں اور جرائم کے ارتکاب پر ابھارتی ہے۔

اہل کوفہ کی اکثریت اور لشکر ابن زیاد میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لئے نکلنے والے اسی حالت کا شکار تھے اس لیے کہ ابن زیاد نے ان کے مشاہرہ و تنخواہ کو بڑھا کر دینے کا اعلان کر دیا تھا بہر حال کوفہ والوں کی بری اقتصادی حالت نے حضرت مسلمؑ کے انقلاب کو ناکام بنانے میں بڑا ابھاری کردار ادا کیا ہے اور جب ابن زیاد نے کوفہ کے روسائے قبائل اور سربراہوں کے منہ پر مال و دولت کا دروازہ کھول دیا تو کوفہ کی بھاری تعداد ابن زیاد کی طرف مڑ گئی اور پھر ان لوگوں نے حضرت مسلمؑ کے خلاف جنگ کی اور لوگوں کو ان کے سربراہوں نے حضرت مسلم سے موڑ دیا۔

باشندگان کوفہ

شہر کوفہ متعدد قوموں اور قبیلوں پر مشتمل تھا اور ہر طرح کے مذہب و زبان کے لوگ کوفی سماج کا حصہ تھے ان کی عادت و رسم و رواج اور عادات و اخلاق میں بڑی رنگارنگی تھی وہاں عرب بھی بسے تھے تو فارسی بھی، نبطی بسے ہوئے تھے تو دوسری قومیں بھی نیز غلاموں وغیرہ کا بھاری طبقہ کوفہ میں آباد تھا کوفہ مکہ و مدینہ کی طرح خالص عربی شہر نہیں تھا بلکہ یہاں کے باشندگان مختلف خیالات اور اقوام و ملل سے تعلق رکھتے تھے اور مخلوط زندگی بسر کر رہے تھے بقول یعقوبی: اس شہر میں ان عناصر کا قیام اور سکونت اس جہت سے بھی تھا کہ اسلامی لشکر کی مرکزی فوجی چھاؤنی کوفہ میں تھی اور اسی جگہ سے اسلامی لشکر جہاد کے لیے کوچ کرتا تھا اور پھر

جنگ جیت کر بھاری غنائم جنگی اور مختلف قسم کے ساز و سامان لے کر واپس آتا تھا کہ اللہ نے مجاہدوں سے بھاری غنائم جنگی کے حصول کا وعدہ کر رکھا ہے جنگ مدائن کے بعد ایک ایک فوجی کو بارہ بارہ ہزار غنائم جنگی ملے جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے اس شہر کی طرف ہجرت کی اور مال و منال کے چکر میں کوفہ کے اندر آکر آباد ہو گئے ہم چند عناصر کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

اول: عرب

جس وقت فاتح عراق سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں شہر کوفہ کی بنیاد پڑی تو عربوں کی نظریں کوفہ کی طرف مڑ گئیں اور انھوں نے کوفہ کی طرف ہجرت کرنے میں گویا ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا شروع کر دی دیکھتے ہی دیکھتے کوفہ میں ستر اہل بدر اور تین سو بیعت شجرہ والے اصحاب رسول خداؐ آکر آباد ہو گئے ابن سعد نے اپنی طبقات میں ۱۵۰ / اصحاب کے حالات مرقوم کیے ہیں جنھوں نے کوفہ کو اپنی رہائش گاہ کے طور پر منتخب کر لیا تھا۔

صفاح عباسی کوفیوں کے بارے میں کہتا ہے :"کوفہ رسول خداؐ کے بہترین صحابہ اور اشراف کا علاقہ اور گھر ہے" اس شہر میں بسنے والے چند قبائل عرب کا نام یوں ہے:

ا۔ یمنی قبیلے

ملک یمن کے بعض عرب قبائل کوفہ میں سکونت اختیار کرنے میں گویا سبقت لے جا رہے تھے یمن کے گیارہ قبیلوں کے بارہ ہزار لوگ کوفہ میں آباد تھے ان کے نام اس طرح ہیں

۱۔ قبیلہ قضاعہ ۲۔ قبیلہ غسان ۳۔ قبیلہ بجیلہ ۴۔ قبیلہ خثعم ۵۔ قبیلہ کندہ ۶۔ قبیلہ حضرموت ۷۔ قبیلہ ازد ۸۔ قبیلہ مذحج ۹۔ قبیلہ حمیر ۱۰۔ قبیلہ ہمدان ۱۱۔ قبیلہ نخع

ان سارے قبیلوں اور خاندانوں کا تعلق یمن سے تھا اور یہ لوگ کوفہ میں آکر بس گئے تھے اور مسجد کوفہ کے مشرقی جانب ان لوگوں نے سکونت اختیار کر رکھی تھی مغربی رائٹر، فلھوزن کی رائے ہے کہ یمن کے مشہور قبیلوں میں سے تین قبیلوں کو گویا سرداری و سربراہی حاصل تھی اور وہ یہ ہیں: قبیلہ مذحج، قبیلہ ہمدان، قبیلہ کندہ اور یہ لوگ تمام اہالی کوفہ پر مسلط تھے، شہر کوفہ میں جب عبدالملک مروان داخل ہوا تو قبیلہ مذحج اور قبیلہ ہمدان کے لوگ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ ان دونوں قبیلوں کے ہوتے ہوئے مجھے کسی اور کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۲۔ عدنانی قبیلے

کوفہ میں سکونت پذیر قبیلوں میں عدنانی قبیلوں کے لوگوں کی تعداد ۸/ ہزار افراد پر مشتمل تھی یہ دو خاندان تھے: ۱۔ خاندان تمیم ۲۔ خاندان بنو اعصر

۳۔ بنی بکر کے قبیلے

بنی بکر سے تعلق رکھنے والے چند قبیلہ بھی کوفہ میں سکونت پذیر تھے جن میں سے بعض کے نام درج کیے جارہے ہیں: ۱۔ خاندان بنو اسد ۲۔ خاندان غطفان ۳۔ خاندان محارب ۴۔

خاندان نمیر، ان کے علاوہ بھی بعض خاندان اور عربی قبیلے کوفہ میں سکونت پذیر تھے جن کے نام درج ذیل ہیں: خاندان کنانہ، جدیلہ، ضبیعہ، عبدالقیس، تغلب، ایاد، طی، ثقیف، عامر، مزینہ۔

ماسنیون کا کہنا ہے کہ قریشیوں کے ساتھ کوفہ میں بعض بڑے بدو قسم، خانہ بدوش خیمے میں رہنے والے اور چادر نشین خاندان بھی سکونت پذیر تھے یہ لوگ اونٹ چرانے والے بنی دارم تمیمی اور انکے یمنی پڑوسی، قدیم طی قبیلہ والے تھے اسی طرح اس شہر میں بعض ایسے قبیلے والے بھی تھے جن کا کہیں ایک جگہ ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ خانہ بدوش تھے جیسے قبیلہ ربیعہ، مغربی علاقوں اور شمال مغرب کے اسدی خاندان کے لوگ، مشرقی علاقے اور جنوب شرقی کے بکر خاندان کے لوگ، اور ہجر کے جنوب مشرق سے آئے ہوئے عبدالقیس خاندان کے لوگ، اسی طرح اصیل عربی قبیلے جو کہ جنوبی علاقہ کے قبیلہ تھے ان میں کچھ متمدن عناصر بھی تھے جو یمن اور حضر موت کے علاقے سے اٹھ کر آئے تھے اور کوفہ میں بس گئے تھے ان سب کے دو قسم کی جاسکتی ہے:

ا۔ ایک وہ قبیلے جو نصف متمدن ہو چکے تھے جیسے قبیلہ کندہ، بجیلہ۔

۲۔ دوسرے وہ قبیلے جو مکمل طور پر متمدن ہو چکے تھے اگرچہ یہ لوگ یمن کے قریوں اور شہروں سے آکر کوفہ میں بسے تھے جیسے مذحج، حمیر اور ہمدان۔

کوفہ کے باشندوں میں اس شہر کی تاسیس کے زمانے سے ہی جو عربی عنصر رکھنے والے لوگ آباد تھے وہ یمنی اور نزاری وغیرہ لوگوں سے مخلوط ہوگئے تھے لیکن ان میں یمنیوں کا غلبہ تھا اور یہ لوگ کوفہ کی معاشرتی زندگی میں دوسروں سے زیادہ موثر تھے۔

قبائلی جذبات

کوفہ کے عربی معاشرے میں قبیلوں کے اندر قبائلی جذبات کا زور تھا اسی لئے جس علاقے میں کوئی قبیلہ بستا تھاوہاں کیا مجال کہ دوسرے قبیلہ کے لوگ آباد ہونا پسند کریں مگر یہ کہ وہ لوگ مذکورہ قبیلہ کے حلیف بن جائیں اسی طرح قبیلے والوں کی اپنی خاص مسجد، خاص قبرستان ہوا کرتا تھا، ماسنیون کہتا ہے کہ کوفہ کے صحرا ابھی وہاں کے صحرا نشینوں کی طبیعت میں رچ بس گئے تھے اسی طرح وہاں کی سڑکیں اور گلیاں ان قبیلوں کے نام پر معروف تھی کہ جو وہاں رہتے تھے پورا شہر کوفہ قبائلی زندگی کا مکمل غماز تھا ان کے اندر قبائلی تعصب اور خاندانی جذبات کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور یہ لوگ فتحیابی کے حصول کی خاطر ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے تھے جیسا کہ جنگ جمل میں دیکھنے کو ملا۔

شہر کوفہ کے باشندوں میں زمانہ جاہلیت کی زندگی کے اثرات نمایاں تھے ابن ابی الحدید کوفہ کے اندر موجود قبائلی جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے کہتا ہے :"کوفی لوگ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے اواخر دور حکومت میں فاسد ہو چکے تھے کوفہ کے قبائل کی حالت یہ تھی کہ ان کے قبیلے کا کوئی شخص دوسرے قبیلے کے علاقے میں جا کر اس قبیلے کا نام لے کر انہیں بھڑکاتا تھا مثلا کہتا تھا یاللنخع، یاللکندہ اور یہ آواز بلند کر کے اس کا مقصد فتنہ برپا کرنا ہوتا تھا اس آواز کے سنتے ہی وہاں کے قبیلہ کے نوجوان اور جوان بھڑک اٹھتے تھے اور وہ پلٹ کر دوسرے قبیلہ کو برا بھلا کہتے تھے مثلا یالتمیم ، یالربیعہ کہ کر آواز دیتے اور اس دوسرے

قبیلے کے منادی کو پکڑ کر پیٹتے تھے جس کے نتیجے میں دو قبیلوں کے درمیان تلواریں نکل آتی تھی اور فتنہ وفساد برپا ہو جاتا تھا۔

بہر حال کوفی سماج میں قبائلی جذبات اور خاندانی تعصب، نمایاں عنصر تھا اور اسی قبائلی تعصبات اور خاندانی جذبات سے ابن سمیہ ملعون نے خوب فائدہ اٹھایا، اس نے حجر بن عدیؓ کی گرفتاری اور ان کے انقلاب کو ناکام بنانے میں اسی عنصر سے فائدہ اٹھایا بعض قبیلوں کو دوسرے بعض قبیلوں سے لڑوایا اور اسی طرح اس کے منحوس بیٹے پسر زیاد نے بھی حضرت مسلمؑ اور حضرت ہانیؓ اور حضرت عبداللہ بن عفیفؓ کی سرگرمیوں کو ناکام بنادیا۔

دوم :فارس

عربی عنصر کے پہلو میں کوفہ کے اندر فارسی عناصر بھی موجود تھے جنہیں "حمراء" کہا جاتا تھا فارسیوں نے پتہ لگایا کہ عربی قبیلوں میں سب سے زیادہ قدرت وطاقت رکھنے والا کون سا قبیلہ ہے تو ان سے کہا گیا کہ "قبیلہ تمیم"، تو پھر وہ لوگ قبیلہ تمیم کے حلیف بن گئے، اس شہر کی آباد کاری کے فوراً بعد وہ بڑا گروہ فارسیوں کا جو کوفہ میں آکر آباد ہوا ہے وہ ساسانیوں کے لشکر کے بقایاجات لوگ تھے جو عربی لشکر میں منظم ہو گئے اور ان کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئے جو جنگ "حمراء دیلم" کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے اور بقول مؤرخین کے ان کی تعداد چار ہزار فوجیوں پر مشتمل تھی جن کی سپہ سالاری ایک دیلم نام کا شخص کر رہا تھا فارسیوں نے قادسیہ کے مقام پر رستم نام کے سپہ سالار کی قیادت وسربراہی میں دیلم سے جنگ کی جب فارسیوں کو شکست ہوئی اور ان کا سپہ سالار مارا گیا تو انہوں نے سعد بن ابی وقاص سے امان نامہ لے لیا اور اس امان نامہ میں

شرط رکھی کہ انہیں یہ اختیار ہو کہ جہاں چاہیں بس جائیں اور جس کے قبیلہ کے ساتھ چاہیں حلیف بن جائیں اور ان کے لئے بیت المال سے بھی کچھ عطایا مقرر کر دیا جائے۔

فارسیوں نے زہیر بن جُویّہ تمیمی سے عہد و پیمان باندھ لیا جو کہ فتحیاب لشکر کا ایک سپہ سالار تھا اور سعد بن وقاص نے ان کے لیے ہزار ہزار درہم بیت المال سے مقرر کر دیا وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے اور جنگ مدائن میں مسلمانوں کے ہمراہ شریک ہوئے اسی طرح جنگ جلولاء کی فتح یابی میں مددگار بنے اور پھر کوفہ آکر وہاں سکونت اختیار کر لی۔

ان لوگوں کی تعداد بڑی اچھی خاصی تھی اور کوفہ کا معاشرہ ان سے متاثر تھا فلھوزن کہتا ہے: فارسی لوگ تقریبا کوفہ کی آدھی آبادی سے زیادہ تھے اور پھر آہستہ آہستہ ان کی تعداد بڑھتی گئی جس کے نتیجے میں عربوں کی تعداد کوفہ میں کم ہوتی چلی گئی اور مامون عباسی کے دور میں ان کا غلبہ تھا بلکہ اس زمانے میں فارسی زبان صدر نشین زبانوں میں سے ہو گئی تھی۔

جاحظ کہتا ہے: فارسی زبان نے کوفیوں کی زبان پر بہت بڑا اثر چھوڑا ہے اور ان کی زبان کو متاثر کیا ہے بہر حال فارسیوں نے کوفہ میں اہم مجارٹی بنالی تھی اور وہ نمایاں تھے اور اہل کوفہ ان سے مخاطب ہو کر کہا کرتے تھے: "تم حمراء دیلم کی دین ہو"۔

بلاذری کا بیان ہے: "زیاد نے بعض لوگوں کو شام روانہ کیا اور ان میں سے بعض کو بصرہ روانہ کیا یعنی کوفہ سے بھگا دیا تھا"۔

فارسیوں نے بہت سی اسلامی فتوحات میں شرکت کی اور انہیں لوگوں کی بدولت عباسیوں نے حکومت بنی امیہ کا تختہ الٹ دیا تھا۔

سوم: انباط

نبطی لوگوں نے بھی کوفہ میں سکونت اختیار کر رکھی تھی اور ان لوگوں کا عقلی و سماجی اعتبار سے کوفہ کی عام فضا اور سماج میں بڑا اثر و رسوخ تھا مورخین کا کہنا ہے: نبطی لوگ کوئی جداگانہ لوگ نہیں تھے بلکہ وہ عرب ہی تھے لیکن وہ اپنی تحریروں میں آرامی زبان کو استعمال کرتے تھے یہ لوگ عرب کے پہاڑی علاقوں میں رہا کرتے تھے پھر وہاں سے عراق کے شہروں میں آکر آباد ہوئے اور کھیتی باڑی کرنے لگے اور اپنی آرامی زبان بولتے رہے ان لوگوں نے کوفہ کی زندگی میں بہت گہرا اثر چھوڑا ہے۔

ابو عمرو بن علاء کوفیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے:"اے کوفیو! تمہارے اندر انباط کی مہارت اور تیزی پائی جاتی ہے اور ہمارے اندر فارسیوں کی زیرکی اور بردباری پائی جاتی ہے"۔

طبری کی روایت میں ہے کہ بنی عباس کے ایک شخص نے نہاوند کے رہنے والے ایک شخص کو اسیر کر لیا جس کا نام "دینار" تھا عباسی اس سے رابطے میں تھا اور اسے نوازا کرتا تھا معاویہ کے زمانے میں وہ کوفہ آیا اور لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر ان سے بولا: "اے کوفہ والو! آپ ہی لوگ وہ پہلے انسان ہو جو ہمارے علاقے میں وارد ہوئے آپ لوگ بڑے اچھے ہو مگر آپ لوگ زمانہ عمر و عثمان تک ٹھیک ٹھاک رہے مگر اس کے بعد بدل گئے اور آپ لوگوں میں چار برائیاں پھیل گئی ہیں کنجوسی، دھوکہ بازی اور تنگ نظری یہ وہ چار صفتیں ہیں کہ جن میں سے ایک بھی پہلے آپ لوگوں میں نہیں پائی جاتی تھی میں نے غور کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ برائیاں تمہاری ولادت

میں دخیل ہیں اور اب مجھے پتہ چل چکا ہے کہ تم لوگوں پر لوگوں کو کس طرح غلبہ حاصل ہوا ہے"۔

ڈی بوڈ کہتا ہے:" سماجی تبدیلی اور اخلاقی گراوٹ کوفیوں میں معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے سے شروع ہو چکی تھی اور اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ اس انقلاب اور تبدیلی میں نبطیوں کا بہت بڑا ہاتھ تھا"۔

چہارم:سریانی

کوفی سماج کی تشکیل میں ایک چوتھا عنصر بھی شریک تھا اور وہ ہے سریانیوں کا، یہ لوگ پورے عراق میں اسلامی فتوحات سے پہلے ہی پھیلے ہوئے تھے اور ان کی کثیر تعداد دجلہ کے کنارے آباد تھی ان میں سے بعض حیرہ کے مقام پر آباد تھے تو بعض کوفہ میں اور کوفیوں سے گھل مل گئے تھے اور کوفیوں کے عادات واطوار سے بھی متاثر تھے اور جیسا کہ علم سماجیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ سماجی زندگی، در حقیقت تاثیر و تاثر کے زندگی ہے ہر انسان ایک دوسرے سے اثر لیتا ہے اور دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے اور اپنے ارد گرد کے لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوتا ہے اور وہ متاثر بھی ہوتا ہے۔

یہ تھے وہ اہم عناصر جس سے کوفہ کی سماجی زندگی تشکیل پائی تھی اور وہاں کا معاشرہ وجود میں آیا تھا یقینا کوفہ کا سماج خالص عربی سماج نہیں تھا بلکہ مذکورہ عناصر سے مخلوط ہو گیا تھا اور پھر ان کے درمیان رشتہ داریاں قائم ہو چکی تھی تو مخلوط نسل وجود میں آئی لیکن ان سب کے باوجود

عربوں کو ان کی بھاری تعداد کی وجہ سے غلبہ حاصل رہا اور کوفہ کی روایات اور سماجی عادات عربوں کے تابع رہی جس طرح کہ شہر کے اندر اثر گذار اور حرف اول بولنے والے تھے۔

اسی کے ساتھ ہم اپنی گفتگو کو باشندگان کوفہ کے عناصر سے متعلق ختم کرتے ہیں۔

ادیان ومذاہب

کوفی سماج ایک دین ومذہب کا بھی تابع نہیں تھا بلکہ شہر کے اندر متعدد ادیان ومذاہب کے لوگ بسے ہوئے تھے اور ہر ایک کو اپنے دینی مراسم وآداب کو انجام دینے کی پوری آزادی تھی چند کا تذکرہ یہ ہے:

اول: دین اسلام

عربوں کی بھاری تعداد، دین اسلام کی تابع تھی جو کوفہ میں ساکن تھی اس لیے کہ کوفہ شہر بسایا ہی اس لیے گیا تھا کہ اسلامی فوج کی چھاؤنی رہے یہیں سے حکومتیں فتوحات کے لئے اور جہادی امور کو انجام دینے کے لیے فوجوں کو بھیجتی تھیں لیکن یہ بھی طے ہے کہ کوفہ کے باشندوں کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا تھا بلکہ جنگوں کے غنائم اور مجاہدین کے ہاتھوں پر حاصل ہونے والی فتوحات کے بعد مال و دولت کے چکر میں اسلام کا نام ان کی زبانوں پر جاری وساری تھا اور علم سماجیات میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کے سماجی تحویل وتبدیل نسلیں گزرنے کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہیں اور اولاد اپنے آباواجداد کی عادات واطوار اور تقلید پر کاربند اور پابند رہا کرتی ہے اس کی بہترین مثال اسلام سے تضاد رکھنے والی وہ فکری حرکات ہیں جن سے دین اسلام

بر سرپیکار رہا ہے اور جو مسلمانوں کی صفوں میں تقسیم کا بھی سبب بنی ہے ہم بعض نے فکری انقسامات کو یہاں پر بیان کر رہے ہیں:

ا۔ خوارج

خارجیت کی فکر نے قاریان قرآن اور سیاہ پیشانیوں والے سجدہ گزار لوگوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا یہ اس وقت ہوا جب صفین کی لڑائی کے عین دوران قرآن کو بلند کیا گیا اور خوارج نے حضرت امام علی علیہ السلام کو تحکیم قبول کرنے پر مجبور کر دیا جب کہ قریب تھا کہ معاویہ بڑی بری ہار ہار جاتا پھر کیا تھا امام علی علیہ السلام کو نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی بات سننی پڑی حالانکہ آپ نے انہیں بہت ڈرایا دھمکایا اور آشکار کیا کہ یہ صرف دھوکہ بازی اور مکاری ہے مگر خوارج پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا اور وہ اپنی کج فکری پر ڈٹے رہے ہاں جب دھوکہ کھا چکے اور ان کے سامنے آشکار ہو گیا کہ وہ گمراہی پر تھے تو اب ان لوگوں نے دوبارہ امام علی علیہ السلام کے پاس آکر کہنا شروع کر دیا کہ "ہم نے کفر اختیار کر لیا تھا مگر اب توبہ کر لی ہے اے علی تم بھی توبہ کرو اور اپنے کفر کا اعلان کرو تا کہ ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں" حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے صاف انکار کر دیا تو وہ لوگ امام سے علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے اپنا الگ نعرہ بنالیا: " لا حکم الا للہ " حکم و دستور کا حق صرف اللہ کو ہے اور پھر وہ لوگ باطل میں ڈوبتے چلے گئے اور گمراہی کی کھائی میں گرتے چلے گئے لہٰذا امام علیؑ نے ان سے جنگ کی اور ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا سوائے چند گنے چنے لوگوں کے کہ جنہوں نے بڑی چستی کے ساتھ کی اپنی کج فکری کی نشر و اشاعت کو جاری رکھا اور پھر ان لوگوں نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی فوج کو بگاڑنے

میں بڑا کردار ادا کیا یہاں تک کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام معاویہ کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہو گئے اسی طرح ابن زیاد نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کے لیے خوارج سے خوب فائدہ اٹھایا یہ لوگ امام امیر المؤمنین علیہ السلام سے چوٹ کھائے ہوئے تھے لہذا ان لوگوں نے اپنے بغض و کینہ کو واقعہ کربلا میں امام کے پاک وپاکیزہ فرزندوں سے نکالا۔

۲۔ اموی حزب

بنی امیہ، کوفہ کے سربر آوردہ افراد اور قبائل کے سردار تھے جیسے محمد بن اشعث، عمر بن حجاج زبیدی، یزید بن حرز، شبث بن ربعی، عمر بن حریث، عمر بن سعد وغیرہ یہ لوگ بنی امیہ کے چاہنے والے اور ان کے نمک خوار تھے جو اپنے کو خلافت کا سب سے زیادہ مستحق تصور کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اہل بیت طاہرین علیہم السلام سے بھی زیادہ وہ امت کی قیادت ورہبری کے لائق ہیں ان لوگوں نے حضرت مسلم علیہ السلام کے انقلاب کو ناکام بنانے میں بڑا گھنونا کردار ادا کیا ہے اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے میں ان لوگوں نے دوسروں کو چھونک دیا تھا اور خود سپہ سالاری کر رہے تھے۔

شیعہ

شیعیان اہل بیت علیہم السلام، اہل بیتؑ کی ولایت کے معترف و معتقد تھے اور ان بزرگواروں سے عقیدت و مودت کو اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے کوفہ کے شیعہ، ولائے اہل بیتؑ میں بڑے مخلص تھے ان کی اہل بیتؑ سے محبت وعقیدت کے بعض مظاہر درج ذیل ہیں:

۱۔ شیعوں نے زبردست للکارنے والے اور شوق شہادت و دلاوری و شجاعت سے پر خطبے دیئے کہ جس میں انہوں نے اہل بیت کی خوب تعریف و تمجید اور مدح و ثنا کی ہے اور ان کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں اور انہوں نے جو اپنی آنکھوں سے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے دور حکومت میں عدل وانصاف اور مساوات کو ملاحظہ کیا تھا ان سب کو بیان کیا ہے۔

۲۔ شیعیان اہلبیت علیہم السلام ان کے درد و غم اور مصیبتوں کو یاد کر کے بے ساختہ آنسو بہار ہے تھے اور انہوں نے عہدے معاویہ میں جو اس کی طرف سے شیعوں پر ظلم و ستم ہوئے اور انھیں طرح طرح آزار و اذیت کا سامنا کرنا پڑا ہے ان سب کو یاد کر کے گریا کرتے تھے لیکن افسوس کہ انہوں نے اپنے عقیدے کے حساب سے کوئی قربانی نہیں دی گویا ان کی شیعیت، جذباتی تھی نہ عقائدی و ایمانی اس لیے کہ انہوں نے حضرت مسلم کا ساتھ نہیں دیا اور انھیں پسر مرجانہ ملعون کے ظلم و ستم اور قتل کا شکار ہونے دیا۔

بلاذری روایت کرتے ہیں کہ یہ لوگ کربلا میں بھی تھے اور اپنی آنکھوں سے فرزند رسول خدا کو دیکھ رہے تھے کہ کس طرح وہ تلواروں، نیزوں اور تیروں کا نشانہ بنائے جارہے ہیں اور یہ لوگ رورو کر خدا سے دعا بھی کر رہے تھے کہ "پالنے والے تو اپنی نصرت و مدد کو فرزند دختر رسول خدا حضرت امام حسین علیہ السلام پر نازل فرما"۔

کوفیوں میں سے ایک ان لوگوں کے پاس پہنچا جو یہ دعا کر رہے تھے اور وہ نفرت کا اظہار کرتے ہوئے بولا کہ تم لوگ اس دعا کے بجائے کیوں نہیں ان کی نصرت کے لئے آگے بڑھتے!؟

ایسے لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے دائرہ تشیع سے خارج گردانا ہے اور انھیں بنی امیہ کا شیعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: "اے شیعیان آل ابوسفیان۔۔۔"۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لوگ صحیح معنوں میں شیعہ تھے ہی نہیں سوائے ان چند لوگوں کے جو اس زمانے میں کوفہ یا اطراف کوفہ میں رہ گئے تھے جن میں سے بعض نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہو کر آپ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کیا اور حضرت سید الشہداءؑ کے ہمراہ شہید ہو گئے اور دوسرے بعض کہ جن کی تعداد کچھ کم نہ تھی وہ زندانوں میں ٹھونس دیے گئے تھے۔

بہر حال کوفہ کے مسلمان کسی ایک مکتب فکر پر قائم نہیں تھے بلکہ ان کے درمیان بہت زیادہ فرقہ اور مکاتب فکر پر پائے جاتے تھے اور وہ سب بہت سے ٹکڑوں میں بٹے ہوئے تھے۔

دوم: نصاریٰ

کوفہ کے باشندوں میں ایک طبقہ نصاری کا بھی تھا یہ لوگ علاقہ حیرہ کی تباہی اور وہاں کی رونق و آباد کاریوں کے زوال پذیر ہو جانے کے بعد کوفہ آکر آباد ہو گئے تھے اور انہوں نے کوفہ میں کئی گرجا گھر بنا لیے تھے ان کا ایک چرچ مسجد کوفہ کے قبلہ میں پشت مسجد پر بنا ہوا تھا وہاں ان کے دو بڑے پادری تھے ایک نستوری، دوسرا یعقوبی، ان کے دو گروہ تھے:

ا۔ نصارائے تغلب

تغلب کے نصرانیوں نے شہر کوفہ کی آباد کاری کے نقشہ میں سعد بن ابی وقاص کا ساتھ

دیااور کوفہ میں آکر آباد ہوگئے یہ گروہ کو بڑے وقار اور روب کے ساتھ وہاں رہتے تھے اس گروہ نصاری کی اولاد نے جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیا تھا جس کے باعث عمر بن خطاب نے ان کے ساتھ مسلمانوں کا سامعاملہ کیا اور ان کے مال جزیہ کو صدقہ مسلمین کا عنوان دیا۔

۲۔نصارائے نجران

یہ لوگ بھی خلافت عمر میں کوفہ آکر آباد ہوئے اور شہر کی ایک سمت کو اپنے لئے رہائش گاہ کے طور پر چن لیا تھا ان کے محلے کا نام "نجرانیہ" پڑ گیا تھا۔

ان نصرانیوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر حکومت کے بہت سے مثبت کام میں شرکت کی یہاں تک کہ ابو موسیٰ اشعری نے انھیں نصرانیوں میں سے ایک کو اپنا منشی بنا لیا تھا عثمان کے گورنر کوفہ ولید بن عقبہ نے کوفہ کی ایک مسجد کے جملہ امور کا ذمہ دار ایک مسیحی کو مقرر کیا تھا۔

کوفہ کے نصاریٰ نے درہم و دینار کی خرید و فروخت کو اپنا مشغلہ بنا رکھا تھا اور تجارتی کام میں سہولت کے لیے یہ لوگ مسلمانوں کو قرض بھی دیا کرتے تھے غرض کہ تجارت کا زر مبادلہ کا کام انہیں لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور اس کام میں انہوں نے مہارت حاصل کر لی تھی اور اس مشغلہ کو انہوں نے آج کے زمانے کے بینکوں کی طرح منظم کر رکھا تھا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ان نصرانیوں سے محلی حکومت نے بھی قرض لیا ہے تا کہ مختلف علاقے میں انقلابات پر قابو پایا جا سکے حکومت کے کارندے جس محلے میں انقلاب برپا ہوتا

وہاں کے اراکین انقلاب کو توڑنے کے لئے اور انقلاب کا چراغ گل کرنے کے لئے انہیں کے ذریعہ تقسیم کراتے تھے خود ابن زیاد نے حضرت مسلمؑ کے انقلاب کی آگ کو بجھانے کے لیے کوفہ کے سرداروں اور قبائل کے رؤوساء میں مال تقسیم کرانے کے لئے انہیں نصرانیوں سے قرض لیا تھا۔

بہر حال کوفی سماج مسلمانوں اور نصرانیوں سے مخلوط معاشرہ تھا اور کافی حد تک ان کے درمیان گہرے تعلقات پائے جاتے تھے ۔

سوم: یہود

شہر کوفہ میں یہودی ۲۰ھ میں آکر آباد ہوئے ہیں ان کی بڑی تعداد حجاز سے آکر کوفہ سکونت پذیر ہوئی ہے یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب عمر بن خطاب نے انھیں حجاز سے باہر نکال دیا تھا کوفہ میں ان کا ایک خاص محلہ تھا جو یہودیوں کے ہی نام سے معروف تھا وہاں ان لوگوں نے اپنے گرجے بنا رکھے تھے سیاح "بنیامین" کہتا ہے کہ کوفہ میں سات ہزار یہودی آباد تھے وہاں ان کی قبریں تھیں اور اس کے اطراف ان کا کنیسہ تھا۔

یہودیوں نے کوفہ میں کچھ ایسے مشغلہ اپنے لئے اپنائے کہ جس سے عرب نفرت کرتے تھے جیسے رنگ کاری وغیرہ ،یہودیوں کو جناب رسول خداؐ سے ہمیشہ اور بہت زیادہ بغض و کینہ رہا ہے اس لئے کہ آپؐ نے ان کی بھاری تعداد کو جلاوطن کیا اور انھیں شکست سے دوچار کیا ہے اور انہیں بڑی ذلت ورسوائی اٹھانی پڑی ہے بعض محققین کا کہنا ہے کہ واقعہ کربلا میں یہودیوں نے نبی کریمؐ سے اپنا انتقام اور دل کی تشفی کے لیے بہت زیادہ سرگرمی دکھائی اور بڑا کردار نبھایا ہے۔

اور اب ہم اپنی گفتگو کو کوفہ میں رائج ادیان و مذاہب کے حوالے سے یہیں پر ختم کرتے ہیں اور یہ بھی جان لیں کہ کوفہ کے اکثر لوگوں نے اس زمانے کی جہادی سرگرمیوں اور جنگی امور میں شرکت کی ہے۔

فوجیوں کی ترتیب

شہر کوفہ اسلامی فوجوں کی چھاؤنی رہا ہے اور اس کام میں یعنی فوجیوں کی ترتیب و تنظیم میں قبائلی عنصر کارفرما رہا ہیں اور نہ صرف ان کی تقسیم بلکہ آذوقہ وغیرہ کی بھی تقسیم ان کے قبائلی خاندانوں کے اعتبار سے ہوتی تھی ذیل میں بعض ترتیب و تنظیم ملاحظہ ہو:

ا۔ سات تقسیم کا نظام

لشکریوں کی تقسیم قبائلی عناصر اور خاندانی بنیاد پر ہوتی تھی باوجودیکہ وہ راہ خدا میں جہاد کرنے جاتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے اندر قبائلی جذبات کم رنگ نہیں ہوئے تھے اور ان کے اندر قبائلی تعصب پایا جاتا تھا ذیل میں اس تقسیم کو ملاحظہ فرمائیں:

پہلے سات گروہ: اس گروہ میں قبیلہ کنانہ اور ان کے حلیف لوگ جیسے حبشہ کے رہنے والے جو کوفہ میں آکر آباد ہوگئے تھے اسی طرح قبیلہ جدیلہ وغیرہ یہ لوگ سعد بن وقاص کی گورنری کے زمانے سے ہی قریشیوں کے بڑے مطیع و فرمابردار اور مددگار تھے اور ان لوگوں نے بنی امیہ کے سارے گورنروں کے ساتھ اخلاص سے کام کیا ہے اور ان کی مدد کرتے رہے ہیں۔

دوسرے سات گروہ: اس گروہ میں قبیلہ قضاعۃ، غسّان، بجیلہ، خثعم، کندہ، حضرموت اور قبیلہ ازد شامل تھے۔

تیسرا سات گروہ: اس گروہ میں مذحج، حمیر، ہمدان اور ان کے حلیف لوگ اور قبیلے تھے یہ لوگ بنی امیہ کے دشمنوں میں شمار ہوتے تھے اور ان لوگوں نے حضرت امام علیؑ اور ان کے فرزندوں کا پورا پورا ساتھ دیا ہے۔

چوتھا سات گروہ: اس گروہ میں قبیلہ تمیم اور قبیلہ رباب کی ساری ٹکڑیاں اور ان کے حلیف قبیلے شامل تھے۔

پانچواں سات گروہ: اس میں قبیلہ اسد، غطفان، محارب، ضبیعہ، تغلب اور نمیر شامل تھے۔

چھٹاں سات گروہ: اس گروہ میں قبیلہ ایاد، عک، عبدالقیس (ہجر کے علاقہ کے لوگ) اور حمراء یعنی حمراء دیلم والے شامل تھے۔

ساتواں سات گروہ: اس گروہ میں قبیلہ طئی شامل تھا۔

یہ سارے سات فوجی ٹکڑیوں میں بٹے لوگ در حقیقت قبائلی تقسیم کے تحت تھے اور کوفہ کے گورنروں نے ان کو جنگوں کے لئے اسی نظام قبائل کے تحت استعمال کیا جو اس زمانہ میں رائج تھا اور جنگ سے واپسی کے بعد غنائم جنگی کی بھی تقسیم اسی قبائلی تقسیم کے لحاظ سے ہوتی تھی اور یہ سلسلہ ۵۰ھ تک زور و شور کے ساتھ جاری رہا یہاں تک کہ زیاد ملعون نے انھیں رباعی تقسیم

میں اس وقت ڈھالا جب کہ وہ عراق کا مطلق العنان گورنر بن کر آیا اور اس نے قبائلی نظام کو رباعی نظام میں اس طرح تقسیم کیا:

۱۔ مدینہ والوں پر عمرو بن حریث کو سپہ سالار بنایا۔

۲۔ قبیلہ تمیم و ہمدان پر خالد بن عرفطہ کو سپہ سالار مقرر کیا۔

۳۔ قبیلہ ربیعہ، بکر و کندہ پر قیس بن ولید بن عبد الشمس کو سپہ سالار مقرر کیا۔

۴۔ قبیلہ مذحج و اسد پر ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری کو سپہ سالار مقرر کیا۔

یہ تقسیم در حقیقت کوفیوں کو اپنے حکم و حکومت کے تحت لانے اور انھیں مطیع بنانے کے لئے تھی اور اس نے انہیں لوگوں کو سپہ سالار مقرر کیا تھا جو کہ حکومت کے پٹھو تھے اور اموی خلافت سے خلوص اور محبت کرتے تھے ان لوگوں کو ابن زیاد نے بھی حضرت مسلمؑ کے انقلاب کو کچلنے کے لئے مدد کے طور پر استعمال کیا اس طرح اس نے بعض کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑنے کے لیے فوجوں کی سپہ سالاری سونپی حالانکہ عمر بن حریث اور خالد بن عرفطہ اس لشکر کے سپہ سالار بن چکے تھے۔

البتہ سماجی گروہوں کے رؤوساء کو حکومت اسی صورت میں انتخاب کرتی تھی کہ جن میں سماجی اثر و رسوخ ہوتا اور وہ بہادری اور جنگی تجربات رکھنے اور کار آزمودہ ہوتے تھے ہاں رباعی گروہ کے سردار اور سپہ سالار حکومت کے مکمل تابع ہوتے تھے اور حکومت کا قوم سے ارتباط انہیں لوگوں کے ذریعہ ہوتا تھا اور انہیں لوگوں کے شہر کے اندر بہت زیادہ اہمیت کے پیش نظر

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کے نام خطوط روانہ فرمائے تھے اور انھیں اپنی نصرت اور اہل بیتؑ کا دفاع کرنے کی دعوت دی تھی ۔

قبیلوں کے عریف لوگ

حکومت ان عریفوں اور سربر آوردہ افراد پر بھروسہ کرتی تھی جو قبائلی امور کو انجام دیتے تھے اور ان کے درمیان حکومت کے عطایا کو تقسیم کرتے تھے اسی طرح ان عریفوں کی یہ بھی ذمہ داری ہوتی تھی کہ تمام لوگوں کے اسماء کہ جن میں مردوزن اور بچے بھی شامل ہوتے تھے لسٹ بناکر رکھتے تھے اور وہ یہ بھی مرقوم کرتے تھے کہ کون بچہ کس کے یہاں پیدا ہوا ہے اور کون مر گیا ہے تاکہ بچے کا عطیہ میں نام ثبت ہو جائے اور مرنے والے کا نام حذف ہو جائے۔

یہ لوگ امن وامان اور نظام و قانون کے پابند بنانے کے ذمہ دار ہوتے تھے اور جنگ کے دنوں میں لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کے ذمہ دار تھے اور ان لوگوں کے نام بھی حکومت کو پیش کرتے تھے جو جنگ میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اگر عریفوں سے کوئی کوتاہی ہوتی یا اپنی ذمہ داریوں کو وہ صحیح طریقے سے نہیں نبھاتے تھے تو انہیں حکومت کی طرف سے کڑی سزا دی جاتی تھی۔

حضرت مسلم علیہ السلام کے اطراف سے لوگوں کے متفرق ہونے کی سب سے بڑی وجہ انہیں عریفوں کی طرف سے لوگوں کو ڈرانا دھمکانا اور ان کے درمیان دہشت و وحشت پھیلانا تھا اور یہی عریفوں نے لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ پر خوب بھڑکا کر بھیجا تھا۔

اور اب اس مقام پر ہماری گفتگو کوفہ کے سماج کے حوالے سے ختم ہوتی ہے اور بحث کی ضرورت بہرحال تھی تاکہ ہمیں اندازہ ہو سکے کہ کوفی سماج اور وہاں کے قبائل و خاندان نے حضرت مسلمؑ کے انقلاب کو ناکام بنانے میں کیا اثر چھوڑا تھا۔

سرکش پسر مرجانہ

ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ سرکش زمانہ، پسر مرجانہ کہ جو کوفی اتھل پتھل کا ذمہ دار تھا کے بارے میں جانیں اور مطالعہ کریں کہ وہ کس ماحول میں پروان چڑھا تھا اس کے خطرناک عزائم کیا تھے کہ جس کے ذریعہ انقلاب حضرت مسلم علیہ السلام کو نابود کر سکا، قارئین کرام درج ذیل مطالب پر توجہ فرمائیں:

منحوس کی ولادت

ابن زیاد ۳۳ ہجری میں پیدا ہوا وہ پیدا ہی ہوا تھا زمین پر حادثات پیدا کرنے اور تباہی و بربادیاں مچانے کے لئے، ابن زیاد، حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے روز کل ۲۸ سال کا تھا ہاں تاریخ میں یہ سراغ نہیں ملتا کہ یہ ملعون کس مقام پر پیدا ہوا تھا۔

منحوس کے ماں باپ

ابن زیاد کا باپ زیاد بن سمیہ تھا، زیاد روئے زمین پر شر و فساد پھیلانے والے عناصر میں سے تھا زیاد ملعون نے لوگوں کی آنکھیں پھوڑیں، کھجور کے درختوں پر لوگوں کو پھانسیاں دیں،

تہمت اور معمولی شک و شبہ پر وہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا بے جرم و خطا لوگوں کو خطا کاروں کے بدلے مارڈالتا تھا اس نے سرزمین عراق کو حزن وملال اور درد و غم سے بھر دیا تھا۔

پسر زیاد کی ماں کا نام مرجانہ تھا جو ایک مجوسی عورت تھی اور زناکاری میں مشہور تھی عبید اللہ تمیمی نے سمیہ کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کے سامنے تعریض و نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ عمر بن خطاب کہا کرتا تھا" خدایا میں تجھ سے زناء کار عورتوں اور ان کی حرام زادہ اولاد سے پناہ مانگتا ہوں" یہ سن کر ابن زیاد بھڑک اٹھا اور جواب میں بولا عمر بن خطاب نے یہ بھی کہا ہے کہ کوئی جنین عورت کے شکم میں نوماہ نہیں ٹھہرا مگر یہ کہ بے وقوف و بے ہودہ باہر نکلا زیاد نے مرجانہ کو چھوڑ دیا تو شیرویہ نے اس سے شادی رچالی۔

پسر زیاد کی پرورش

جرم وجنایت کے گھر میں پسر زیاد نے آنکھ کھولی، جرم و جرائم کے گھروندے میں پروان چڑھا اور اس نے اپنا بچپنا اپنی ماں کے نئے گھر یعنی شیرویہ کے یہاں گذارا جو کہ مسلمان بھی نہیں تھا جب وہ کچھ بڑا ہو گیا تو زیاد نے اسے شیرویہ سے لے لیا اور اسے خون کی ہولی کھیلنے اور لوگوں پر ظلم و ستم کرنے پر پروان چڑھایا اسے دھوکہ دھڑی اور فریب کاری پر پروان چڑھایا اور اس نے بھی اپنے باپ کے تمام تر ظلم و ستم اور لوگوں پر تشدد و شکنجہ سے لذت حاصل کرنے جیسی تمام بری صفات کو ورثہ میں پایا وہ قساوت قلبی میں اپنے باپ زیاد سے کم نہ تھا اس ملعون نے خود اپنے ایک خطبہ میں کہا ہے "میں زیاد کا بیٹا ہوں اور سنگریزوں اور کنکریوں کو کچلنے میں اپنے باپ پر گیا ہوں یاد رکھو مجھے نہ تو اپنے چچا سے شباہت حاصل ہے اور نہ ہی اپنے ماموں سے۔

یقیناً وہ شکنجہ و عذاب کرنے میں اور باطل کو اپنانے میں اور حق سے نفرت کرنے میں بالکل اپنے باپ پر گیا تھا۔

پسر زیاد کے اوصاف

پسر زیاد بہت سی بری صفتوں سے متصف تھا جن میں سر فہرست قساوت قلبی، لوگوں کا ناحق خون بہانے میں اسے لذت ملتی تھی اس ملعون نے ایک عورت کے دونوں ہاتھوں پیر کاٹ دیے اور اسے بازار میں یونہی ڈال دیا حسن بصری اس ملعون کی توصیف میں کہتا ہے "پسر زیاد نہایت بے وقوف لونڈا اور بہت ناحق خون بہانے والا شخص ہے"۔

پسر زیاد کی حالت کو حضرت مسلم بن عقیلؑ نے یوں بیان فرمائی ہے: "وہ ملعون دشمنی اور غصہ اور صرف تہمت میں ان لوگوں کی بھی جان لے لیتا ہے کہ جن کی جان کو خدا نے محترم قرار دیا ہے اور پھر اس طرح لھو و لعب میں مشغول ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہیں ہے"۔

پسر زیاد اس قدر گھمنڈی تھا کہ کسی کی بھی نصیحت نہیں سنتا تھا جناب رسول خداؐ کے صحابی عائذ بن عمرو اس کے پاس پہنچے اور فرمایا اے میرے لال میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ "بدترین گورنر قسی القلب گورنر ہوتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان میں سے ہو جاؤ"۔

صحابی رسول عائذ بن عمرو کا یہ قول اسے ڈنک مارنے کی طرح چبھا اور وہ چیخ کر بولا بیٹھ جا تو رسول خداؐ کے اصحاب میں سے کوڑا صحابی ہے۔

جناب عائذ نے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا جناب رسول خداؐ کے اصحاب میں کوڑا بھی تھے کوڑا تو ان کے بعد ہوئے اور وہ اصحاب رسول خداؐ کے علاوہ لوگ تھے"۔

پسر زیاد بصرہ میں گورنری کے دوران دھوکہ بازی اور رعایا کو فریب دینے میں معروف تھا اس کو معقل بن یسار نے نصیحت کی کہ یہ سب چھوڑ دیں اس لئے کہ میں نے جناب رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے "جس بندے کو خداوند متعال کسی رعایا کی سربراہی و گورنری عطا کرتا ہے اور وہ اپنی رعایا کو دھوکہ دیتا ہے نہیں مرتا مگر یہ کہ خداوند متعال اس کے اوپر جنت کو حرام قرار دے دیتا ہے"۔

یہ تھی وہ بعض بری صفتیں جو پسر زیاد میں پائی جاتی تھی اب اس کے بعض جسمانی صفات کا بھی تذکرہ کیا جارہا ہے:

ا۔ زبان میں لکنت

پسر زیاد نے اپنی ماں مرجانہ کے یہاں تربیت پائی جو کہ عرب زبان نہیں تھی تو اس نے اپنی ماں سے ہی زبان میں لکنت پائی وہ عربی کو سمجھ ہی نہیں پاتا تھا اس نے کچھ لوگوں سے کہا کہ: "اپنی تلواروں کو کھولو" اس کا مقصد تلواروں کو سونت لو کہنا تھا اس مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یزید بن مفرغ پسر زیاد کی ہجو میں کہتا ہے

ویوم فتحت سیفك من بعید

اضعت وکل امرك للضیاع

"اور جس روز سے تو نے دور سے ہی اپنی تلوار کھولی ہے اسی روز سے تو نے اپنے سارے امور کو ضائع کر دیا"۔

ایک روز پسر زیاد اور سوید کے درمیان لفظی جنگ چھڑ گئی تو پسر زیاد بولا: "زمین کے پینیدے پر بیٹھو" سوید نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: "مجھے نہیں پتہ تھا کہ زمین کا بھی پینیدا ہوتا ہے"۔

پسر زیاد حاء نہیں بول پاتا تھا اس نے جناب ہانی بن عروہ سے کہا: "کہ آج سب کے سب لوگ ہروری ہو گئے ہیں؟ اس کا مقصد حروری تھا اور وہ عین کو بھی ہمزہ سے اور قاف کو کاف سے بدل دیا کرتا تھا یعنی عین اور قاف بھی نہیں نکلتا تھا ایک روز بولا: " جو ہم سے کتال کرے گا ہم بھی اس سے کتال کریں گے "اس کا مقصد قتال تھا۔

۲۔ کھانے میں پیٹو

تاریخ نگاروں کا کہنا ہے کہ ابن زیاد کھانے کے معاملے میں پیٹو تھا دن بھر میں وہ پانچ مرتبہ کھانا کھانے بیٹھتا تھا اور آخری کھانا اس کا ایک بکرے کی ٹانگ ہوتی تھی جبکہ اس کے سامنے پوری بکری دسترخوان پر رکھی جاتی تھی اور وہ اسے اکیلا ہی کھا جاتا تھا[28] اسی طرح وہ عورتوں

(28) نہایت الارب: ج۳، ص۳۴۳۔

کے معاملے میں بھی اسراف سے کام لیتا تھا جس رات کوفہ پہنچا ہے اسی رات اس نے ایک عورت (ام نافع بن عمارہ) [29] سے شادی رچائی تھی، یہ تھے پسر زیاد کے بعض جسمانی صفات۔

بصرہ کی گورنری

معاویہ علیہ الھاویہ نے پسر زیاد کو بصرہ کی گورنری سونپ رکھی تھی اور وہ وہاں مسلمانوں کا حاکم اور ان کے جملہ امور کا مالک بنا ہوا تھا اس وقت وہ جوان اور بھرپور جوانی کے غرور و گھمنڈ میں ڈوبا ہوا تھا اس نے اہل بصرہ کے اوپر ویسے ہی حکومت کی جس طرح اس کے باپ زیاد نے حکومت کی تھی وہ شک اور تہمت پر قتل کر ڈالتا تھا مجرم کی جگہ بے گناہ کو مقصر کی جگہ بری کو قتل کرتا تھا معاویہ اس کے عمل سے راضی اور اس کے کرتوت سے خوش تھا لہذا اس نے پسر زیاد کے نام کوفہ کی بھی گورنری لکھ دی لیکن اس تحریر کو بھیجنے سے پہلے ہی معاویہ واصل جہنم ہو گیا۔

پسر مرجانہ سے یزید کا حسد

پسر زیاد سے یزید پلید کو چند چیزوں کی وجہ سے سخت نفرت تھی جن میں سے اہم وجہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

پسر زیاد کا باپ زیاد، یزید کی ولی عہدی کا مخالف تھا کیونکہ یزید لہو و لعب اور بے حیائی و بے شرمی میں مست تھا یزید چاہتا تھا کہ پسر زیاد کو بصرہ سے معزول کر دے بلکہ تمام امتیازات اور عنایات سے محروم کر دے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کے قیام اور حضرت مسلمؑ کو سفیر بنا

---

(29) مرآۃ الزمان: ص ۲۸۵۔

کر کوفہ روانگی اور امام کے لئے بیعت طلبی وغیرہ سبب بنی کہ یزید کے نصرانی مشاور (سرجون) کے اشارے پر نہ صرف یہ کہ بصرہ کی گورنری سے معزول نہیں کیا بلکہ اس کو کوفہ کی بھی گورنری سونپ دینے کا مشورہ دیا اور کہا کہ وہی اس قیام کو کچل سکتا ہے کہ یزید پلید نے سرجون کی بات مان لی اور سارا عراق پسر زیاد کی گورنری میں دے دیا پھر کیا تھا پسر زیاد نے اپنا پنجہ گاڑ دیا اور دھکتے ہوئے انگارے کی طرح قیام کو کچلنے کے لئے نکل پڑا تا کہ یزید کا بھروسہ حاصل کر سکے اور بنی امیہ سے اپنا اخلاص ظاہر کر سکے اور ان کی تائید پا جائے ۔

خاتمۂ انقلاب کے نقشے

باوجود کے پسر زیاد کمسن اور عنفوان شباب میں تھا لیکن انقلابی تحریکوں کو کچلنے میں اس نے ایک ماہر سیاست داں کا رول ادا کیا اور اپنے بے پناہ مکر و فریب اور حیلے سے وہ کوفہ شہر پر مسلط ہونے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے انقلاب کے بنیادی عناصر کو کچل دیا انقلاب کی آگ کو خاموش کر دیا اس کے اہم فارمولے پر توجہ فرمائیں:

ا۔ حضرت مسلمؑ کے خلاف جاسوسی اور انقلاب کے متعلق تمام امور اور عناصر کے سلسلے میں معلومات فراہم کرنا۔

۲۔ خوف و ہراس کی فضا قائم کرنا اس نے کوفہ میں ایسی ہیبت ناک اور خوف و دہشت کی فضا قائم کر رکھی تھی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اپنے کام سے کام رکھتے تھے اور سیاسی امور میں بالکل مداخلت نہیں کرتے تھے۔

۳۔ قبائل کے سرداروں اور خاندانوں کے اشراف و شخصیات پر پیسے لٹانا کہ جس کے باعث رؤوسائے قبائل اور خاندانوں کے بڑے بزرگ سب پسر زیاد کے مزدور بن گئے تھے وہ انھیں جہاں جدھر چاہتا تھا ادھر موڑ دیتا تھا اور ان مزدوروں نے بھی اپنے اپنے قبیلوں کے لوگوں کو فاسد بنا دیا تھا اور لشکر مسلم کو شکست سے دوچار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

۴۔ حیلہ بہانے سے اس نے حضرت ہانی کو گرفتار کر لیا جبکہ جناب ہانی شہر کوفہ کی نمایاں ترین شخصیت تھے اور اس طرح اس نے انقلاب کے سرگرم اور اہم عناصر کو توڑ ڈالا تھا، یہ تھے پسر زیاد کے وہ بھیانک نقشے کے جن کی بدولت پسر زیاد جیسا سرکش کوفہ پر مسلط ہوا اور انقلاب کو کچل سکا اور اہل کوفہ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے خلاف صف بستہ کر سکا۔

حضرت مسلم بن عقیلؑ

جناب مسلم بن عقیل علیہ السلام، اسلام کے متقی و پرہیزگار، مینارۂ ہدایت تھے وہ دینی امور میں نہایت احتیاط برتتے اور پابندی کرنے والے تھے ان کی پاکیزہ زندگی میں کوئی کجروی نہیں تھی انھوں نے کبھی کسی فریب کاری و دھوکہ بازی جیسے حربے استعمال نہیں کیے اگرچہ ان وسائل پر آپ کی سیاسی کامیابی ہی کیوں نہ موقوف ہو، آپ اپنے مواقف میں اپنے چچا حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے نقش قدم پر چلے اس کے علاوہ آپ کو کوفہ کسی گورنر یا حاکم کی شکل میں نہیں بھیجا گیا تھا کہ آپ با اختیار ہو کر جو چاہتے کرتے بلکہ آپ کی ذمہ داریاں محدود تھی اور وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے لوگوں سے بیعت لینا اور کوفیوں کی حقیقت حال سے مولا کو باخبر کرنا تھا کہ اگر ان سب نے اتفاق کر لیا ہو تو امام حسین علیہ السلام ان کے پاس کوفہ آ جائیں

اس کے علاوہ حضرت مسلمؑ کی کوئی ذمہ داری نہیں تھی اور ہم نے اس سلسلے میں سابقہ ابحاث کے اندر اس جہت سے مکمل جائزہ لیا ہے۔

اور اس کے ساتھ حضرت مسلم علیہ السلام کے انقلاب اور قیام کے سلسلے میں ہماری گفتگو ختم ہوتی ہے وہ انقلاب جو کی حادثہ کربلا کی ابتدا اور کربلا کے تمام درد و دکھ اور مصائب و آلام کا سرچشمہ تھا۔

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد والہ الطاہرین

تمام شد

بتاریخ ۲۹ ذی القعدہ سنہ ۱۴۴۱ھ بروز شہادت امام محمد تقی علیہ السلام

نور محمد ثالثی

نجف اشرف عراق

در محضر سفیر حسینی مسلم بن عقیل ہاشمیؑ

نتیجۂ فکر: جناب سید قنبر حسین نقوی مظفر پور بہار (مدرسہ امام رضاؑ نجف اشرف)

شہر کوفہ میں یہ مسلمؑ پہ ہوئی کیسی جفا شدّتِ پیاس سے پھرتے ہیں وہ کُوچہ کُوچہ

اہلِ کوفہ میں یہ مسلمؑ پہ جو آفت آئی شدّتِ پیاس نے مسلمؑ پے قیامت لائی

آپ کو قتل کیا لوگوں نے بے جرم و خطا

کوفہ والوں نے دغا کی ہے میرے اے مولا مجمع عام میں رُسواء بھی کیا اے مولا

التجا آپ سے ہے آئیں نہ کوفہ مولا

آپ کو دُھوکے سے قیدی جو بنائیں ہیں شقی اور دربار میں آنسوں بھی رولایں ہیں شقی

پیاس سے ساری رگیں سُوکھ چُوکی ہے مولا

آپکی جامِ شہادت کی خبر شہ نے سُنا سر کو یہ پیٹ کے شدّت سے یہ مولا نے کہا

عصرِ عاشور کا منظر مجھے یاد آنے لگا

مختصر حضرت مسلمؑ جو ہوئے ہیں رخصت مادرِ شاہ سے مل جائے گی انکو جنت

فاطمہ زہراؑ بھی کرتی ہیں یہ تم پر نوحہ

آئی ہے آپکے اُوپر جو قیامت مسلمؑ ہے دعا (قنبرِ) نادان کی بس یہ مسلمؑ

نہ ہو پردیس میں ایسا کوئی تنہا مولا

نتیجۂ فکر: جناب شیخ جون محمد معروفی نجفی (مدرسہ امام رضاؑ نجف اشرف)

شہر کوفہ میں یہ مسلمؑ پہ ہوئی کیسی جفا شدّتِ پیاس سے پھرتے ہیں وہ کُوچہ کُوچہ
چلتے چلتے ہی وہ پہنچے درِ طوعہ کے قریب دل میں امید لئے ہو سکے پانی ہو نصیب
دیکے دستک کہہ رہے تھے ہوں مسافر پیاسہ
الغرض طوعہؓ نے مسلمؑ کو پلایا پانی اور مسلمؑ نے ہراک بات بتائی اپنی
سن کے طوعہؓ نے تڑپ کر کہا ہائے مولا
رات بھر طوعہؓ کے گھر میں ہی عبادت میں رہے اور کوفی ہیں کہ جو جان کے پیچھے ہیں پڑے
حالت زار پہ کرتی رہی طوعہؓ نوحہ
رات کے جاتے ہی مسلمؑ پہ قیامت ہے پڑی حکم ظالم سے بنایا گیا ان کو قیدی
ان کو پھر سقفِ امارہ سے ہے نیچے پھینکا
جب شہادت کی خبر کو میرے مولا نے سنا دیکھ کے عرش کی جانب میرے مولا نے کہا
ہائے کوفے میں ہے مارا گیا مسلمؑ میرا
جب سنا شہ نے کہ مسلمؑ تھے بہت ہی پیاسے یاد آنے لگے کربل کہ وہ پیاسے بچے
آ گئے وقت مصیبت کی نداء واویلا

نتیجۂ فکر: جناب شیخ اصغر جعفری بلتستانی نجفی (مدرسہ امام رضاؑ نجف اشرف)

شبیرؑ کا سفیر ہے اور وقت کا فقیہ یعنی حسینؑ فوج کا حبل الورید ہے
مسلم بن عقیلؑ پہ زہراؑ کو ناز ہے من جانب حسینؑ یہ پہلا شہید ہے

فہرست مطالب

شمارہ	مطالب	صفحہ
۱	انتساب	۴
۲	مدرسہ امام رضاؑ پر طائرانہ نظر	۵
۳	گفتار مترجم	۷
۴	گفتار محقق	۸
۵	حضرت مسلمؑ کے حضور میں	۱۰
۶	تقدیم و تمہید	۱۳
۷	تابناک حسب ونسب	۲۲
۸	حضرت مسلمؑ آباءواجداد	۲۷
۹	حضرت مسلمؑ کے والد جناب عقیلؑ	۴۵
۱۰	حضرت عقیلؑ کی اولاد	۶۹
۱۱	مادر حضرت مسلمؑ	۷۹
۱۲	حضرت مسلمؑ کے ذاتی عناصر واوصاف	۸۴
۱۳	حضرت مسلمؑ کی زوجات اور اولاد	۹۱
۱۴	حضرت مسلمؑ اور حوادث روزگار	۹۸
۱۵	قریش کی سرکشی اور بے لگامی	۱۰۹
۱۶	حضرت مسلمؑ اور فوجی دستے کی قیادت	۱۲۴
۱۷	کوفہ میں بغاوت کا اعلان	۱۴۳
۱۸	سفیر عراق حضرت مسلمؑ	۱۵۱

۱۹	سفر حضرت مسلمؑ کا آغاز	۱۵۶
۲۰	حضرت مسلمؑ کا امام حسینؑ کے نام خط	۱۶۵
۲۱	عبید اللہ اور کوفہ کی گورنری	۱۷۲
۲۲	پسر زیاد قصر الامارہ میں	۱۷۶
۲۳	حضرت مسلمؑ حضرت ہانیؒ کے گھر میں	۱۸۰
۲۴	حضرت مسلمؑ کے موقف پر طائرانہ نظر	۱۸۵
۲۵	جناب ہانیؒ کی گرفتاری	۱۹۶
۲۶	انقلاب حضرت مسلمؑ	۲۰۶
۲۷	حضرت طوعہؒ کی مہمانی میں	۲۱۳
۲۸	حضرت مسلمؑ کی گرفتاری	۲۳۱
۲۹	حضرت مسلمؑ کی وصیتیں	۲۳۹
۳۰	رفیق اعلیٰ کا سفر	۲۴۳
۳۱	لاشوں کی بے حرمتی	۲۴۹
۳۲	انقلاب مسلمؑ کیوں ناکام ہوا	۲۵۶
۳۳	باشندگان کوفہ	۲۷۶
۳۴	فوجیوں کی ترتیب	۲۹۲
۳۵	سرکش پسر مرجانہ	۲۹۶
۳۶	پسر زیاد کے اوصاف	۲۹۸
۳۷	خاتمۂ انقلاب کے نقشے	۳۰۲
۳۸	اشعار در محضر سفیر حسینیؑ	۳۰۵
۳۹	مترجم کے دیگر آثار	۳۰۹

مترجم کے دیگر آثار

۱	سفط المعرفۃ ۳،۲،۱۔ عربی محاضرات۔ مطبوع	۲	خادم اہل بیت (ع)۔ فارسی تالیف۔ غیر مطبوع
۳	آخری امید جہان (ع)۔ ترجمہ۔ مطبوع	۴	فقہ العقیدۃ (دفتر اول) ۔ عربی محاضرات۔ مطبوع
۵	خوشبوئے بلاغت (دفتر اول)۔ تالیف۔ مطبوع	۶	سربراہ خواتین (ص)۔ ترجمہ۔ مطبوع
۷	مصلح اعظم (عج)۔ ترجمہ۔ غیر مطبوع	۸	حج و عمرہ۔ ترجمہ۔ مطبوع
۹	علم و حکمت۔ ترجمہ۔ مطبوع	۱۰	حکمت جاودانی۔ ترجمہ۔ مطبوع
۱۱	سربراہ مسلمین (ع)(دفتر اول)۔ ترجمہ۔ مطبوع	۱۲	سلطان العرب والعجم (ع)۔ ترجمہ۔ غیر مطبوع
۱۳	ارمغان کشمیر (دفتر اول) ۔ تالیف۔ مطبوع	۱۴	نصائح و تجارب۔ ترجمہ۔ مطبوع
۱۵	سنہرا خط۔ ترجمہ۔ مطبوع	۱۶	نہج الرشاد (توضیح المسائل)۔ ترجمہ۔ مطبوع
۱۷	عقیدۂ موت کے تربیتی آثار۔ ترجمہ۔ مطبوع	۱۸	دنیا و آخرت۔ ترجمہ۔ مطبوع
۱۹	آفاق ولایت۔ ترجمہ۔ مطبوع	۲۰	خدا کا مہینہ۔ ترجمہ۔ مطبوع
۲۱	سربراہ انسانیتؐ /ج ا۔ ترجمہ۔ مطبوع	۲۲	طرفداران معاویہ کو نصیحت۔ ترجمہ۔ مطبوع
۲۳	سفیر ولایت علی (ع)(دفتر اول)۔ تالیف۔ مطبوع	۲۴	معارفِ آلِ عمران۔ تالیف، غیر مطبوع
۲۵	دروس العقائد ا (اول و دوم)۔ تالیف۔ مطبوع	۲۶	مروان در میزانِ قرآن۔ تالیف۔ غیر مطبوع
۲۷	شیعیان اور سرپھرے حکمران۔ ترجمہ۔ غیر مطبوع	۲۸	خاک کربلا میں شفاء۔ ترجمہ۔ مطبوع
۲۹	آخری پھول دفتر اول و دوم و سوم۔ تالیف۔ مطبوع	۳۰	شکستہ نگینوں کا دیدار۔ تالیف۔ مطبوع